تنظیم المدارس (اہلِ سُنّت)، پاکستان کے جدید نصاب کے عین مطابق

نورانی گائیڈ

حل شُدہ پرچہ جات

درجہ عالمیہ

1

تنظیم المدارس (اہلِ سُنّت)، پاکستان کے جدید نصاب کے عین مطابق

حل شُدہ پرچہ جات

المعروف

نورانی گائیڈ

برائے طلباء / برائے طالبات

درجہ عامہ سال اوّل	درجہ عامہ سال دوئم	درجہ عالیہ سال اوّل	درجہ عالیہ سال دوئم
درجہ خاصہ سال اوّل	درجہ خاصہ سال دوئم	درجہ عالمیہ سال اوّل	درجہ عالمیہ سال دوئم

تنظیم المدارس (اہلِ سُنّت)، پاکستان کے جدید نصاب کے عین مطابق

برائے طلباء از 2014 تا 2016ء

حل شُدہ پرچہ جات

مفتی محمد احمد نورانی دامت برکاتہم عالیہ

درجہ عالمیہ ✡ سال اوّل

شبیر برادرز (رجسٹرڈ) زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
جملہ حقوقِ ملکیت بحق ناشر محفوظ ہیں
نورانی گائیڈ
باہتمام: ملک شبیر حسین
سن اشاعت فروری 2017
قیمت =/160 روپے
شبیر برادرز (رجسٹرڈ)
زبیدہ سنٹر، ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

ترتیب

عرضِ ناشر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ!

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصۡحَابِکَ یَا حَبِیۡبَ اللّٰہِ

ہمارے ادارہ کے قیام کے بنیادی مقاصد میں سے ایک یہ بھی تھا کہ قرآن کریم کے تراجم وتفاسیر، کتب احادیث نبوی کے تراجم وشروحات، کتبِ فقہ کے تراجم وشروحات، کتبِ درس نظامی کے تراجم وشروحات اور بالخصوص نصابِ تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان کے تراجم وشروحات کو معیاری طباعت اور مناسب داموں میں خواص وعوام اور طلباء وطالبات کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ مختصر عرصہ کی مخلصانہ سعی سے اس مقصد میں ہم کس حدتک کامیاب ہوئے ہیں؟ یہ بات ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں۔ تاہم بطور فخر نہیں بلکہ تحدیث نعمت کے طور پر ہم اس حقیقت کا اظہار ضرور کریں گے کہ وطن عزیز پاکستان کا کوئی جامعہ، کوئی لائبریری، کوئی مدرسہ اور کوئی ادارہ ایسا نہیں ہے جہاں ہماری مطبوعات موجود نہ ہوں۔ فالحمد للہ علی ذلک

علوم وفنون کی اشاعت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ طلباء وطالبات کی آسانی اور امتحان میں کامیابی کے لیے تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان کے سابقہ پرچہ جات حل کر کے پیش کیے جائیں۔ اس وقت ہم "نورانی گائیڈ (حل شدہ پرچہ جات)" کے نام سے تمام درجات کی طالبات کے لیے علمی تحفہ پیش کر رہے ہیں، جو ہمارے قلمی معاون جناب مفتی محمد احمد نورانی صاحب کے قلم کا شاہکار ہے۔ نصابی کتب کا درس لینے کے بعد اس حل شدہ پرچہ جات کا مطالعہ سونے پر سہاگہ کے مترادف ہے اور یقینی کامیابی کا ضامن ہے۔ اس کے مطالعہ سے ایک طرف تنظیم المدارس کے پرچہ جات کا خاکہ سامنے آئے گا اور دوسری طرف ان کے حل کرنے کی عملی مشق حاصل ہوگی۔ اگر آپ ہماری اس کاوش کے حوالے سے اپنی قیمتی آراء دینا پسند کریں، تو ہم ان آراء کا احترام کریں گے۔

آپ کا مخلص: شبیر حسین

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظيم المدارس لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية "السنة الأولى"

الموافق سنة ۱۴۳۵ھ/2014ء

﴿الورقة الاولى: علم الكلام﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات — مجموع الأرقام: ۱۰۰

الملاحظة: السوال الثانی اجباری ولك الخيار فی البواقی ان تجيب عن الاربعة منها

السوال الاول: (الف) اكتب مقالا موجزا عن ترجمة مصنفی العقائد النسفية وشرحها؟ (۱۵)

(ب) عرف علم الكلام (العقائد) وبين غرضه وموضوعه؟ (۵)

السوال الثانی: "ورؤية الله تعالى جائزة فی العقل واجبة بالنقل وقد ورد الدليل السمعی بايجاب رؤية الله تعالى فی دار الأخر فيرى لافی مكان ولا على جهة"

(الف) شكل الكلمات بالحركات والسكنات، ثم ترجمها الى الاردية؟ (۱۰)

(ب) اذكر ثلاثة دلائل للمثبتين للرؤية فی الآخرة، ثم اذكر ثلاثة ردود للمنكرين مع اجوبتها؟ (۱۰)

السوال الثالث: الايمان والاسلام واحد لأن الاسلام هو الخضوع والانقياد بمعنى قبول الأحكام والاذعان بها، وذلك حقيقة التصديق. وبالجملة لايصح فی الشرع أن يحكم على أحد بأنه مؤمن وليس

بمسلم .

(الف)ترجم العبارة الى الاردية واشرحها باسلوبك الخاص؟ (۵)

(ب)وضح معنى الايمان والاسلام لغة واصطلاحا . ثم بين الاتحاد والتغاير بينهما؟ (۱۵)

السوال الرابع: وعذاب القبر للكافرين ولبعض عصاة المؤمنين وتنعيم أهل الطاعة فى القبر

(الف)شكل الكلمات وترجمها الى الاردية؟ (۱۰)

(ب)هات الدلائل عن اثبات عذاب القبر وسوال النكيرين فى ضوء شرح العقائد النسفية؟ (۱۰)

السوال الخامس: "وله صفات وهى لاهو ولاغيره"

(الف)بين الصفات الالهية واشرح مسئلة الصفات بالدلائل والبراهين العقلية والنقلية؟ (۱۰)

(ب)"وهى لا هو ولا غيره" وضح موقفك حسبيا حكاه صاحب العقائد وشارحها؟ (۱۰)

السوال السادس: (الف)بين مسئلة "خلق القرآن" ووضح مدار الخلاف بين الفريقين؟ (۱۰)

(ب)بين دلائل الفريقين مع ترجيح مذهب أهل السنة والجماعة؟ (۱۰)

السوال السابع: (الف)ماهو برهان التطبيق؟ على اى مسئلة تقدم وتعرض هذا الدليل؟ (۱۰)

(ب)ماموقف اهل السنة عن وقعة معراج النبى صلى الله عليه وسلم وبين فوائدها للامة المسلمة؟ (۱۰)

درجہ عالمیہ (سال اول) برائے طلباء بابت 2014ء

﴿پہلا پرچہ: علم کلام (عقائد)﴾

سوال نمبر 1: (الف) اکتب مقالا موجزا عن ترجمة مصنفى العقائد النسفية وشرحها؟

(عقائد نسفیہ اور اس کی شرح کے مصنفین کے مختصر حالات تحریر کریں؟)

(ب)عرف علم الكلام (العقائد) وبين غرضه وموضوعه؟

(علم عقائد کی تعریف، موضوع اور غرض بیان کریں؟)

جواب: (الف) عقائد نسفیہ کے حالات:

مصنف کا نام ہے: امام نجم الدین عمر بن محمد نسفی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ وہ ۴۶۱ھ کو سمرقند میں پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بلا کا حافظہ عنایت فرمایا تھا۔ وقت کے ممتاز ترین علماء اور فقہاء سے علوم وفنون کی تحصیل فرمائی۔ اپنی زندگی کا مقصد درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کو قرار دیا۔ تدریسی خدمات کے نتیجہ میں کثیر تعداد میں نامور علماء وفضلاء بطور یادگار چھوڑے۔ تصنیف وتالیف کے نتیجہ میں متعدد تصانیف یادگار ہیں، جن میں سے ایک ''عقائد نسفیہ'' ہے۔ یہ تصنیف اپنے موضوع کے اعتبار سے مختصر اور جامع ہے۔ ۵۳۷ھ میں آپ نے وصال فرمایا۔

مصنف شرح عقائد کے حالات: مصنف کا اسم گرامی ''سعد الدین مسعود بن عمر'' تھا۔ بچپن میں نہایت درجہ کے غبی (کند ذہن) تھے مگر بعد میں اللہ تعالیٰ نے انہیں ذہانت و فطانت کی دولت سے سرفراز فرمایا۔ اپنے وقت کے امتیازی شان کے حامل فضلاء سے علوم و فنون حاصل کیے۔ آپ کے اساتذہ میں سے علامہ عضد الدین اور علامہ قطب رازی رحمہما اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی نمایاں ہیں۔ علوم وفنون کی تکمیل کے بعد درس وتدریس کا آغاز کیا۔ آپ تاحیات درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں مصروف رہے۔ بے شمار تلامذہ نے

آپ سے علمی استفادہ کیا۔ آپ کے نامور اور یادگار تلامذہ میں سے چند ایک کے اسماء گرامی یہ ہیں: علامہ ابوالحسن برہان الدین حیدر، علامہ شیخ شمس الدین محمد بن احمد اور علامہ جلال الدین یوسف وغیرہ۔

علامہ نے تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ منطق، فلسفہ، فقہ، اصول فقہ اور علم کلام میں تصانیف مبارکہ یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ نے دیگر کتب کے علاوہ عقائد نسفیہ کی جامع شرح تصنیف فرمائی، جو ہر دور میں درس نظامی کے نصاب میں شامل رہی ہے۔ ہر زمانہ کے علماء، فضلاء، طلباء، محققین، مدرسین اور مصنفین اس سے استفادہ کرتے چلے آرہے ہیں۔ آپ کا ۷۹۲ھ میں وصال ہوا۔

(ب) علم کلام کی تعریف، موضوع اور غرض

۱- علم کلام کی تعریف: اسلامی عقائد ونظریات کو دلائل و براہین کی روشنی میں معلوم کرنا۔

۲- موضوع: اسلامی عقائد وافکار کی تفصیلات۔

۳- غرض: اسلامی عقائد ونظریات کو براہین ودلائل کی روشنی میں معلوم کرنا اور ان پر وارد ہونے والے شبہات واعتراضات کے جوابات فراہم کرنا۔

سوال نمبر 2: "وَرُؤْيَةُ اللهِ تَعَالٰى جَائِزَةٌ فِي الْعَقْلِ وَاجِبَةٌ بِالنَّقْلِ وَقَدْ وَرَدَ الدَّلِيْلُ السَّمْعِيُّ بِإِيْجَابِ رُؤْيَةِ اللهِ تَعَالٰى فِيْ دَارِ الْآخِرِ فَيُرٰى لَا فِيْ مَكَانٍ وَلَا عَلٰى جِهَةٍ"

(الف) شکل الکلمات بالحرکات والسکنات، ثم ترجمها الی الاردیة؟

(حرکات وسکنات لگا کر عبارت کا اُردو ترجمہ کریں؟)

(ب) اذکر ثلاثة دلائل للمثبتین للرؤية فی الآخرة، ثم اذکر ثلاثة ردود للمنکرین مع اجوبتها؟

(آخرت میں رؤیت باری تعالیٰ کے قائلین کے تین دلائل بیان کرنے کے بعد

منکرین کے جوابات دینے کے ساتھ ان کا رد کریں؟)

جواب: (الف) عبارت پر حرکات وسکنات اور ترجمہ:

حرکات وسکنات اور عبارت پر لگا دیے گئے ہیں۔ ترجمہ عبارت درج ذیل ہے:

عقل کے اعتبار سے رؤیت باری تعالیٰ جائز ہے اور نقل کے لحاظ سے واجب ہے۔ آخرت میں رؤیت باری تعالیٰ کے جائز ہونے پر دلیل سمعی موجود ہے۔ باری تعالیٰ کو دیکھا جائے گا مگر اس رؤیت میں مکان یا جہت کا اعتبار نہیں ہوگا۔

(ب) رؤیت باری تعالیٰ کے جواز پر تین دلائل:

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ آخرت میں رؤیت باری تعالیٰ کی دولت ہر مسلمان کو حاصل ہوگی، اس سلسلے میں تین دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

اول: رؤیت باری تعالیٰ کے عدم جواز پر تا حال کوئی دلیل پیش نہیں کی گئی۔

دوم: حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے کوہ طور والے قصہ سے بھی رؤیت باری تعالیٰ کا جواز ثابت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا تھا کہ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے اور یہ نہیں فرمایا تھا کہ مجھے دیکھا نہیں جاسکتا۔

سوم: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: عنقریب یقینی طور پر تم کو رؤیت باری تعالیٰ کی دولت حاصل ہوگی جس طرح اب تم مجھے دیکھ رہے ہو اور اس کے دیکھنے میں تمہیں دقت بھی محسوس نہیں ہوگی۔

منکرین رؤیت باری تعالیٰ کے دلائل:

رؤیت باری تعالیٰ کے منکرین کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

اول: فرمان خداوندی ہے: لا تدرکہ الابصار (آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں)

دوم: رؤیت کے لیے جہت ومکان کا ہونا ضروری ہے لیکن اللہ تعالیٰ ان امور سے پاک ہے۔

سوم: رؤیت کے لیے جسم کا ہونا ضروری ہے جبکہ اللہ تعالیٰ جسم سے بھی پاک ہے۔

اہل سنت کی طرف سے جواب: اہل سنت کی طرف سے منکرین رؤیت کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ آخرت میں رؤیت باری تعالیٰ کی دولت ہر مسلمان کو حاصل ہوگی مگر اس کے لیے مکان، جہت اور جسم کا ہونا ضروری نہیں ہوگا۔ لہٰذا ہمارا عقیدہ برحق اور منکرین کا غلط ہے۔

سوال نمبر 3: الایمان والاسلام واحد لأن الاسلام هو الخضوع والانقياد بمعنى قبول الأحكام والاذعان بها، وذلك حقيقة التصديق. وبالجملة لايصح في الشرع أن يحكم على أحد بأنه مؤمن وليس بمسلم.

(الف) ترجم العبارة الى الاردية واشرحها باسلوبك الخاص؟

(عبارت کا اردو میں ترجمہ کریں اور اپنے اسلوب کے مطابق اس کی تشریح کریں؟)

(ب) وضح معنى الايمان والاسلام لغة واصطلاحا. ثم بين الاتحاد والتغاير بينهما؟

(ایمان اور اسلام کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ بیان کریں پھر ان کے درمیان اتحاد و مغائرت کی صورت واضح کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ عبارت:

ایمان اور اسلام دونوں ایک ہی چیز ہیں، کیونکہ اسلام کا معنیٰ ہے: عاجزی سے احکام کو تسلیم کرنا اور حقیقت میں یہی تصدیق ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ شرعی نقطہ نظر سے یہ حکم لگانا درست نہیں ہے کہ فلاں آدمی مومن ہے مگر مسلمان نہیں ہے۔

تشریح: اس عبارت میں مصنف یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ایمان اور اسلام دونوں مترادف اور ایک چیز کے دو نام ہیں، عاجزی سے احکام الٰہی کو تسلیم کرنے کا نام اسلام ہے، جو درحقیقت تصدیق قلب کا کام ہے۔ مصنف ایک مثال کے ذریعے بھی اس مسئلہ کی وضاحت کررہے ہیں کہ کسی مومن شخص پر غیر مسلم کا حکم لگانا درست نہیں ہے یعنی جو مومن ہوگا وہ مسلم بھی ہوگا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ایمان اور اسلام دونوں باہم مغائر نہیں ہیں بلکہ

ایک ہیں۔

(ب) ایمان اور اسلام کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ

لفظ ''ایمان'' کا معنیٰ ہے: مان لینا۔ اس کا اصطلاحی معنیٰ ہے: اسلامی عقائد و افکار کو دل کی گہرائیوں سے تسلیم کر لینا۔

لفظ ''اسلام'' کا لغوی معنیٰ ہے: اطاعت کرنا، پیروی کرنا۔ اس کا اصطلاحی معنیٰ ہے: اعمال حسنہ کو اپنانا اور انہیں معمول بہ بنانا۔

ایمان اور اسلام میں نسبت: ایمان اور اسلام باہم مغائر ہرگز نہیں ہیں بلکہ ان میں اتحاد ہے یعنی جو آدمی مومن ہوگا وہ مسلم بھی ہوگا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک شخص اسلامی عقائد کی تصدیق تو کرتا ہو لیکن اعمال حسنہ پر عمل کرنے یا انہیں اپنانے سے گریز کرتا ہو۔

سوال نمبر 4: وَعَذَابُ الْقَبْرِ لِلْكَافِرِيْنَ وَلِبَعْضِ عُصَاةِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَتَنْعِيْمُ أَهْلِ الطَّاعَةِ فِي الْقَبْرِ

(الف) شكل الكلمات وترجمها الى الاردية؟

(عبارت پر اعراب لگائیں اور اس کا اُردو ترجمہ کریں؟)

(ب) هات الدلائل عن اثبات عذاب القبر وسوال النكيرين في ضوء شرح العقائد النسفية؟

(قائلین عذاب قبر کے دلائل اور نکیرین کے سوالات کی وضاحت شرح عقائد کی روشنی میں کریں؟)

جواب: (الف) عبارت پر اعراب اور ترجمہ:

اعراب اوپر لگادیے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

کفار اور بعض گناہگار مسلمانوں کے لیے عذاب قبر حق ہے۔ اطاعت گزار لوگوں کے لیے قبر میں اللہ تعالیٰ کا فضل وانعام بھی حق ہے۔

(ب) عذاب قبر کے حق ہونے کے دلائل:

اہل سنت کے نزدیک عذاب قبر حق ہے، اس بارے میں چند دلائل درج ذیل ہیں:

۱-قرآن کریم کا اعلان ہے: اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ۔ صبح وشام کے وقت لوگوں پر عذاب مسلط کیا جائے گا اور قیامت کے دن انہیں فرعون کے ساتھ شدید عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: استنزھوا عن البول فان عامة عذاب القبر منه۔ یعنی تم پیشاب کی چھینٹوں سے بچو، کیونکہ عذاب قبر عموماً اس وجہ سے ہوتا ہے۔

نکیرین کے سوالات:

میت سے قبر میں نکیرین کی طرف سے سوالات ہونا حق ہے۔ نکیرین کی طرف سے میت سے تین سوالات کیے جاتے ہیں:

(۱) من ربك (تیرا رب کون ہے؟)۔ (۲) ما دینك؟ (تیرا دین کیا ہے؟)۔

(۳) من نبیك؟ (تیرا نبی کون ہے؟)۔

مسلمان ان سوالات کے آسانی کے ساتھ یوں جواب دیتا ہے:

(۱) ربی اللہ (میرا رب اللہ ہے) (۲) دینی الاسلام (میرا دین اسلام ہے)۔

(۳) ونبیی محمد صلی اللہ علیه وسلم (اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں)

اس کے برعکس کافر ہو تو وہ گھبراتا ہے، کانپتا ہے اور جواب دینے کی ہرگز سکت نہیں رکھتا۔

سوال نمبر5: "وله صفات وهی لاهو ولا غیره"

(الف) بین الصفات الالهية واشرح مسئلة الصفات بالدلائل والبراهين العقلية والنقلية؟

(صفات الٰہیہ بیان کریں اور مسئلہ صفات دلائل عقلیہ ونقلیہ کی روشنی میں بیان کریں؟)

(ب) "وهی لا هو ولا غیره" وضح مؤقفك حسبما حكاه صاحب

العقائد وشارحها ؟

(عبارت "وهی لا هو ولا غیره" کے حوالے سے اپنا مؤقف واضح کریں جو مصنف عقائد اور مصنف شرح عقائد سے ملتا جلتا ہو؟)

جواب: (الف) صفات باری تعالیٰ:

صفات باری تعالیٰ تعداد میں آٹھ ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) الحیات۔ (۲) العلم۔ (۳) القدرت۔

(۴) الارادة۔ (۵) التکوین۔ (۶) السمع۔

(۷) لبصر۔ (۸) الکلام۔

یہ ماتریدیہ کا مؤقف ہے۔ اس کے برعکس اشاعرہ کے نزدیک صفات باری تعالیٰ سات ہیں، جو درج ذیل شعر میں بیان کی گئی ہیں:

حی علیم قدیر والکلام له ارادة وكذالك السمع والبصر

تشریح: اہل سنت کے نزدیک صفات باری تعالیٰ نہ تو اللہ کا عین ہیں اور نہ اس سے جدا ہیں۔ تاہم ذات کی طرح یہ صفات بھی ازلی اور غیر حادث ہیں۔ یہ صفات باری تعالیٰ میں ذاتی طور پر پائی جاتی ہیں لیکن اس کے غیر میں ذاتی نہیں بلکہ عطائی طور پر پائی جاتی ہیں۔ یہ صفات دلائل عقلیہ ونقلیہ سے مزین ہیں۔

جواب: (ب) عبارت کے بارے میں مؤقف:

عبارت: "وهی لاهو ولا غیره" کا مطلب یہ ہے کہ صفات باری تعالیٰ خواہ ثبوتی ہوں یا سلبی سب کی سب نہ تو عین ذات باری تعالیٰ ہیں اور نہ اس سے جدا ہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ ذاتی ہیں اور اس کے غیر میں پائے جانے کی صورت میں عطائی وعارضی متصور ہوں گی۔

سوال نمبر6: (الف) بین مسئلة "خلق القرآن" ووضح مدار الخلاف بین الفریقین ؟

(مسئلہ "خلق القرآن" بیان کریں اور فریقین کے اختلاف کا مدار کون سی چیز ہے؟)

(ب) بين دلائل الفريقين مع ترجيح مذهب أهل السنة والجماعة؟ (۱۰)

(فریقین کے دلائل بیان کریں اور اہل سنت کے مذہب کو ترجیح دیں؟)

جواب: (الف) مسئلہ خلق قرآن

کلام اللہ (قرآن کریم) مخلوق ہے: یا نہیں؟ اس بارے میں مختلف مذاہب ہیں، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- معتزلہ اور اشاعرہ "کلام اللہ" کو اللہ تعالیٰ کی صفت تسلیم کرتے ہیں، ان کا مؤقف یہ ہے کہ دیگر صفات کی طرح اللہ کی صفت اور اس کی ذات کی طرح غیر مخلوق بھی ہے۔

۲- اہل سنت کا مؤقف یہ ہے کہ کلام کی دو اقسام ہیں: (۱) کلام لفظی: یہ وہ کلام ہے جس کے ساتھ مضامین و مفاہیم کو بیان کیا جاتا ہے، اس کو ہم بولتے ہیں اور لکھتے ہیں۔ یہ ہماری صفت ہے، یہ حادث ہے اور مخلوق ہے۔ (۲) کلام نفسی: یہ وہ کلام ہے' جو اصل مضامین، مفاہیم اور مطالب پر مشتمل ہے۔ یہ کلام اللہ تعالیٰ کی صفت، اس کی ذات کی طرح غیر حادث اور غیر مخلوق ہے۔ الغرض کلام لفظی حادث اور مخلوق ہے جبکہ کلام نفسی غیر حادث اور غیر مخلوق ہے۔

فریقین کے اختلاف کا مدار:

اہل سنت اور پہلے دونوں گروہوں کے درمیان اختلاف کلام الٰہی کو مخلوق تسلیم کرنے یا نہ کرنے میں نہیں ہے بلکہ اصل اختلاف کا مدار "کلام نفسی" کو تسلیم کرنے یا نہ کرنے میں ہے۔ چونکہ وہ "کلام نفسی" کو نہیں مانتے اور اسے تسلیم نہیں کرتے، اس لیے وہ کلام الٰہی (قرآن) کو ازلی، غیر حادث اور غیر مخلوق قرار دیتے ہیں۔ اہل سنت "کلام نفسی" کو تسلیم کرتے ہیں، تو ان کے نزدیک یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ازلی، غیر حادث اور غیر مخلوق ہے۔ تاہم کلام لفظی حادث، مخلوق اور غیر ازلی ہے۔

(ب) فریقین کے دلائل اور مذہب اہل سنت کو ترجیح:

اہل سنت کے مطابق اللہ تعالیٰ متکلم ہے۔ جس پر تواتر و اجماع ہے۔ اہل لغت نے اس

حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ اشتقاق اس پر ہو سکتا ہے' جو ماخذ کی صفت واقع ہو رہا ہو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے متکلم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کلام، کلام نفسی ہے' جو قدیم، ازلی، غیر حادث اور غیر مخلوق ہے۔ تاہم کلام لفظی وہ ہے۔ جس کے ساتھ کلام نفسی کے مضامین و مفاہیم کو بیان کیا جاتا ہے۔ اس طرح یہ غیر ازلی، حادث اور مخلوق ہے۔

اشاعرہ اور معتزلہ قرآن کے مخلوق ہونے پر یہ دلیل لاتے ہیں کہ قرآن کریم علامات حدوث اور آثار مخلوق پر مشتمل ہے یعنی مؤلف ہونا، منظم ہونا، عربی زبان میں ہونا، فصیح ہونا اور معجزہ ہونا۔

اہل سنت کی طرف سے اشاعرہ اور معتزلہ کی اس دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ یہ دلیل تو ان لوگوں کے خلاف حجت ہو سکتی ہے' جو حروف، الفاظ اور نظم قرآن کو مخلوق تسلیم نہیں کرتے جبکہ ہم تو اسے مخلوق تسلیم کرتے ہیں، کیونکہ ان کا تعلق کلام لفظی کے ساتھ ہے، جو حادث ہے۔ تاہم کلام نفسی کو ہم غیر حادث، قدیم اور غیر مخلوق تسلیم کرتے ہیں۔

سوال نمبر 7: (الف) ماهو برهان التطبيق؟ على اى مسئلة تقدم وتعرض هذا الدليل؟

(برہان تطبیق کیا ہے اور کس مسئلہ پر اسے پیش کیا جا سکتا ہے؟)

(ب) ما مؤقف اهل السنة عن وقعة معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبين فوائدها للامة المسلمة؟

(واقعہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اہل سنت کا مؤقف اور امت مسلمہ کے لیے اس سے نکات بیان کریں؟)

جواب: (الف) برہان تطبیق پیش کرنا:

"برہان تطبیق"، تسلسل کے بطلان پر پیش کی جاتی ہے۔ جب تسلسل بالفعل موجود ہو تو ہمارے مؤقف کے مطابق یہ امر بھی ممکن ہو گا کہ معلوم ہونے کے باوجود کسی چیز کے لیے علت نہ ہو مثلاً آج کے یوم کو آئندہ (کل) کے لیے علت قرار دینا، حالانکہ اس وقت آئندہ یوم کے لیے علت نہیں ہے۔ تاہم زمانہ ماضی کے تصور سے یہ ایک لا متناہی سلسلہ جاری ہے

مثلاً نرسوں، ترسو، پرسوں، کل اور آج کا یوم۔

یہاں دو احتمال ممکن ہیں:

۱- پہلے سلسلہ کی ہر جز کے مقابلہ میں سلسلہ دوم میں کوئی جز ہو۔

۲- پہلے سلسلہ کی ہر جز کے مقابلہ میں سلسلہ دوم میں کوئی جز نہ ہو۔

یہ دونوں صورتیں باطل ہیں۔ پہلا احتمال اس لیے کہ کل و جز اور زائد و ناقص کے درمیان مساوات ضروری ہے۔ دوسرا احتمال اس لیے باطل ہے اس میں دو سلسلوں کے اجراء کے بجائے متناہی ہونا لازم آرہا ہے۔

(ب) معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اہل سنت کا مؤقف ونکات:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار معجزات سے نوازا گیا۔ ان میں سے ایک واقعہ معراج اور معجزہ معراج ہے۔ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے سفر کا ذکر قرآن میں موجود ہے، جس کا انکار کفر ہے۔ مسجد اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک کا تذکرہ احادیث صحاح سے ثابت ہے، جس کا انکار گمراہی و بے دینی ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ سے لامکان تک کا سفر مشیت ایزدی سے آپ نے اکیلے طے کیا۔ مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ مختلف آسمانوں پر بھی مختلف انبیاء کرام سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، ملاقات ہوئی اور گفتگو ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر پانچ نمازوں اور چھ ماہ کے روزے بطور تحفہ عنایت فرمائے۔ پھر روزوں میں کمی کر کے ایک ماہ کے باقی رکھے گئے۔

☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية "السنة الأولىٰ"

الموافق سنة ۱۴۳۵ھ/2014ء

﴿الورقة الثانية: علم الفرائض﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات **مجموع الأرقام: ۱۰۰**

نوٹ: آخری سوال لازمی ہے باقی کوئی سے چار سوال حل کریں۔

سوال نمبر 1: درج ذیل اصطلاحات کی تعریفات لکھیں؟ (۲۰)

محروم، محجوب، عصبة، ذوی الفروض، مناسخة، تخارج، جد صحیح، جدة فاسدة، مخرج، ذوی الارحام

سوال نمبر 2: (i) جد صحیح کے احوال لکھیں؟ (۵)

(ii) مقاسمة الجد سے کیا مراد ہے؟ مثالیں دے کر واضح کریں؟ (۱۰)

(iii) مخرج قائم کرنے کا طریقہ لکھیں؟ (۵)

سوال نمبر 3: (i) اخوات علیہ کے احوال لکھیں اور ہر حالت کی مثال دیں؟ (۱۰)

(ii) احوال ام بمع امثلہ تحریر کریں؟ (۵)

سوال نمبر 4: **ترك ثلاث بنات ابن بعضهن أسفل من بعض وثلاث بنات ابن ابن أخر بعضهن أسفل من بعض وثلاث بنات ابن ابن ابن أخر بعضهن أسفل من بعض.**

(i) عبارت کا ترجمہ لکھیں اور مفہوم بیان کریں؟ (۵)

(ii) علم میراث کے فنی انداز سے صورت مسئلہ بنا کر حل کریں؟ (۱۵)

سوال نمبر 5: **ومحمد رحمه الله تعالى يأخذ الصفة من الأصل حال**

القسمة عليه والعدد من الفروع كما اذا ترك ابنى بنت بنت بنت وبنت ابن بنت بنت وبنتى بنت ابن بنت .

(i) ترجمہ کریں اور مفہوم بیان کریں؟ (۵)

(ii) صورت مسئلہ بنا کر حل کریں؟ (۱۵)

سوال نمبر 6: درج ذیل میں سے چار کے احوال لکھیں:

زوجہ، خنثیٰ، مفقود، مرتد، حمل، بنت الابن (۲۰)

سوال نمبر 7: درج ذیل میں سے چار صورتوں کی تصحیح کریں؟

میت	
زوجات ۲، جدات ۶، بنات ۱۰، اعمام ۷	(۵)

میت	
زوجات ۴، بنات ۹، جدات ۶	(۵)

میت	
زوجہ، جدہ ،ام، بنت، اخت عینیہ، عم	(۵)

میت	
اب ام بنات ۵	(۵)

میت	
زوجہ، ام، ابن قاتل، اخت عینیہ ۲، اخت علیہ ۲، اخت خیفیہ ۲	(۵)

☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال اول) برائے طلباء بابت 2014ء

﴿دوسرا پرچہ: علم الفرائض﴾

سوال نمبر 1: درج ذیل اصطلاحات کی تعریفات لکھیں:

(۱) محروم ۔ (۲) محجوب ۔ (۳) عصبة ۔ (۴) ذوی الفروض ۔ (۵) مناسخة ۔ (۶) تخارج ۔ (۷) جد صحيح ۔ (۸) جدة فاسدة ۔ (۹) مخرج ۔ (۱۰) ذوی الارحام ۔

جواب: اصطلاحات علم میراث کی تعریفات:

۱- محروم: وہ آدمی ہے، جو مورث کو قتل کرنے یا کفر اختیار کرنے کے سبب وراثت سے محروم رہے۔

۲- محجوب: وہ آدمی ہے، جو دوسرے وارث کے موجود ہوتے ہوئے وراثت سے حصہ نہ پائے یا کم مقدار میں وراثت پائے لیکن دوسرے وارث کے فوت ہو جانے پر وراثت کا حقدار بن جائے۔

۳- عصبہ: وہ شخص ہے جس کا میت کے ساتھ رشتہ ظاہر کرنے کے لیے درمیان میں مؤنث (عورت) واسطہ نہ بنے مثلاً اولاد ام ذوات فروض۔

۴- ذوی الفروض: وہ ورثاء ہیں، جن کے حصص قرآن کریم، احادیث مبارکہ یا اجماع امت میں مقرر کیے گئے ہوں۔

۵- مناسخہ: میت کے ورثاء میں سے جو تقسیم وراثت سے پہلے وفات پا جائے۔ اس کی وراثت بھی دوسرے ورثاء میں تقسیم کی جائے گی۔

۶- تخارج: وہ آدمی ہے جس کو ورثاء میت تقسیم میراث سے پہلے کچھ مقدار میں رقم فراہم کر کے فارغ کر دیں اور تمام مال وراثت آپس میں تقسیم کر لیں۔

۷- جد صحیح: وہ آدمی ہے جب اسے میت کی طرف منسوب کیا جائے تو درمیان میں کسی عورت کا واسطہ نہ آئے جیسے: دادا اور پوتا کے درمیان کسی عورت کا واسطہ موجود نہیں ہے۔

۸- جدہ فاسدہ: یہ ایسی جدہ (دادی) ہے کہ اس کی نسبت میت کی طرف کرنے سے درمیان میں جد فاسد کا واسطہ آئے۔

۹- مخرج: اس کا لغوی معنیٰ ہے: جائے خروج۔ علم الفرائض کی اصطلاح میں اس سے مراد وہ سب سے چھوٹا عدد ہے، جس کے سبب کسی کسر کے بغیر تمام ورثاء کے حصص ان میں پورے پورے تقسیم ہو سکتے ہوں۔

۱۰- ذوی الارحام: میت کے وہ اعزاء واقارب ہیں جو ذوی الفروض اور عصبات کے سوا ہوں جیسے: نواسی، نواسہ اور پھوپھی۔

سوال نمبر 2: (الف) جد صحیح کے احوال لکھیں؟

(ب) مقاسمۃ الجد سے کیا مراد ہے؟ مثالیں دے کر واضح کریں؟

(ج) مخرج قائم کرنے کا طریقہ لکھیں؟

جواب: (الف) جد صحیح کے احوال:

جد صحیح کے چار احوال ہیں:

1- چھٹا حصہ ملتا ہے بشرطیکہ میت نے بیٹا۔ یا پوتا چھوڑا ہو مثال:

میت

دادا	بیٹا/پوتا
چھٹا حصہ (1/6)	بقیہ 5

2- چھٹا حصہ ملتا ہے۔ ذوی الفروض کو حصص دینے کے بعد باقی ماندہ وراثت سے بھی حصہ پائے گا۔ مثال:

میت

دادا	بیٹا/پوتا
چھٹا حصہ (1/6) + بقیہ	نصف حصہ (½)
2+1=3	3

3- ذوی الفروض کو حصص دینے کے بعد باقی ماندہ سب ملتا ہے جبکہ میت نے بیٹا، بیٹی، پوتا یا پوتی نہ چھوڑی ہو۔ مثال:

میت

دادا	بیٹا/پوتا
بقیہ	نصف حصہ (½)
1	1

4- باپ موجود ہونے کی صورت میں محروم رہے، اس لیے کہ میت کا رشتہ باپ سے زیادہ قریب ہے بنسبت دادا کے۔ مثال:

میت

باپ	بیٹا	دادا
چھٹا حصہ (1/6)	بقیہ	محروم

جواب: (ب) مقاسمۃ الجد کی تعریف اور حکم:

لفظ "جد" کا معنیٰ ہے: دادا۔ مقاسمہ کا مطلب ہے مال وراثت تقسیم کرتے وقت دادا کو بھائی کی حیثیت پر لانا تاکہ اس کا حصہ قلیل ہو بشرطیکہ دوسرے بہن بھائی بھی موجود ہوں۔ وراثت میں علاتی بہن بھائیوں اور دوسرے ورثاء کو شامل کیا جائے گا۔ دادا کو بھائی کے قائمقام کرنے کی وجہ سے علاتی بھائی خود بخود فارغ قرار پائیں گے اور وہ حصہ کے حقدار نہیں رہیں گے۔ اس صورت میں دادا کو حصہ دے کر باقی ماندہ وراثت حقیقی بہن بھائیوں میں تقسیم کی جائے گی۔

(ج) مخرج قائم کرنے کا طریقہ:

وراثت تقسیم کرتے وقت مخارج الفروض بنانے کے بعد تقسیم وراثت کی جائے گی۔ اس کی قدرے تفصیل درج ذیل ہے:

قرآن کریم میں مقرر کردہ کل حصص چھ ہیں۔ وہ دو حصوں میں تقسیم کیے گئے ہیں۔ تین ایک قسم میں شامل ہیں اور تین دوسری قسم میں داخل ہیں۔ پہلی قسم میں: نصف، ربع اور ثمن ہیں۔ دوسری قسم میں تین یہ ہیں: دو ثلث، ایک ثلث اور سدس۔ ان میں تنصیف کا حساب کیا جائے گا' تنصیف کا حساب یوں ہوسکتا ہے کہ ثمن کا دو چند ربع اور ربع کا دو چند نصف ہو جائے گا۔ سدس کا دو چند ثلث اور ثلث کا دو چند دو ثلث کی صورت ہوگی۔ تنصیف کے اعتبار سے یوں کہا جا سکتا ہے نصف کو نصف کرنے سے ربع اور ربع کو نصف کرنے سے ثمن ہوگا۔ علی ھذا القیاس دو ثلث کو نصف کرنے سے ایک ثلث اور ثلث کو نصف کرنے سے سدس ہو جائے گا۔

سوال نمبر3: (الف) اخوات علیہ کے احوال لکھیں اور ہر حالت کی مثال دیں؟

(ب) احوال ام بمع امثلہ تحریر کریں؟

جواب: اخوات علیہ کے احوال:

اخوات علیہ کے کل سات احوال ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱- نصف ملتا ہے جبکہ باپ شریک بہن اکیلی ہو اور اس کے ساتھ کوئی حقیقی بہن نہ ہو مثال:

میت

باپ شریک بہن	چچا
آدھا حصہ (½)	بقیہ 1

۲- دو تہائی حصہ ملتا ہے جبکہ باپ شریک بہن دو یا زائد ہوں اور ان کے ساتھ حقیقی بہن نہ ہو مثال:

میت

باپ شریک بہن + باپ شریک بہن	چچا
دو تہائی حصہ (2/3)	بقیہ 1

۳- چھٹا حصہ ملتا ہے جب باپ شریک بہن ایک یا ایک سے زائد ہوں بشرطیکہ ان کے ساتھ ایک حقیقی بہن بھی موجود ہو مثال:

میت

حقیقی بہن	باپ شریک بہن	چچا
آدھا حصہ (½)	چھٹا حصہ (1/6)	بقیہ
3	1	2

۴- میت کے ترکہ سے کچھ نہیں ملتا جب باپ شریک بہن ایک یا ایک سے زائد ہوں جبکہ ان کے ساتھ دو حقیقی بہنیں ہوں یا ایک حقیقی بھائی بشرطیکہ باپ شریک بھائی نہ ہو مثال:

میت

حقیقی بہن + حقیقی بہن	باپ شریک بہن	چچا
دو تہائی حصہ (2/3)	محروم	بقیہ
1-2-1		1

۵- ذوی الفروض میں تقسیم کے بعد باقی ماندہ سب ملتا ہے جبکہ باپ شریک بہن کے ساتھ باپ شریک بھائی بھی موجود ہو۔ میت کی حقیقی بہن موجود ہو یا موجود نہ ہو مثال:

میت

حقیقی بہن + حقیقی بہن	باپ شریک بہن + باپ شریک بہن
دو تہائی حصہ 2/3	بقیہ
1-2-1	1
3,3	2-3-1

۶- ذوی الفروض میں تقسیم کرنے کے بعد باقی ماندہ رقم سب ملتی ہے جبکہ باپ شریک

بہن کے ساتھ میت کی بیٹی، پوتی یا پڑپوتی بھی ہو۔مثال:

میت

بیٹی	باپ شریک بہن
آدھا حصہ (½)	بقیہ 1

۷-میت کی وراثت سے کچھ نہیں ملتا جبکہ اس کے ساتھ میت کا باپ، دادا، بیٹا، پوتا یا پڑپوتا موجود ہو مثال:

میت

باپ	حقیقی بہن	باپ شریک بہن	باپ شریک بھائی
کل ترکہ 1	محروم	محروم	محروم

(ب) ماں کے احوال مع امثلہ:

ماں کے کل احوال تین ہیں، جو درج ذیل ہیں:

1-(i) چھٹا حصہ ملے گا جبکہ میت کی ماں کے ساتھ میت کا بیٹا، بیٹی، پوتی، پڑپوتی، پڑپوتا موجود ہو مثال:

میت

ماں	بیٹا
چھٹا حصہ (1/6)	بقیہ
1	5

(ii) میت کی ماں کے ساتھ میت کے دو بہن بھائی ہوں، وہ خواہ حقیقی باپ شریک یا ماں شریک ہوں مثال:

میت

ماں	بہن + بھائی
چھٹا حصہ (1/6)	بقیہ
1	5

3 5-15-10

2-(i) خاوند یا بیوی کا حصہ نکال کر باقی ماندہ ترکہ سے ایک تہائی حصہ ملتا ہے۔ جب شوہر فوت ہو جائے اور اس کے دیگر ورثاء کے علاوہ اس کی زوجہ، باپ، چچا اور ماں موجود ہوں مثال:

میت

بیوی	ماں	باپ	چچا
چوتھا حصہ (1/4)	ایک تہائی حصہ (1/3)	بقیہ 6	محروم
3	3		

(ii) بیوی فوت ہو جانے کی صورت میں اس کے دیگر ورثاء کے علاوہ اس کا شوہر، باپ، چچا اور ماں سب موجود ہوں مثال:

میت

شوہر	ماں	باپ	چچا
آدھا حصہ (½)	ایک تہائی حصہ (1/3)	بقیہ 1	محروم
3	1		

3-کل مال کا ایک تہائی ملتا ہے۔

(i) جب میت کا بیٹا، بیٹی، پوتی / پڑپوتا یا پڑپوتی موجود نہ ہو مثال:

میت

ماں	باپ
ایک تہائی حصہ (1/3)	بقیہ
1	2

(ii) جب میت کے دو یا دو سے زیادہ کسی بھی طرح کے بہن بھائی موجود نہ ہوں مثال:

میت

ماں	بہن	چچا
ایک تہائی حصہ (1/3)	آدھا حصہ (½)	بقیہ 1

(iii) جب شوہر فوت ہوجائے تو اس کے ورثاء کے ساتھ اس کی زوجہ اور باپ/ چچا دونوں میں سے کوئی ایک موجود نہ ہو مثال:

میت

ماں	بہن	چچا
ایک تہائی حصہ (1/3)	چوتھائی حصہ (1/4)	بقیہ 5

(iv) جب زوجہ فوت ہوجائے تو اس کے دوسرے ورثاء کے ساتھ اس کا شوہر اور باپ/ چچا میں سے کوئی موجود نہ ہو مثال:

میت

ماں	شوہر	بھائی
ایک تہائی حصہ (1/3)	نصف حصہ (1/4)	بقیہ
2	3	1

سوال نمبر 4: ترك ثلاث بنات ابن بعضهن أسفل من بعض وثلاث بنات ابن ابن أخر بعضهن أسفل من بعض وثلاث بنات ابن ابن اين أخر بعضهن أسفل من بعض .

(i) عبارت کا ترجمہ لکھیں اور مفہوم بیان کریں؟

(ii) علم میراث کے فنی انداز سے صورت مسئلہ بنا کر حل کریں؟

جواب: (i) ترجمہ عبارت:

جب کسی نے تین پوتیاں اس طرح چھوڑی ہوں کہ بعض بعض سے نیچے ہوں۔ پھر دوسرے بیٹے نے بھی تین پوتیاں چھوڑی ہوں جن میں سے بعض بعض سے نیچے ہوں۔ تیسرے بیٹے کے بیٹے نے بھی تین پوتیاں چھوڑی ہوں

جن میں سے بعض بعض سے نیچے ہوں۔

مفہوم عبارت: اس عبارت میں تین فریقوں کا ذکر ہے۔ اس کی تفصیل قدرے یوں ہے کہ فریق اوّل کی علیا کے مقابلے میں کوئی نہیں ہے، فریق اوّل کے وسطیٰ کے مقابلہ میں فریق ثانی کی علیا ہے اور فریق اوّل کی وسطیٰ کے مقابل فریق ثانی کی وسطیٰ اور فریق ثالث کی علیا ہے۔ فریق ثانی کی سفلیٰ اس کے مقابلہ میں فریق ثالث کی وسطیٰ ہے جبکہ فریق ثالث کی سفلیٰ کا کوئی مقابل موجود نہیں ہے۔

(ii) صورت مسئلہ کی تفصیل:

مندرجہ بالا عبارت کی صورت مسئلہ یوں ہوگی کہ زید کے تین بیٹے تھے: (۱) عمر۔ (۲) بکر۔ (۳) خالد۔ ان تینوں کا زید کی حیات میں انتقال ہوگیا جبکہ تینوں کی اولاد سے تین بیٹیاں ہیں۔ عمر کی ایک بیٹی، ایک پوتی اور ایک پڑپوتی ہے۔ بکر کی ایک پوتی اور ایک پڑپوتی جبکہ ایک سکڑ پوتی موجود تھی۔ خالد کی ایک پڑپوتی، ایک سکڑ پوتی اور ایک لکڑ پوتی موجود تھی۔

جب زید کا انتقال ہوا تو اس نے عمر کی اولاد سے تین پوتیاں چھوڑیں اور ان میں سے بعض، بعض سے نیچے تھیں۔ وہ اس طرح کہ عمر کی اولاد میں تین بیٹیاں موجود تھیں یعنی ایک بیٹی، ایک پوتی اور ایک پڑپوتی۔ زید کی رشتہ میں ایک پوتی، ایک پڑپوتی اور ایک سکڑ پوتی ہے۔ چونکہ پہلی لڑکی پوتی بنتی ہے، اس لیے مصنف کتاب نے یوں بیان کر دیا کہ میت نے تین پوتیاں چھوڑی ہیں، جن میں سے بعض بعض سے نیچے ہیں۔ زید نے تین پڑپوتیاں چھوڑی تھیں، کیونکہ اس کی اولاد سے جو تین لڑکیاں ہیں ان میں سے پہلی اس کی پڑپوتی ہے۔ زید نے سکڑ پوتیاں چھوڑی ہیں، اس لیے کہ بکر کی اولاد میں سے جو تین لڑکیاں تھیں ان میں سے سب سے پہلی اس کی سکڑ پوتی ہے۔ اس طرح یہ کل تین ہوگئے۔

۱- عمر کی اولاد

۲- بکر کی اولاد

۳- خالد کی اولاد

تینوں میں سے ہر فریق کی تین تین بنات ہیں: (۱) علیا۔ (۲) وسطیٰ۔ (۳) سفلیٰ۔ پہلے فریق کی علیا کے مقابل دوسرے اور تیسرے فریق سے کوئی بھی موجود نہیں ہے۔ پہلے فریق کی وسطیٰ کے مقابل میں دوسرے فریق کی وسطیٰ ہے جبکہ تیسرے فریق کی علیا ہے۔ دوسرے فریق کی وسطیٰ کے مقابل تیسرے فریق کی وسطیٰ ہے۔ تیسرے فریق کی وسطیٰ کے مقابل کوئی بھی موجود نہیں ہے۔

سوال نمبر 5: ومحمد رحمه الله تعالى يأخذ الصفة من الأصل حال القسمة عليه والعدد من الفروع كما اذا ترك ابنى بنت بنت بنت وبنت ابن بنت بنت وبنتى بنت ابن بنت ۔

(i) ترجمہ کریں اور مفہوم بیان کریں؟

(ii) صورت مسئلہ بنا کر حل کریں؟

جواب: (i) ترجمہ عبارت:

حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اصول پر تقسیم کرنے کی صورت میں اصل کی صفت تسلیم کرتے ہیں اور فرع کا عدد بھی لیتے ہیں مثلاً جب میت نے نواسی کے دو بیٹوں، نواسی کے بیٹے کی بیٹی کو اور نواسے کی بیٹی کی دو بیٹیوں کو چھوڑا ہو۔

مفہوم عبارت: مندرجہ بالا عبارت کا مفہوم درج ذیل ہے:

میت کی میراث سے حصہ دیتے وقت دو امور کو مدنظر رکھا جاتا ہے:

۱- وہ مرد ہے یا عورت؟

۲- حصہ داروں کی تعداد کتنی ہے؟

حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ میراث (ترکہ) تقسیم کرتے وقت تذکیر و تانیث کو اصل حالت میں رکھتے ہیں مگر اصل میں تعداد فروع کو بھی مدنظر رکھتے ہیں اور اصل کی تعداد کا لحاظ بالکل نہیں کرتے۔

(ii) صورت مسئلہ کی تفصیل:

علم الفرائض کی فنی حیثیت سے صورت مسئلہ یوں ہے کہ میت نے نواسی کی بیٹی کے دو

بیٹے، نواسی کے بیٹے کی بیٹی اور نواسے کی بیٹی کی دو بیٹیاں چھوڑی ہوں۔

حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے کے مطابق ترکہ ابدان فروع کے اعتبار سے تقسیم ہوگا۔ بطن رابع میں دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ لہٰذا دو بیٹے چار بیٹیوں کے قائمقام ہیں۔ اس طرح سات بیٹیاں ہوئیں، جن میں سات حصص تقسیم ہوں گے۔ جن میں سے دو دو بیٹوں کو اور ایک ایک بیٹیوں کو ملیں گے۔

حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ تقسیم وراثت اس طرح ہوگی کہ بطن اوّل میں تین بیٹیاں ہیں، جن میں اختلاف نہیں ہے۔ لہٰذا ان میں تقسیم کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ بطن ثانی میں دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ بیٹا ہونے میں اس کا اعتراف کریں گے مگر اصل میں فروع کی تعداد کو پیش نظر رکھا جائے۔ ایک بیٹی کی اولاد سے دو بیٹے ہیں تو وہ دو بیٹیاں تصور کی جائیں گی۔ دوسری بیٹی کے فروع میں ایک بیٹی ہے، لہٰذا اسے ایک ہی تصور کیا جائے گا۔ بطن ثانی سے تین بیٹیاں ہیں اور لڑکے کے فروع میں دو بیٹیاں ہیں۔ اس طرح ایک بیٹے کو دو بیٹے قرار دیں گے جو چار بیٹیوں کے قائمقام ہوں گے۔ **علی هذا القياس** ساتوں بیٹیاں ہوں گی، پھر انہیں دو حصہ میں تقسیم کیا گیا، ایک بیٹوں کا گروپ جو چار کے قائمقام ہے اور دوسرا گروپ بیٹیوں کا ہے، جو تین کے برابر ہے۔ اس طرح کل مال وراثت کو سات حصوں میں تقسیم کریں گے۔ ان میں سے تین حصے بیٹوں جبکہ چار حصص بیٹیوں کو دیے جائیں گے۔ بیٹے کے چار حصص، بطن ثالث کی بیٹی کو دیے جائیں گے۔ پھر بطن رابع کی دو بیٹیوں کو دیے جائیں۔

سوال نمبر 6: درج ذیل میں سے چار کے احوال لکھیں؟

(۱) زوجه ۔ (۲) خنثى ۔ (۳) مفقود ۔ (۴) مرتد ۔ (۵) حمل ۔ (۶) بنت الابن ۔

جواب: اصطلاحات کی تعریفات:

مندرجہ بالا کے احوال درج ذیل ہیں:

۱-زوجہ کے احوال:

(i) چوتھا حصہ ملتا ہے جبکہ میت نے بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتا اور پڑپوتی میں سے کوئی نہ چھوڑا ہو مثال:

میت

بیوی	بھائی
چوتھا حصہ (1/4)	بقیہ
1	3

(ii) آٹھواں حصہ ملتا ہے جبکہ میت نے بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتا اور پڑپوتی میں سے کوئی نہ چھوڑا ہو مثال:

میت

آٹھواں حصہ (1/8)	بقیہ 7

۲-خنثیٰ کے احوال

خنثیٰ سے مراد وہ انسانی جنس ہے جس میں تذکیر و تانیث دونوں کی علامات موجود ہوں یا دونوں کی علامات نہ ہوں۔ اگر خنثیٰ اگر مرد کی طرح پیشاب کرتا ہو تو اسے مذکر اور اگر عورت کی طرح پیشاب کرتا ہو تو اسے مؤنث قرار دیا جائے گا۔ ہر ایک کو اپنی اپنی حیثیت کے مطابق حصہ دیا جائے گا۔ اگر وہ مرد اور عورت دونوں کی طرح پیشاب کرتا ہو تو اسے مؤنث قرار دیا جائے گا اور مؤنث والا حصہ دیا جائے گا۔ مثال:

میت

شوہر	باپ	خنثیٰ (بھائی)
نصف حصہ (½)	بقیہ	محروم
1	1	-

۳-مفقود کی وراثت:

جب کوئی شخص گم ہو جائے اور اس کی موت یا حیات کا علم نہ ہو سکے تو ذاتی دولت کے اعتبار سے اسے زندہ قرار دیا جائے اور غیر کے مال کے اعتبار سے اسے مردہ قرار دیا جائے گا یعنی اسے دوسرے کے مال سے وراثت نہیں ملے گی، تاہم جب اس کی عمر سات سال کی ہو تو اسے مردہ قرار دیا جائے گا اور اس کی دولت بطور ترکہ ورثاء میں تقسیم کی جائے گی۔

۴-مرتد کی وراثت کا مسئلہ:

جب کوئی شخص اسلام کو چھوڑ کر کفر اختیار کر لے، تو اسے مرتد کہا جاتا ہے۔ وہ کسی مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔ اس کے مرنے پر اس کا وہ مال جو حالت ایمان میں کمایا تھا، سے اس کا قرضہ ادا کیا جائے گا اور باقی ماندہ ورثاء میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ مرتد ہونے کے بعد اس کی کمائی ہوئی دولت سے اس کا قرضہ ادا کرنے کے بعد باقیماندہ دولت غرباء وفقراء میں تقسیم کی جائے گی۔

۵-حمل کی وراثت:

کسی خاتون کے بطن میں ایسا بچہ موجود ہو جو کسی کا وارث ہو سکتا ہو، تو ورثاء کے لیے بہترین صورت یہ ہے کہ تقسیم وراثت کے مسئلہ میں اس کی پیدائش تک انتظار کریں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حمل مذکر ہو سکتا ہے اور مؤنث بھی۔ مذکر و مؤنث کا حصہ وراثت الگ الگ ہے۔ وضع حمل سے قبل اس ترکہ کی تقسیم شرعی نہیں ہو سکتی۔

۶-بنت الابن کے احوال:

بنت الابن کے چھ احوال ہیں، جو درج ذیل ہیں:

1-نصف حصہ ملتا ہے جبکہ پوتی ایک ہو اور میت کا بیٹا و بیٹی نہ ہو۔ مثال:

میت

شوہر	پوتی	چچا
چوتھا حصہ (1/4)	نصف حصہ (½)	بقیہ
1	2	1

2- چھٹا حصہ ملتا ہے بشرطیکہ پوتی ایک ہو یا ایک سے زائد ہوں اور اس کے ساتھ میت کی ایک بیٹی ہو۔ مثال:

میت

بیوی	بیٹی	پوتی + پوتی	چچا
آٹھواں حصہ (1/8)	نصف (½)	چھٹا حصہ (1/6)	بقیہ
3	12	2-4-2	5

3- دو تہائی حصہ ملتا ہے بشرطیکہ پوتیاں دو یا دو سے زائد ہوں اور ان کے ساتھ میت کا بیٹا بیٹی بھی نہ ہو۔ مثال:

میت

بیوی	چچا	پوتی + پوتی
آٹھواں حصہ (1/8)	بقیہ	دو تہائی حصہ (2/3)
3	5	8-6-8

4- ذوی الفرض کو دینے کے بعد جو کچھ بچے وہ سب ملتا ہے بشرطیکہ پوتیوں کے ساتھ میت کی دو بیٹیوں کے علاوہ پوتا یا پڑپوتا بھی ہو۔ مثال:

میت

باپ	بیٹی	پوتی + پوتا
چھٹا حصہ (1/6)	نصف (½)	بقیہ
1	3	2
3	9	4-6-2

5- میت کے ترکہ میں سے کچھ نہیں ملتا بشرطیکہ پوتیوں کے ساتھ میت کی دو بیٹیاں بھی ہوں جبکہ میت کا پوتا یا پڑپوتا نہ ہو۔ مثال:

میت

بیوی	بیٹی + بیٹی	پوتی	چچا
آٹھواں حصہ (1/8)	نصف (2/3)	محروم	بقیہ
3	8-16-8	-	5

6- میت کے ترکہ سے کچھ نہیں ملتا بشرطیکہ میت کا بیٹا موجود ہو۔ مثال:

میت

باپ	پوتی	پوتی	بیٹا
چھٹا حصہ (1/6)	محروم	محروم	بقیہ
1	-	-	5

سوال نمبر 7: درج ذیل میں سے چار صورتوں کی تصحیح کریں؟

(۵) میت
زوجات ۲، جدات ٦، بنات ١٠، اعمام٧

میت
زوجات ۴، بنات ۹، جدات ٦

(۵) میت
زوجہ جدہ ام بنت اخت عینیہ عم

(۵) میت
اب ام بنات ۵

(۵) میت
زوجہ، ام، ابن قاتل، اخت عینیہ ۲، اخت علیه ۲، اخت خیفیه ۲

جواب:

1- میت

زوجات 2	جدات 6	بنات 10	اعمام 7
1/6	1/6	1/3	بقیہ

2-میت

زوجات 4	بنات 9	جدات 6
1/6	1/3	بقیہ

3-میت

زوجہ	جدہ	ام	بنت	اخت عینیہ	عم
1/6	1/6	1/6	1/2	×	بقیہ

4-میت

اب	ام	بنات 5
بقیہ	×	1/5

5-میت

زوجہ	ام	ابن قاتل	اخت عینیہ 2	اخت علیہ 2	اخت خیفیہ 2
1/8	×	کل جائیداد کا وارث	×	×	×

☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باکستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية و الاسلامية "السنة الأولٰی"

الموافق سنة ۱۴۳۵ھ/2014ء

﴿الورقة الثالثة: فقه و اصول فقه﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ: سوال نمبر 1 لازمی ہے باقی ہر حصہ سے دو دو سوال حل کریں۔

سوال نمبر 1: (i) ھدایہ و صاحب ھدایہ پر کم از کم بیس سطروں پر مشتمل تعارفی نوٹ لکھیں؟ (۱۰)

(ii) توضیح و تلویح کا تعارف اس انداز سے کریں کہ مصنِف و مصنَف اور شارح کا بیان آجائے؟ (۱۰)

القسم الاوّل...... فقه

سوال نمبر 2: "یکره لحوم الاتن و البانها و ابوال الابل ـ"

(الف) ابوال الابل کی کراہیت وعدم کراہیت کے بارے میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کا اختلاف مع الدلائل تحریر کریں؟ (۱۰)

(ب) کیا سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا جائز ہے یا نا جائز؟ اپنا مؤقف مع الدلیل تحریر کریں؟ (۵)

(ج) کیا قول فاسق معاملات و دیانات میں قبول کیا جائے گا یا نہیں؟ مع الدلیل تحریر کریں؟ (۵)

سوال نمبر 3: (i) جنایات کا لغوی و شرعی معنی تحریر کریں؟ (۵)

(ii) قتل کی اقسام مع تعریفات سپرد قلم کریں؟ (۱۰)

(iii) قصاص فيما دون النفس کی وضاحت وموجبات لکھیں؟ (۵)

سوال نمبر 4: وان ترك الذابح التسمية عمد افا لذبيحة ميتة لا تؤكل وان تركها ناسيا أكل ۔

(i) مذکورہ عبارت کا ترجمہ وتشریح لکھیں؟ (۵)

(ii) مذکورہ مسائل میں اختلاف آئمہ مع الدلائل تحریر کریں؟ (۱۰)

(iii) ذبائح اور اضحیہ کا لغوی واصطلاحی معنی لکھیں؟ (۵)

القسم الثاني...... اصول الفقه

سوال نمبر 5: درج ذیل میں سے ہر ایک کا لغوی واصطلاحی معنی لکھیں اور ان میں فرق واضح کرتے ہوئے ذیلی اقسام لکھیں:

مصلى، خبر، مجلى، نسخ، استثناء، مسئله، طرد، عكس، الحمل، الاستقراء (۲۰)

سوال نمبر 6: "ثم اعلم انه لا يراد بالاحكام الكل لان الحوادث لاتكاد تتناهى، ولا يجمع احكامها، ولا يراد كل واحد لثبوت لا ادرى، ولا بعض له نسبة معينة بالكل كالنصف او الا اكثر للجهل به، ولا التهيؤ للكل اذا التهيؤ البعيد قد يوجد لغير الفقيه ۔"

(i) عبارت کس کی ہے؟ کس مسئلے کا بیان ہے؟ کل کتنے مذاہب ہیں؟ مذہب مختار کیا ہے؟ (۱۰)

(ii) لا ادری کس نے کہا تھا جس سے استدلال کیا گیا ہے؟ تهيؤ سے کیا مراد ہے؟ (۱۰)

سوال نمبر 7: (i) کیا شے واحد کئی علوم کا موضوع بن سکتی ہے؟ شارح نے اس پر کیا بحث فرمائی ہے؟ تفصیلاً بحث کریں؟ (۱۰)

(ii) برهان کی کتنی قسمیں ہیں؟ تعریف ومثال دیں۔ تطبیق وتمانع کا استعمال کہاں اور کیسے کیا جاتا ہے؟ (۱۰)

درجہ عالیہ (سال اول) برائے طلباء بابت 2014ء

﴿پرچہ سوم: فقہ واصول فقہ﴾

سوال نمبر 1: (الف) هدایه و صاحب هدایه پر کم از کم بیس سطروں پر مشتمل تعارفی نوٹ لکھیں؟

(ب) توضیح و تلویح کا تعارف اس انداز سے کریں کہ مصنِف و مصنَف اور شارح کا بیان آجائے۔؟

جواب: (الف) هدایه و صاحب هدایه کا تعارف:

صاحب ہدایہ کا نام: علی، کنیت: ابوالحسن، باپ کا نام: ابوبکر، دادا کا نام: عبدالجلیل اور نسبت: المرغینانی ہے۔ پورا نام یوں ہوا: "ابوالحسن علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل المرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ" ۵۱۱ھ کو فرغانہ کے مشہور شہر "مرغینان" میں پیدا ہوئے۔ یہ شہر ماوراء النہر میں واقع ہے، جس کے مشرق میں کاشغر اور مغرب کی سمت میں سمرقند واقع ہے۔ علامہ مرغینانی کا شجرہ نسب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ سن شعور کو پہنچتے ہی حصول تعلیم کا آغاز کر دیا اور وقت کے ممتاز فضلاء سے علوم وفنون کی تکمیل کی۔ صاحب ہدایہ کے اساتذہ میں علامہ حسام الدین عمر بن عبدالعزیز، مفتی ثقلین نجم الدین ابوحفص عمر نسفی، علامہ ضیاء الدین محمد بن حسین، علامہ ابوعثمان عمرو بیکندی اور علامہ احمد بن عبدالرشید بخاری رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ شامل ہیں۔ آپ تاحیات درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مصروف رہے۔ علوم عقلیہ ونقلیہ بالخصوص فقہ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ علامہ محمود بن احمد، امام قاضی خاں، علامہ ظہیر الدین بن محمد اور علامہ ابونصر احمد بن مہدی وغیرہ فقہاء آپ کے ہمعصر تھے۔ آپ نے تدریس کے نتیجہ میں ایک طرف کثیر تعداد میں مفسرین، محدثین اور فقہاء کی شکل میں یادگار ممتاز فضلاء چھوڑے اور دوسری طرف کثیر تعداد میں تصانیف چھوڑی ہیں۔ آپ کی چند مشہور تصانیف کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) بدوية المبتدي۔ (۲) كفاية المنتهي۔ (۳) هداية المتقي۔ (۴) التجنيس والمزيد (۵) مناسک حج۔ (۶) مختارات النوازل۔ (۷) نشر المذهب۔ (۸) كتاب الفرائض (۹) الهدايه۔

آپ تا حیات علوم وفنون کی تدریس اور تصنیف میں مشغول رہے۔ بالآخر ۵۹۳ھ میں وصال فرمایا۔

خصوصیات ہدایہ:

علامہ مرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مایہ ناز کتاب "فقہ حنفی" کا عظیم اور بے مثال خزانہ ہے جس نے مصنف کو ہمیشہ کے لیے زندہ رکھا ہے۔ اس لازوال تصنیف لطیف کی چند ایک خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱- ہدایہ کو فقہ حنفی کا عظیم خزینہ اور اولین ماخذ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

۲- اس کی افادیت واہمیت کے پیش نظر مختلف زبانوں میں اس کے تراجم، حواشی اور شروحات لکھی جا چکی ہیں۔

۳- اس کے زمانہ تصنیف سے لے کر تا عصر حاضر محققین، اساتذہ اور طلباء اس سے استفادہ کرتے چلے آرہے ہیں۔

۴- ہدایہ کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ ابتداء مصنف نے اسے اسی جلدوں میں مکمل کیا تھا۔ پھر اس کی تلخیص چار جلدوں میں کی، جو ہدایہ اولین اور ہدایہ آخیرین کے نام سے مشہور ہیں۔

۵- زمانہ تصنیف سے لے کر تا دور حاضر "ہدایہ" نامی کتاب دینی مدارس اور یونیورسٹیوں کے نصاب کی زینت بنی ہوئی ہے۔

۶- یہ کتاب فقہ حنفی کا وہ سرمایہ ہے جس میں زندگی بھر کے تمام مسائل مع عقلی ونقلی دلائل کے موجود ہیں۔

۱- مصنف تنقیح وتوضیح کا تعارف

تنقیح اور توضیح الگ الگ دو کتب ہیں، تنقیح اصل کتاب ہے جبکہ توضیح اس کی شرح

ہے۔ دونوں کتب کے مصنف علامہ صدر الشریعہ الاصغر عبید اللہ بن مسعود رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ انہوں نے ابتدائی عمر میں حصول علوم اسلامیہ کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ انہوں نے ممتاز فقہاء اور شیوخ سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل کی۔ آپ کے علمی جلالت واستحکام کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ ایک دفعہ علامہ قطب رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کسی اہم مسئلہ پر آپ سے مباحثہ کرنے کا قصد کیا تو علامہ مبارک علی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مشورہ پر ان سے مباحثہ نہ کیا۔ اس بات سے ان کے علمی مقام کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

آپ تا حیات تدریس وتصنیف میں مشغول رہے۔ بالآخر ۶۸۰ھ میں وصال کیا۔ شارع آباد میں اپنے آبائی قبرستان میں مدفون ہوئے۔ آپ سے کثیر تصانیف یادگار ہیں، جن میں زیادہ مشہور تنقیح وتوضیح ہے۔

اصول فقہ میں آپ کی یہ تصنیف حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے۔ ان کتب کی افادیت و اہمیت کے باعث ان کے حواشی اور شروحات لکھی گئی ہیں۔

۲- تلویح اور صاحب تلویح کا تعارف

علامہ سعد الدین مسعود تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ "تلویح" کے مصنف ہیں اور یہ کتاب اصول فقہ کی مشہور کتاب توضیح کی شرح ہے جبکہ توضیح "تنقیح" کی شرح ہے۔ علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ ۷۲۲ھ میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں انتہائی درجہ کے غبی تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں بے مثل ذہانت وفطانت سے نوازا۔ آپ نے اپنے وقت کے ممتاز فقہاء وفضلاء سے علوم وفنون کی تحصیل فرمائی جن میں علامہ عضد اور علامہ قطب رازی رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ شامل ہیں۔ آپ تا حیات تدریس میں مشغول رہے۔ تدریس کے نتیجہ میں آپ سے بے شمار لوگوں نے استفادہ کیا۔ آپ کے مشہور تلامذہ میں سے چند ایک کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

علامہ شمس الدین محمد بن احمد خصومی، علامہ عبد الواقع بن خضر، علامہ برہان الدین حیدر بن احمد اور علامہ جلال الدین یوسف وغیرہ۔

آپ نے ۷۹۲ھ میں وصال فرمایا۔

آپ کی یادگار اور مشہور تصانیف میں سے ایک ''تلویح'' ہے۔ آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ اور اصول حدیث وغیرہ میں کتب تصنیف فرمائی ہیں لیکن سب سے زیادہ شہرت ''تلویح'' کو حاصل ہوئی۔ یہ کتاب اپنی فنی اہمیت کے باعث مدارس دینیہ کے نصاب میں شامل ہے۔

قسم اوّل: فقہ

سوال نمبر2: ''یکرہ لحوم الاتن والبانها وابوال الابل''۔

(الف) ابوال الابل کی کراہیت وعدم کراہیت کے بارے میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کا اختلاف مع الدلائل تحریر کریں؟

(ب) کیا سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا جائز ہے یا ناجائز؟ اپنا موقف مع الدلیل تحریر کریں؟

(ج) کیا قول فاسق معاملات ودیانات میں قبول کیا جائے گا یا نہیں؟ مع الدلیل تحریر کریں؟

جواب: (الف) ابوال الابل کی کراہت وعدم کراہت میں مذاہب آئمہ:

تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ غیر ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب پلید ہے اور اہل ظاہر اسے پاک قرار دیتے ہیں۔ تاہم ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب کے بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب بھی دیگر جانوروں کی طرح پلید ہے۔ ان کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

اول: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''ویحرم علیهم الخبائث''۔ یعنی مسلمانوں پر خبیث اشیاء حرام قرار دی گئی ہیں۔ خبیث ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس سے طبیعت نفرت کرتی ہے۔ یہ ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب کو بھی شامل ہے۔

ثانی: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اتقوا البول فانه اوّل ما یحاسب به العبد فی القبر۔ تم پیشاب سے احتراز کرو، کیونکہ قبر میں سب سے پہلے اس بارے میں پوچھا جائے گا۔

ثالث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: استنزهوا عن البول فان عامة عذاب القبر منه۔ تم پیشاب سے بچو، کیونکہ عموماً یہ عذاب قبر کا سبب بنتا ہے۔

۲- صاحبین اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ پیشاب پاک ہے۔ اس بارے میں ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

اول: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے: ان فی ابوال الابل شفاء لذروة بطونهم۔ تمہارے اونٹوں کے پیشاب میں پیٹ کے امراض کا علاج ہے۔

ثانی: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اشربوا من البانها وابوالها''۔ تم جانوروں کا دودھ اور پیشاب نوش کرو۔''

ثالث: حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: لاباس ببول ما اکل لحمه۔ ''یعنی ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ کی طرف سے صاحبین اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

۱- یہ احادیث مبارکہ منسوخ ہیں۔

۲- یہ روایات ''الا ما اضطررتم الیه'' پر محمول ہیں۔

(ب) سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کی ممانعت:

جس طرح مرد کے لیے سونا حرام ہے، اسی طرح سونے اور چاندی کے برتنوں کو کھانے پینے کے لیے استعمال کرنا بھی حرام ہے۔ ہمارے اس موقف کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱- ایک دفعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے چاندی کے برتن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشروب پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

۲- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انما یجرجر فی بطنه نار جهنم." بیشک وہ اپنے شکم میں آگ بھرتا ہے۔"

۳- سونے اور چاندی کے برتن میں کھانے پینے کی حرمت وممانعت پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ ان کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس بات سے منع کر دیا تھا کہ ہم سونے اور چاندی کے برتن میں کھائیں یا پئیں۔

(ج) قول فاسق کا حکم:

فاسق اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کا عمل شریعت کے خلاف ہو مثلاً وہ کبائر کا مرتکب ہوتا ہو۔ اس کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

اول: فاسق تغابی: ایسا فاسق ہے، جو کبائر سے احتراز کرتا ہے مگر کبھی کبھار ان کا ارتکاب کر لیتا ہے۔

ثانی: فاسق الهام: وہ شخص ہے، جو نتائج اور انجام کی پرواہ کیے بغیر مسلسل کبائر کا ارتکاب کرتا ہے۔

ثالث: فاسق جحود: وہ شخص ہے، جو کبائر کو جائز تصور کر کے ان کا ارتکاب کرتا ہے۔ ایسا شخص ایمان سے فارغ ہو کر کفر میں داخل ہو جاتا ہے۔

معاملات اور دیانات میں فاسق کا قول ہرگز قابل قبول نہیں ہوسکتا۔ البتہ کسی ضرورت شدیدہ کے تحت تسلیم کیا جا سکتا ہے جس کے انکار کی وجہ سے معاشرہ میں بگاڑ پیدا ہوسکتا ہو اور اضطراری حالت میں احکام میں گنجائش پیدا کرنا جائز ہے۔ مثلاً ضرورت اور مجبوری کی بنا پر لقمہ حرام کھانا جائز ہے لیکن عام حالت میں حرام ہے۔

سوال نمبر 3: (الف) جنایات کا لغوی وشرعی معنی تحریر کریں؟

(ب) قتل کی اقسام مع تعریفات سپرد قلم کریں؟

(ج) قصاص فیما دون النفس کی وضاحت وموجبات لکھیں؟

جواب: (الف) جنایات کا لغوی وشرعی معنیٰ:

لفظ "جنایات" جنایۃ کی جمع ہے، اس کا لغوی معنیٰ ہے: نافرمانی کرنا، برائی کرنا۔ اس کا شرعی معنیٰ ہے: ایسے فعل کا ارتکاب کرنا جو (شرعی طور پر) حرام ہو۔ اس کا تعلق اعضاء سے ہو یا نفوس سے۔ مثلاً کسی شخص کو اعضاء سے محروم کر دینا یا جان سے۔

(ب) اقسام قتل اور ان کا حکم:

قتل کی پانچ اقسام ہیں، ان کی تعریفات اور حکم درج ذیل ہے:

۱- قتل عمد: کسی تیز دھار آلہ مثلاً چھری اور چاقو وغیرہ سے کسی کو قتل کر دینا۔

حکم: یہ قتل بہت بڑا جرم ہے اور بہت بڑا گناہ ہے۔ بلکہ کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے۔ چنانچہ قرآن میں اس کی وعید یوں بیان کی گئی ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا (القرآن)

جو شخص کسی مسلمان کو عمداً قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔"

۲- قتل شبہ عمد: ایسا قتل ہے جس میں لاٹھی، کوڑا، پتھر یا ہاتھ استعمال کیا جائے۔

حکم: ایسے قتل کا مرتکب بھی نہایت گناہگار ہے، اس پر کفارہ واجب ہے۔ یعنی ایک غلام آزاد کرنا یا دو ماہ کے روزے رکھنا۔ علاوہ ازیں عصبہ پر دیت مغلظہ واجب ہوتی ہے۔ وہ ایک سو اونٹ ہے، جو تین سال کی مدت میں ادا کیے جائیں گے۔ قاتل میراث سے محروم بھی رہے گا۔

۳- قتل خطاء: قاتل کے گمان میں غلطی ہوئی کہ اس نے شکار کو نشانہ بنایا لیکن انسان زد میں آ گیا یا اس کا ارادہ مرتد کے قتل کا تھا لیکن مسلم نشانہ کا شکار ہو گیا۔

حکم: اس قتل میں قاتل پر کفارہ واجب ہوتا ہے اور عصبہ (خاندان) پر دیت واجب ہوتی ہے، جو تین سال میں ادا کریں گے۔ قاتل میراث سے محروم رہے گا۔

۴- قائمقام خطاء: جو شخص سوتے میں کسی پر گر گیا اور وہ ہلاک ہو گیا یا چھت سے کسی پر گرا اور وہ مر گیا۔

حکم: اس کا حکم بھی "قتل خطاء" والا ہے۔

۵- قتل بالسبب: جب کسی شخص نے دوسرے کی زمین میں کنواں کھودا یا پتھر رکھ دیا یا راستہ میں لکڑی رکھ دی تو کوئی شخص کنویں میں گرا یا پتھر وغیرہ سے ٹکرا کر ہلاک ہو گیا۔

حکم: اس صورت میں قاتل کے عصبہ پر دیت واجب ہوگی اور قاتل پر کفارہ وغیرہ لازم نہیں ہوگا۔

(ج) "قصاص فیمادون النفس" کی وضاحت:

نفس سے کم (جان کو ضائع کرنے کے علاوہ) قصاص سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص نے قتل کے علاوہ کوئی نقصان پہنچایا ہو، اس کی مناسبت سے اس سے بدلہ لیا جائے گا، مثلاً کسی کی آنکھ پھوڑ ڈالی جس سے اس کی بینائی ختم ہو گئی یا کسی کی ناک کاٹ ڈالی یا دانت توڑ ڈالا یا ہاتھ کاٹ دیا یا انگلی توڑ دی۔ گویا کسی بھی عضو کو ضائع کرنے سے قصاص ضرور لیا جائے گا مگر قصاص میں دیانتداری کو مدنظر رکھا جائے گا۔

احناف کے نزدیک کسی کے قتل یا عضو کاٹنے کے علاوہ قصاص نہیں لیا جائے گا یعنی زخمی کرنے سے قصاص واجب نہیں ہوگا۔ دانت کے علاوہ کوئی ہڈی توڑنے میں بھی قصاص نہیں ہے۔ اس بارے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: "ہڈی میں قصاص نہیں ہے۔"

سوال نمبر 4: وان ترک الذابح التسمیة عمدا فالذبیحة میتة لا تؤکل وان ترکھا ناسیا أکل ۔

(الف) مذکورہ عبارت کا ترجمہ وتشریح لکھیں؟

(ب) مذکورہ مسائل میں اختلاف آئمہ مع الدلائل تحریر کریں؟

(ج) ذبائح اور اضحیہ کا لغوی واصطلاحی معنی لکھیں؟

جواب: (الف) ترجمہ عبارت:

اور اگر ذبح کرنے والے نے عمداً بسم اللہ پڑھنا چھوڑ دی تو ذبح شدہ جانور حرام تصور

کیا جائے گا جو کھایا نہیں جائے گا اور اگر کسی نے بھول کر تسمیہ ترک کر دی تو وہ جانور (گوشت) کھایا جائے گا۔

تشریح: صاحب ہدایہ نے اس عبارت میں ذبح سے متعلق دو مسائل بیان کیے ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

اول: جب ذابح کوئی جانور ذبح کرتے وقت عمداً (جان بوجھ کر) بسم اللہ نہ پڑھے اور جانور ذبح کر ڈالے تو ذبح شدہ جانور حرام قرار پائے گا اور اس کا کھانا منع (حرام) ہے۔ اس جانور کا گوشت پرندوں وغیرہ کو کھلا دیا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھنا، ذبح کا رکن اعظم تھا، جو اس نے عمداً ترک کر دیا۔

ثانی: جب کسی جانور کو ذبح کرتے وقت قصداً نہیں بلکہ بھول کر بسم اللہ پڑھنا چھوٹ گئی اور جانور ذبح کر دیا گیا، تو وہ حرام نہیں ہوگا۔ وہ جانور (گوشت) کھایا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں ذبح کا رکن اعظم (تسمیہ) قصداً نہیں چھوٹا اور بھول کر اس کا رہ جانا پڑھنے کے حکم میں ہے۔

(ب) مذکورہ مسائل میں مذاہب آئمہ:

مندرجہ بالا مسائل میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف بالتفصیل صاحب ہدایہ نے بیان کیا ہے کہ اگر کسی جانور کو ذبح کے وقت تسمیہ قصداً چھوڑ دی گئی تو ذبح شدہ جانور حرام ہوگا اور اس کا کھانا جائز نہیں ہوگا۔ آپ کی دلیل وہ مشہور حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان کے دل میں تسمیہ موجود ہے۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ جانور کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ نہ پڑھی خواہ عمداً نہ پڑھی یا بھول کر نہ پڑھی، تو وہ جانور حرام قرار پائے گا اور اس کا گوشت کھانا بھی حرام ہے، کیونکہ ذبح کا رکن اعظم فوت ہو گیا ہے۔ انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر جانور ذبح کیا کرو۔

(ج) ''ذبائح'' اور ''اضحیہ'' کا لغوی واصطلاحی معنیٰ:

ا- ذبائح: لفظ ''ذبائح'' ذبح کی جمع ہے۔ اس کا لغوی معنیٰ ہے: ختم کرنا، کاٹنا۔ اس کا شرعی یا اصطلاحی معنیٰ ہے: بسم اللہ پڑھ کر کسی جانور کے حلقوم کو تیز دھار آلہ کے ساتھ اس طرح کاٹ دینا جس سے کم از کم حلقوم کی چار رگیں کٹ جائیں۔ ایسا جانور حلال قرار پائے گا اور اس کا کھانا بھی حلال ہوگا۔

۲- اضحیہ: لفظ ''اضحیۃ'' دراصل ''اضحویۃ'' تھا۔ واؤ اور یاء دونوں ایک کلمہ میں جمع ہوئیں، واؤ کو یاء سے تبدیل کیا اور یاء کو یاء میں ادغام کیا تو ''اضحیۃ'' ہوگیا اور اس کی جمع ''اضاحی'' ہے۔ اس کا لغوی معنیٰ ہے: الگ کرنا، کاٹنا۔ اس کا اصطلاحی وشرعی معنیٰ ہے: مخصوص جانور کو مخصوص دنوں میں مخصوص طریقہ کے مطابق ذبح کرنا۔

قسم ثانی: اصول فقہ

سوال نمبر 5: درج ذیل میں سے ہر ایک کا لغوی واصطلاحی معنیٰ لکھیں اور ان میں فرق واضح کرتے ہوئے ذیلی اقسام لکھیں:

(۱) مصلی۔ (۲) خبر۔ (۳) مجلی۔ (۴) نسخ۔ (۵) استثناء۔ (۶) مسئلہ۔ (۷) طرد۔ (۸) عکس۔ (۹) الحمل۔ (۱۰) الاستقرار۔

جواب: اصطلاحات کے مفاہیم اور ان کی ذیلی اقسام:

۱- مصلی: صیغہ واحد مذکر اسم فاعل ثلاثی مزید فیہ: اس کا لغوی معنی ہے: دعا کرنے والا۔ اس کا اصطلاحی معنیٰ ہے: حصول طہارت کے بعد تمام شرائط وفرائض کے ساتھ عبادت وریاضت کرنے والا۔ وہ عبادت فرض ہوسکتی ہے، واجب بھی اور نوافل بھی۔

۲- خبر: لغوی معنیٰ اطلاع دینا ہے اور اصطلاحی معنیٰ ہے: کسی مسئلہ کی وضاحت کرنا ہے۔ اس کا اطلاق حدیث نبوی پر بھی ہوتا ہے۔

۳- مجلی: صیغہ واحد مذکر اسم فاعل ثلاثی مزید فیہ۔ لغوی معنیٰ ہے: کھولنے والا۔ شرعی معنیٰ ہے: کسی مسئلہ کی توضیح وتشریح کرنے والا۔

۴- نسخ: یہ ثلاثی مجرد کا مصدر ہے، جس کا لغوی معنیٰ ہے: ختم کرنا اور شرعی معنیٰ ہے: ایک حکم کو ختم کر کے اس کی جگہ دوسرا حکم نافذ کرنا۔

۵- استثناء: یہ باب استفعال ثلاثی مزید فیہ کا مصدر ہے، جس کا لغوی معنیٰ علیحدہ کرنا، الگ کرنا۔ اصطلاح میں اس سے مراد ایسا کلام ہے، جو دو حکموں پر مشتمل ہو۔ کلام کے پہلے حصے کا حکم الگ اور استثناء کے بعد والے حصہ کا حکم الگ ہو۔

۶- مسئلہ: اس کا لغوی معنیٰ دریافت کرنا، پوچھنا ہے اور اصطلاحی معنیٰ ہے کسی شرعی حکم کو دلیل سے ثابت کرنا۔

۷- طرد: اس کا لغوی معنیٰ ہے: زیادہ واقع ہونا۔ شرعی معنیٰ ہے: حد سچی ہونے کی بنا پر محدود کا بھی سچا ہونا۔

۸- عکس: اس کا لغوی معنیٰ ہے: الٹ۔ اس کا اصطلاحی معنیٰ ہے: حد کے منتفی ہونے پر محدود کا بھی منتفی ہونا۔

۹- الحمل: یہ مصدر ہے، جس کا لغوی معنیٰ ہے: اٹھانا۔ اصطلاحی وشرعی معنیٰ ہے: وہ بچہ جو ابھی شکم مادر میں موجود ہو۔

۱۰- الاستقراء: یہ ثلاثی مزید فیہ باب استفعال کا مصدر ہے، جس کا لغوی معنیٰ ہے ٹھہرنا ہے۔ اصطلاحی معنیٰ ہے: شوہر کے نطفہ کا زوجہ کے رحم میں قرار پکڑنا۔

سوال نمبر 6: ''ثم اعلم انه لایراد بالاحکام الکل لان الحوادث لاتکاد تتناهی، ولا یجمع احکامها، ولا یراد کل واحد لثبوت لا ادری، ولا بعض له نسبة معینة بالکل کالنصف او الا اکثر للجهل به، ولا التهیؤ للکل اذا التهیؤ البعید قد یوجد لغیر الفقیه۔''

(الف) عبارت کس کی ہے؟ کس مسئلے کا بیان ہے؟ کل کتنے مذاہب ہیں۔ مذہب مختار کیا ہے؟

(ب) لا ادری کس نے کہا: تھا جس سے استدلال کیا گیا ہے؟ تہیؤ سے کیا مراد ہے؟

جواب: (الف) عبارت کی نشاندہی:

یہ عبارت تنقیح اور توضیح کے مصنف علامہ عبید اللہ بن مسعود رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہے۔

عبارت مذکورہ کا موضوع: علامہ عبید اللہ بن مسعود رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''توضیح'' میں فقہ کی تعریف کے ضمن میں لفظ ''احکام'' کا اضافہ کیا تھا، اب اس عبارت میں اس لفظ کے اضافہ کی وجہ اور اس کا مفہوم متعین فرما رہے ہیں۔

مذاہب کی تعداد: فقہ کی تعریف کے ضمن میں مصنف نے تین مذاہب کا ذکر کر کے ان کا رد بلیغ کیا تھا، وہ تین مذاہب درج ذیل ہیں:

اول: معتزلہ

دوم: اشاعرہ

سوم: امام رازی

مذہب مختار: مصنف موصوف نے تین مذاہب بیان کرنے کے بعد ان کا ردّ کیا۔ پھر اس کے بعد اہل سنت کے مذہب کو، مذہب مختار قرار دیا ہے۔

جواب: (ب) لَا اَدْرِیْ کس نے کہا

ایک دفعہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں چالیس احکام (مسائل) پیش کیے گئے تھے، جن میں سے چار کا آپ نے جواب دیا۔ پھر چھتیس (36) کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا: لا ادری (یعنی میں نہیں جانتا)

تهیؤ کا مفہوم: معروف سکالر علامہ میر سید شریف علی جرجانی رحمہ اللہ تعالیٰ ''تهیؤ'' کی تعریف بایں الفاظ کرتے ہیں:

وهو كون الشخص بحيث يعلم بالاجتهاد وحكم كل واحد من الحوادث.

''کسی آدمی کا اس اعتبار پر ہونا کہ پیش آنے والے حوادثات کا حل اپنے اجتہاد کی بنا پر نکال سکے۔''

سوال نمبر 7: (الف) کیا شے واحد کئی علوم کا موضوع بن سکتی ہے؟ شارح نے اس پر کیا بحث فرمائی ہے؟ تفصیلاً بحث کریں۔

(ب) برھان کی کتنی قسمیں ہیں؟ تعریف ومثال دیں۔ تطبیق وتمانع کا استعمال کہاں اور کیسے کیا جاتا ہے؟

جواب: (الف) شیء واحد کا دو علوم کا موضوع ہونا:

احکام کے عوارض کے ضمن میں مصنف نے ایک علمی بحث کا آغاز کیا ہے۔ وہ بحث یہ ہے کہ کیا شیئ واحد دو مختلف علوم کا موضوع ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں جمہور کا مؤقف یہ ہے کہ ایک شیء دو مختلف علوم کا موضوع نہیں بن سکتی' کیونکہ اس سے اجتماع ضدین لازم آئے گا اور اجتماع ضدین محال ہے۔ مصنف موصوف کا نقطہ نظر جمہور کے مؤقف کے خلاف ہے، وہ ان کا رد کر کے واضح کرنا چاہتے ہیں کہ شیء واحد دو علوم کا موضوع بن سکتے ہے۔ جن لوگوں کا نقطہ نظر اس کے منافی ہے، وہ غلط ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیء واحد کے مختلف مقاصد واغراض ہو سکتی ہیں۔ اس طرح ہر علم کے عوارض کی بحث الگ الگ ہوگی۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ شیء واحد دو علوم کا موضوع بن سکتی ہے۔

جواب: (ب) تعریف برہان:

وہ قیاس ہے' جو قضائے یقینیہ سے مرکب ہو خواہ بدیہیہ ہوں یا نظریہ ہوں جو بدیہیہ پر منتہی ہو سکتے ہوں۔ بدیہات چھ اشیاء ہیں، جو یہ ہیں:

(۱) اولیات۔ (۲) فطریات۔ (۳) حدسیات۔ (۴) مشاہدات۔ (۵) تجربات۔ (۶) متواترات۔

اقسام برہان: اقسام برہان دو ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱- **برہان لمی:** وہ برہان ہے جس میں حد اوسط ذہن اور خارج میں حکم کے لیے علت بنے مثلاً زید متعفن الاخلاط و كل متعفن الاخلاط محموم، اس کا نتیجہ آئے ہو گا: زید محموم۔

۲- برہان انی: وہ برہان ہے جس میں حد اوسط ذہن میں حکم کے لیے علت بن سکتی ہو اور خارج میں نہ بن سکتی ہو مثلاً زید محموم و کل محموم متعفن الاخلاط تو نتیجہ آئے ہوگا: زید متعفن الاخلاط۔

تطبیق و تمانع کی وضاحت:

تطبیق: جب دو دلائل میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہو۔ ان میں ایسی صورت پیدا کرنا کہ وہ تعارض باقی نہ رہے مثلاً ارشاد خداوندی ہے: "فاقرء وا ما تیسر من القرآن، قرآن سے جو تمہیں آسان معلوم ہو (زبانی یاد ہو) وہ پڑھو۔" حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے: لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب (یعنی سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی) قرآن کا حکم عام ہے اور حدیث کا حکم خاص ہے۔ دونوں سے تعارض اس طرح ختم کیا جائے گا کہ نماز میں مطلق قرآن کا پڑھنا فرض ہے اور سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔

تمانع: مخالف نے حکم کی جو علت بیان کی ہو، اس کی علت سے اس طرح منع کرنا کہ معلل کہے کہ میرے حکم کی علت یہ ہو سکتی ہے۔ اس کے برعکس سائل یوں کہہ دے کہ اس حکم کی علت یہ نہیں جو آپ نے بیان کی ہے یا یوں کہے کہ یہی علت فلاں جگہ موجود ہے مگر حکم نہیں پایا جا رہا۔

☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باکستان

شهادة العالمیة فی العلوم العربیة و الاسلامیة "السنة الأولیٰ"

الموافق سنة ۱۴۳۵ھ/2014ء

﴿الورقة الرابعة: اصول الحدیث واصول التحقیق﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات — مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ: پہلا سوال لازمی ہے باقی دونوں قسموں سے دو، دو سوال حل کریں۔

القسم الاوّل...... اصول الحدیث

سوال نمبر 1: (الف) مدلس کے لغوی معنیٰ، خبر مدلس کی تعریف، وجہ تسمیہ اور حکم بیان کریں؟ (۱۵)

(ب) خفی اور خبر مدلس میں فرق واضح کریں؟ (۵)

سوال نمبر 2: خبر معلق کی تعریف اور اس کی چار صورتیں بیان کریں؟ (۱۵)

سوال نمبر 3: مسند کی لغوی اور اصطلاحی تعریف اور تعریف کے فوائد قیود تحریر کریں؟ (۱۵)

سوال نمبر 4: صحابی، تابعی اور مخضرم کی تعریف کریں؟ نیز ابن حجر کے نزدیک وہ کون سی واحد صورت ہے جس کے تحت مخضرم کو صحابہ کرام میں شمار کیا جا سکتا ہے؟ (۱۵)

القسم الثانی...... اصول التحقیق

سوال نمبر 5: (۱) علمی بحث و تحقیق کے مناہج پر نوٹ تحریر کریں؟ (۱۵)

(۲) معیار کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام بیان کریں؟ (۱۰)

سوال نمبر 6: (الف) لائبریری میں حاصل شدہ سہولیات پر نوٹ تحریر کریں؟ (۱۰)

(ب) آپ لائبریری میں کتاب کیسے تلاش کر سکتے ہیں؟ تفصیلاً بیان کریں؟ (۱۰)
(ج) کم از کم پانچ لائبریریوں کے نام مع مقامات تحریر کریں؟ (۵)

سوال نمبر 7: (الف) کتابوں کی ترتیب اور اصناف بندی کے نظام کو تفصیلاً بیان کریں؟ (۱۵)

(ب) عربی واسلامی تحقیق کے جدید ذرائع مختصراً بیان کریں؟ (۱۰)

☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال اول) برائے طلباء بابت 2014ء

پرچہ چہارم: اصولِ الحدیث والتحقیق

القسم الاول...... اصول الحدیث

سوال نمبر 1: (الف) مدلس کے لغوی معنیٰ، خبر مدلس کی تعریف، وجہ تسمیہ اور حکم بیان کریں؟

(ب) خفی اور خبر مدلس میں فرق واضح کریں؟

جواب: (الف) مدلس کا لغوی معنیٰ:

لفظ ''مدلس'' ثلاثی مزید فیہ، باب تفعیل سے، واحد مذکر اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ اس کا لغوی معنیٰ ہے: کسی چیز کے عیب کو مشتری کی نظر سے پوشیدہ رکھنا۔

خبر مدلس کی تعریف: کسی روایت کے سلسلہ سند میں راوی اپنے اوپر کا راوی چھوڑ دے اور اس کے اوپر کے راوی سے روایت بیان کر دے۔ اس عمل کو ''تدلیس''، ایسا کرنے والے کو مدلّس اور جس روایت میں ایسا ہوا ہو، اسے مدلَّس کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ اور حکم: روایت کا راوی اپنے اوپر سے راوی کو فارغ کر کے اس سے اوپر والے راوی کے حوالے سے روایت کو نقل کر دیتا ہے۔

تدلیس ایک معیوب اور قابل نفرت عمل ہے مگر متروک من السند راوی اگر نابالغ، عدم شہرت اور عدم جاہ وجلال والا ہو تو معیوب نہیں تصور کیا جائے گا بلکہ خوب تر ہوگا۔

(ب) خفی اور خبر مدلس میں فرق:

خفی اور مدلس کی صورت درج ذیل ہے:

خفی: اس سے مراد وہ روایت ہے جس کی سند سے الفاظ حذف شدہ ہوں۔ اسے ماہر

فن اور اسناد کی علل میں مہارت تامہ رکھنے والے لوگ معلوم کر سکتے ہیں۔

مدلس: اس سے مراد وہ روایت ہے: راوی اس کے سلسلہ سند میں اپنے اوپر والے راوی کو حذف کر کے اس سے اوپر والے راوی کے حوالے سے روایت بیان کرے۔ دونوں کی تعریفوں سے دونوں میں فرق عیاں ہے۔

سوال نمبر 2: خبر معلق کی تعریف اور اس کی چار صورتیں بیان کریں؟

جواب: خبر معلق کی تعریف:

معلق کا لغوی معنیٰ ہے: لٹکانا۔ اس کی اصطلاحی تعریف یوں کی جاتی ہے: وہ حدیث ہے جس کی سند کے آغاز سے ایک یا زیادہ راوی مسلسل حذف کیے گئے ہوں۔

خبر معلق کی صورتیں:

خبر معلق کی چار صورتیں ہیں جو درج ذیل ہیں:

اول: روایت کی پوری سند کو حذف کر دینا اور یوں کہنا: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا و کذا۔

دوم: روایت کی سند حذف کی جائے صرف تابعی یا صحابی کے حوالے سے روایت بیان کی جائے۔

سوم: حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یوں نقل فرماتے ہیں: وقال ابو موسی غَطّی النبی صلی اللہ علیہ وسلم رکبتیہ حین دخل عثمان۔

چہارم: وہ روایت ہے جس کے سلسلہ کے آغاز سے کسی راوی کو حذف کیا جائے۔

سوال نمبر 3: مسند کی لغوی اور اصطلاحی تعریف اور تعریف کے فوائد قیود تحریر کریں؟

جواب: مسند کا لغوی واصطلاحی معنیٰ:

''مسند'' ثلاثی مزید فیہ باب افعال سے اسم مفعول واحد مذکر کا صیغہ ہے۔ اس کا لغوی معنیٰ ہے: بیان کرنا، نسبت کرنا، منسوب کرنا۔ اس کا شرعی اور اصطلاحی مطلب ہے: وہ روایت ہے جس کا سلسلہ سند حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل ہو۔

قیود کے فوائد: راوی، روایت براہ راست حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتا ہے جبکہ درمیان سے تابعی اور صحابی کو ترک کر دیتا ہے۔

سوال نمبر 4: صحابی، تابعی اور مخضرم کی تعریف کریں نیز ابن حجر کے نزدیک وہ کون سی واحد صورت ہے، جس کے تحت مخضرم کو صحابہ کرام میں شمار کیا جاسکتا ہے؟

جواب: صحابی، تابعی اور مخضرم کی تعریفات:

۱- صحابی: وہ آدمی ہے جس نے ایمان کی حالت میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھنے کا شرف حاصل کیا ہو اور حالت ایمان میں وہ دنیا سے رخصت ہوا ہو جیسے: حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی اور حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

۲- تابعی: وہ آدمی ہے جس نے حالت ایمان میں صحابی کی مجلس کو پایا ہو اور حالت ایمان میں وہ دنیا سے رخصت ہوا ہو مثلاً حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۳- مخضرم: وہ آدمی ہے جس نے زمانہ جاہلیت پایا ہو پھر اعلان نبوت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس صحبت میں بیٹھنے کا اعزاز حاصل کیا ہو اور ایمان کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوا ہو جیسے: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ۔

القسم الثانی ...... اصول التحقیق

سوال نمبر 5: (الف) علمی بحث وتحقیق کے مناہج پر نوٹ تحریر کریں؟

(ب) معیار کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام بیان کریں؟

جواب: (الف) علمی بحث اور تحقیق کے مناہج:

علمی بحث اور تحقیق کے مناہج کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- تقابلی تحقیق: اس میں دو زمانوں، دو ریاستوں، دو شخصیات، دو کتابوں، دو اسالیب، دو فلسفوں یا ایک ہی نوعیت کے دو امور کے درمیان موازنہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

i- صورت مشابہت

ii-صورت اختلاف

محقق ان دونوں صورتوں میں سے ایک کو اختیار کر سکتا ہے۔

2-بیانیہ تحقیق: اس میں کسی چیز کی حقیقت کو بیان کرنے کی جدوجہد کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر علاقائی سکول کی عمارت، معیشت کے معیار اور درآمدات و برآمدات کی تفصیلات بیان کرنا۔

3-تقییمی تحقیق: اس قسم میں کسی چیز کے مثبت یا منفی پہلو کا تحقیقی جائزہ لے کر اس کی بہتر کے لیے تجاویز مرتب کی جاتی ہیں۔

4-تاریخی تحقیق: اس قسم میں کسی چیز کی صورتحال یا متعین زمانہ کا تاریخی جائزہ لے کر تحقیق کی جاتی ہے۔

5-شماریاتی تحقیق: اس قسم میں بنیادی معلومات کو اکٹھا کرنے اور ان کا شماریاتی انداز میں تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

6-ترابطی تحقیق: اس قسم میں مختلف اشیاء کے درمیان تعلق و ربط اور درجہ بندی کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

i-مثبت ربط

ii-منفی ربط

7-تجرباتی تحقیق: اس قسم میں تجربہ وعمل کے لحاظ سے تحقیق کی جاتی ہے۔ پھر تجربات کی بنیاد پر مفید و مثبت تجاویز ترتیب دی جاتی ہیں۔

8-تجزیاتی تحقیق: اس میں مختلف امور میں تحقیق کر کے محقق ان کے بارے میں تجزیہ پیش کرتا ہے۔

9-تحقیق حال: اس قسم میں کسی ایک حالت پر تحقیق کی جاتی ہے اور محقق اسے معیار و مدار بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

10-تعریفی تحقیق: اس قسم کی تحقیق میں کسی چیز کی اصطلاحی تعریف کو پیش نظر رکھ کر تحقیق کی جاتی ہے اور کسی اہم مسئلہ پر پوری توجہ مرکوز کی جاتی ہے۔

11-سببی تحقیق: اس قسم میں اشیاء کی علل واسباب معلوم کرنے کی جدوجہد کی جاتی ہے اور اس پر تحقیق کی جاتی ہے مثلاً کینسر کے اسباب وغیرہ۔

12-حاصلاتی تحقیق: اس قسم میں عامل کے نتائج و عواقب کو پیش نظر رکھا جاتا ہے اور ان کی شناسائی پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے۔

(ب) معیار کے اعتبار سے اقسام تحقیق:

معیار کے لحاظ سے اقسام تحقیق درج ذیل ہیں:

1-دوران کلاس تحقیق: یہ تحقیق کالج یا یونیورسٹی میں لیکچر زیا تدریس کے دوران طلباء کو کروائی جاتی ہے۔ ہر معلم اپنے مضمون کے حوالے سے طلباء کو تحقیق کا موقع فراہم کرتا ہے تا کہ ان کی پوشیدہ صلاحیتوں میں نکھار آ جائے۔

2-ایم اے کا مقالہ: ایم اے کا مقالہ لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ منتہی طلباء میں تحقیق کا مقصد نئی جہتوں اور جدید علوم کو سیکھنا ہے جن کی بنیاد پر آئندہ زمانہ میں کام کرنے کا طلباء میں ذوق پیدا ہو جائے۔

3-ایم فل کا مقالہ: ایم اے کے طلباء کو مزید تعلیمی ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے مختلف موضوعات پر تحقیقی مقالہ لکھنے کا کہا جاتا ہے تا کہ وہ اپنے اس مقالہ کو بنیاد بنا کر پی ایچ ڈی کا مقالہ بھی لکھ سکیں۔

4-پی ایچ ڈی کا مقالہ: تحقیق کے معیار کو قائم رکھتے ہوئے محقق اساتذہ اپنی نگرانی میں اعلیٰ معیار پر مبنی طلباء کو مقالہ لکھاتے ہیں جس کا مقصد آئندہ عملی زندگی میں کسی بھی موضوع پر تحقیقی خدمات سرانجام دے سکے۔

سوال نمبر6: (الف) لائبریری میں حاصل شدہ سہولیات پر نوٹ تحریر کریں؟

(ب) آپ لائبریری میں کتاب کیسے تلاش کر سکتے ہیں تفصیلاً بیان کریں؟

(ج) کم از کم پانچ لائبریریوں کے نام مع مقامات تحریر کریں؟

جواب: (الف) لائبریری میں حاصل شدہ سہولیات:

ذخیرہ کتب کو ''لائبریری'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ طلباء کو اس میں مختلف موضوعات پر

مطلوبہ کتب عاریتاً پیش کی جاتی ہیں۔ لائبریرین طلباء کو کتب مہیا کرنے کا پابند ہوتا ہے یا ان کی راہنمائی کرتا ہے۔ لائبریری میں طلباء کو جدید دور کے مطابق ہر ممکن سہولیات موجود ہوتی ہیں؛ جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

1- مراجع کا سیکشن: لائبریری کے اس حصہ میں بطور حوالہ استعمال ہونے والی معیاری اور متعدد مجلدات پر مشتمل کتب ہوتی ہیں۔

2- رسائل ومجلات کا مخصوص حصہ: ملک بھر سے شائع ہونے والے ماہنامہ اور سہ ماہی رسائل ومجلات کے لیے حصہ مخصوص کیا جاتا ہے۔

3- اخبارات کے لیے مخصوص حصہ: لائبریری میں مختلف ملکی اخبارات کے لیے بھی ایک حصہ مخصوص کیا جاتا ہے تا کہ طلباء ومحققین ان سے بآسانی استفادہ کرسکیں۔

4- انتظار گاہ: لائبریری میں طلباء، محققین اور دیگر اہل ذوق کے بیٹھنے کے لیے کمرے مخصوص ہوتے ہیں۔

5- نادر ونایاب کتب کا شعبہ: لائبریری کے ایک حصہ میں نادر ونایاب کتب رکھی جاتی ہیں تا کہ ان کی نگرانی وحفاظت کی طرف خصوصی توجہ دی جاسکے۔

6- مطالعہ کی جگہ: لائبریری میں اہل ذوق، طلباء اور محققین کے مطالعہ کے لیے کمرے مخصوص ہوتے ہیں تا کہ وہ انہماک کے ساتھ اپنا کام کرسکیں۔

7- مخطوطات کا شعبہ: لائبریری میں ایک شعبہ مخطوطات کے لیے مخصوص کیا جاتا ہے تا کہ اہل تحقیق ان سے ہر ممکن استفادہ کرسکیں۔

8- اجراء کتب کا شعبہ: لائبریری میں اجراء کتب کا شعبہ قائم ہوتا ہے تا کہ اہل ذوق اور اہل تحقیق کو گھر لے جانے کے لیے کتب کی سہولت بھی میسر ہو۔

9- فوٹو کاپی کی سہولت: طلباء، اہل ذوق اور محققین کی سہولت کے لیے لائبریری میں فوٹو کاپی کی سہولت بھی میسر ہوتی ہے۔

10- کتب رکھنے کے لیے الماریاں: لائبریری کا ذخیرہ کتب نہایت اہتمام واحتیاط کے ساتھ الماریوں میں رکھا جاتا ہے تا کہ ایک طرف وہ خراب ہونے سے محفوظ رہ سکے اور

دوسری طرف ان کا تلاش کرنا بھی آسان ہو۔

11- لائبریری کے شعبہ جات: لائبریری میں بیک وقت کئی شعبہ جات کام کرتے ہیں مثلاً اجراء کتب، اضافہ کتب، حفاظت کتب، تبادلہ کتب اور فوٹو کاپی وغیرہ کا شعبہ۔

12- مخصوص کمروں کی سہولت: دیگر سہولیات کے علاوہ لائبریری میں مخصوص کمروں کی بھی سہولت موجود ہوتی ہے تا کہ اہل تحقیق، اہل ذوق اور طلباء وغیرہ وہاں بیٹھ کر انہماک کے ساتھ مطالعہ کتب کرسکیں۔

(ب) لائبریری سے کتاب تلاش کرنے کا طریقہ:

لائبریریوں میں کتاب تلاش کرنے کے طریقہ کار مختلف ہوتے ہیں۔ اس حوالہ سے مشترکہ عناصر درج ذیل ہیں:

1- حصول کتاب کی شرائط: لائبریری سے حصول کتاب کے لیے کارڈ بنوانا یعنی لائبریری کی رکنیت حاصل کرنا شرط ہے۔

2- حصول کتاب کے اوقات: لائبریری سے حصول کتاب کے لیے اوقات مقرر ہیں۔ ان اوقات سے قبل یا بعد کتاب کا حصول ممکن نہیں ہے' کیونکہ لائبریری بند ہوگی۔

3- لائبریری سے حاصل کردہ کتب کی تعداد: لائبریری سے حاصل کردہ کتب کی تعداد متعین ہوتی ہے۔ لہٰذا اس تعداد سے زیادہ کتب کا حصول ممکن نہیں ہوتا۔

4- کتاب واپس کرنے کی مدت: لائبریری کے اصول وضوابط کے مطابق کتاب واپس کرنے کی مدت کا تعین ہوتا ہے۔ اس مدت کے اندر جب چاہیں کتاب واپس کی جاسکتی ہے۔

5- وہ کتب جن کا اجراء نہیں ہوسکتا: لائبریری میں کچھ کتب ایسی ہوتی ہیں' جن سے اس کے اندر بیٹھ کر تو استفادہ کیا جاتا ہے لیکن ان کا اجراء ممکن نہیں ہوتا۔ وہ حوالہ جاتی، کئی مجلدات اور مخطوطات پر مشتمل کتب ہیں۔

6- محتاط انداز میں مہیا کی جانے والی کتب: لائبریری میں کچھ کتب ایسی ہوتی ہیں' جن کے اجراء کے لیے نہایت احتیاط سے کام لیا جاتا ہے۔ عموماً وہ کتب لائبریری کے آخری

وقت میں جاری کی جاتی ہیں اور اگلے دن صبح جمع کرانے کی شرط عائد کی جاتی ہے۔

7-کتاب تاخیر سے جمع کرانے کا جرمانہ: لائبریری کی طرف سے اجراء کی تاریخ سے مقرر ایام تک کتب اپنے پاس رکھنے کی اجازت ہوتی ہے۔ مقررہ تاریخ کے بعد کتب جمع کرانے کی صورت میں جرمانہ ادا کرنا پڑتا ہے۔

8-کتب ضائع ہو جانے کا جرمانہ: لائبریری سے حاصل کردہ کتب اگر ضائع ہو جائیں تو کتب کی موجودہ قیمت کی شکل میں ان کا جرمانہ جمع کرانا پڑتا ہے۔

(ج) چند لائبریریوں کے نام:

چند ایسی لائبریریوں کے نام ذیل میں درج کیے جاتے ہیں، جن کا تعلق داتا کی نگری لاہور سے ہے۔

1-نعمانیہ لائبریری، جامعہ نعمانیہ، اندرون بھاٹی دروازہ، لاہور

2-رضا لائبریری، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

3-مرکز اہل سنت لائبریری، دار العلوم حزب الاحناف، گنج بخش روڈ، لاہور

4-قائداعظم لائبریری، باغ جناح، مال روڈ، لاہور

5-دیال سنگھ لائبریری، نزد دیال سنگھ کالج، نسبت روڈ، لاہور

سوال نمبر 7: (الف) کتابوں کی ترتیب اور اصناف بندی کے نظام کو تفصیلاً بیان کریں؟

(ب) عربی واسلامی تحقیق کے جدید ذرائع مختصراً بیان کریں؟

جواب: (الف) کتب کی ترتیب اور اصناف بندی کے طریقے:

کتب کی ترتیب و اصناف بندی کے حوالہ سے دو طریقے مروج ہیں:

1-کانگریس لائبریری کی کتب: اس نظام کے تحت لاکھوں کتب حروف تہجی کی ترتیب سے الماریوں میں لگائی جاتی ہیں۔ اس سے تلاش کتب آسان ہو جاتی ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

عام کتابیں	A	فلسفہ ودین	B
تاریخ ومعاون	C	غیر ملکی تاریخ	D
امریکی تاریخ	E-F	جغرافیہ اور انسانیت	G
عمرانیات	H	علم سیاست	J
قانون	K	تعلیم وتربیت	L
موسیقی	M	فنون لطیفہ	N
لغت وادب	P	سائنس	Q
میڈیکل	R	زراعت	S
فنی اصطلاحات	T	جنگی علوم	U
بحری علوم	V		

2-اشاری نظام: آج کے دور جدید میں دنیا بھر میں اشاری نظام زیادہ رائج ہے اور اسے پسند کیا جاتا ہے۔ اس نظام کے تحت لائبریری کی کتب الماریوں میں لگائی جاتی ہیں جس کا مختصر خاکہ درج ذیل ہے:

00	99	عام مراجع
100	199	فلسفہ
200	299	دین
300	399	عمرانیات
400	499	لغت
500	599	علم مجرد وعلم غیر مخلوط
600	699	اطلاقی علم
700	799	فنون وتفریحی علوم
800	899	ادب
900	999	تاریخ

(ب) عربی واسلامی تحقیق کے جدید ذرائع:

وہ علماء، محققین اور مصنفین جن سے ملاقات کے لیے طویل سفر، افراط زر اور قیمتی وقت خرچ کرنے کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے، انٹرنیٹ کے ذریعے ان سے رابطہ آسان ہو گیا ہے۔ سطور ذیل میں اسلامی وعربی سافٹ ویئر اور سرچ انجن کا تعارف پیش کرتے ہیں:

1- **المصحف الرقمی:** قرآن مجید کی آیات تلاش کرنے کے لیے ایک سافٹ ویئر تیار کیا گیا ہے اس کے ذریعے آیت تلاش کرنے کے دو طریقے ہیں:

۱- بحث

۲- تصفحہ

کمپیوٹر کے ذریعے اس سے مطلوبہ آیات تلاش کی جا سکتی ہیں۔ مدینہ منورہ سے ایک قرآن مجید شائع ہوا جو 604 صفحات پر مشتمل ہے اور اس کے حاشیہ پر دو تفاسیر ہیں۔

۱- تفسیر جلالین

۲- تفسیر المیسر

اس سے بھی ترتیب صفحات کے اعتبار سے آیات بآسانی تلاش کی جا سکتی ہیں۔

2- **مکتبہ تفسیر وعلوم القرآن:** التراث کمپنی کی طرف سے تیار کردہ سافٹ ویئر ہے، جو قرآن مجید اور اس کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ جس میں آیات، لغات اور تفاسیر کا ذخیرہ موجود ہے۔

3- **موسوعۃ الحدیث الشریف:** مصر کی مشہور کمپنی "شرکت صخر لبرامج الحاسب" کا تیار کردہ ہے۔ اس میں حدیث کے حوالہ سے کام کیا گیا ہے، جو صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث پر مشتمل ہے۔ اس سافٹ ویئر کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱- الفاظ یا عبارت سے تلاش حدیث

۲- راویوں کی مکمل فہرست

۳- موضوع کے اعتبار سے ترتیب احادیث

۴- تخریج ذخیرہ احادیث

۵- اصول حدیث کا مکمل تعارف

۶- کتب کے مصنفین کا تعارف

۷- مطلوبہ حدیث کا پرنٹ حاصل کرنے کی سہولت

4- **جامع الاحادیث:** یہ سافٹ ویئر مشہور ایرانی کمپنی "مرکز البحوث الکمپیوتریۃ للعلوم الاسلامیۃ" کی طرف سے تیار کیا گیا ہے۔ یہ پروگرام 442 جلدوں، مصنفین اور 187 کتب پر مشتمل ہے۔ اس میں قرآن کے علاوہ نہج البلاغہ، صحیفہ سجادیہ، وسائل شیعہ اور کتب اربعہ وغیرہ کتب کا ذخیرہ بھی موجود ہے۔

5- **المکتبہ الالفیۃ للسنۃ النبویۃ:** یہ سافٹ ویئر "التراث" کمپنی کا تیار کردہ ہے۔ اس میں کتب احادیث کو فنی اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔

6- **مکتبۃ السیرۃ النبویۃ:** یہ سافٹ ویئر بھی "التراث" کمپنی کی طرف سے تیار کیا گیا ہے، جس میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے کتب شامل کی گئی ہیں، ان کی ترتیب میں فن کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

7- **مکتبۃ الاعلام والرجال:** یہ سافٹ ویئر "العریس" کمپنی کی طرف سے تیار کیا گیا ہے، جس میں احوال رواۃ اور اسماء الرجال کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اس حوالے سے یہ معلوماتی اور دلچسپ بھی ہے۔

8- **مکتبۃ فقہ واصولہ:** یہ سافٹ ویئر بھی "التراث" کمپنی نے تیار کیا ہے، جس میں فقہ اور اصول فقہ کو اصل موضوع بنایا گیا ہے۔ اسے اسلامی فقہ کا انسائیکلوپیڈیا قرار دیا جا سکتا ہے۔

9- **مکتبۃ التاریخ والحضارۃ الاسلامیۃ:** یہ سافٹ ویئر تاریخ اسلام کے موضوع پر ہے، جو ایک سو پچاس مجلدات پر مشتمل ہے۔ اس میں نام کتاب، صفحات اور مقام اشاعت کی تفصیل بھی دی گئی ہے۔

10- **مکتبۃ النحو والصرف:** یہ سافٹ ویئر علم صرف اور فن نحو کے حوالے سے تیار کیا گیا ہے، جس میں صرف ونحو کی کتب کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

11- سبع معلقات: عربی ادب کی قدیم اور معیاری کتاب ''سبع معلقات'' کے حوالہ سے یہ سافٹ ویئر تیار کیا گیا ہے۔

12- مکتبة الاخلاق والزهد: یہ سافٹ ویئر اسلام کی بنیادی اور بامقصد تعلیمات پر مشتمل ہے۔ جس کی دور حاضر میں نوجوان نسل کو ضرورت تھی۔ اس میں موضوعاتی اعتبار سے ذخیرہ کتب جمع کیا گیا ہے۔

13- دیگر: علاوہ ازیں المتحرجم الکافی، عربی زبان وادب اور المکتبة الشاملة وغیرہ کے نام سے بھی سافٹ ویئر تیار کیے گئے ہیں۔

☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية "السنة الأولى"

الموافق سنة ١٤٣٥هـ/2014ء

﴿الورقة الخامسة: لشرح معانی الآثار﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات　　مجموع الأرقام: ١٠٠

الملاحظه: عليك ان تجيب عن اربعة فقط.

السوال الأول: عن سالم عن ابيه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان بلا لاينادى بليل فكلوا واشربوا حتى ينادى ابن ام مكتوم.

(الف) ترجم الحديث الى الاردية؟ 5

(ب) اذكر مذاهب الأئمة الأربعة عليهم الرحمة مع دلائلهم فی التاذین للفجر ای وقت هو بعد طلوع الفجر ام قبل ذلك؟ 12

(ج) بين نظر الامام الطحاوی فی هذه المسئلة؟ 8

السوال الثانی: عن ابی الطفیل ان معاذ بن جبل اخبره انهم خرجوا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم عام تبوك فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يجمع بين الظهر والعصر والمغرب والعشاء.

(الف) ترجم الحديث الى الأردية؟ 5

(ب) اذكر اختلاف الائمة الاربعة فی الجمع بين الصلوتين مع دلائلهم ورجح مذهب الاحناف بطريق النظر؟ 20

السوال الثالث: حدثنا عبدالرحمٰن بن الاسود عن ابيه عن عائشة قالت ركعتان لم يكن رسول الله صلى الله عليه وسلم يدعهما سراً

ولاعلانية ركعتان قبل الصبح وركعتان بعد العصر .

(الف)ترجم الحديث الى الأردية؟ 5

(ب)اذكر مذاهب الأئمة الأربعة عليهم الرحمة دلائلهم فى الركعتين بعد العصر؟ 20

السوال الرابع: عن زرعة بن عبدالرحمٰن بن جرهد عن ابيه وكان من اصحاب الصفة انه قال جلس رسول الله صلى الله عليه وسلم عندى وفخذى منكشفة فقلا خمر عليك . اما علمت ان الفخذ عورة؟

(الف)شكل الحديث ثم ترجمه الى الأردية؟ 10

(ب)بين مذاهب الأئمة الأربعة عليهم الرحمة مع دلائلهم فى ان الفخذ عورة؟ 15

السوال الخامس: عن زياد بن نعيم انه سمع زياد بن الحارث الصدائى قال اتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما كان اوّل الصبح امرنى فاذنت ثم قام الى الصلوة فجاء بلال ليقيم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اخاصداء اذن ومن اذن فهو يقيم .

(الف)ترجم الحديث الى الاردية؟ 5

(ب)هل يجوزان يوذن رجل ويقيم الآخر؟ اذكر اختلاف الفقهاء الكرام عليهم الرحمة مع دلائلهم فى هذه المسئلة؟12

(ج)بين نظر الامام الطحاوى فى هذه المسئلة؟ 8

☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال اول) برائے طلباء بابت 2014ء

﴿پانچواں پرچہ: شرح معانی الآثار﴾

سوال نمبر 1: عن سالم عن ابيه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان بلا لاينادى بليل فكلوا واشربوا حتى ينادى ابن ام مكتوم .

(الف)ترجم الحديث الى الاردية؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب)اذكر مذاهب الأئمة الأربعة عليهم الرحمة مع دلائلهم فى التاذين للفجر اى وقت هو؟ بعد طلوع الفجر ام قبل ذلك؟

(فجر کی اذان کا وقت طلوع فجر سے پہلے ہے یا بعد میں؟ اس بارے میں مذاہب آئمہ اربعہ مع دلائل بیان کریں؟)

(ج)بين نظر الامام الطحاوى فى هذه المسئلة؟

(اس مسئلہ کے بارے میں نظر طحاوی بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت سالم رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے روایت کرتے ہیں: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک بلال رات کے وقت اذان کہتا ہے، تم کھاؤ اور پیو ابن ام مکتوم کے اذان کہنے تک۔

(ب) فجر کی اذان کے وقت کے حوالے سے مذاہب آئمہ:

فجر کی اذان کا وقت طلوع فجر سے قبل ہے یا بعد میں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام شافعی اور دیگر آئمہ فقہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ فجر کی اذان کا وقت طلوع فجر سے قبل ہے۔ انہوں نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ اس میں صراحت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ طلوع فجر سے قبل اذان فجر پڑھا کرتے تھے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اذان فجر کا وقت طلوع فجر کے بعد اور نماز فجر کا وقت ہے۔ آپ نے بھی حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے، اس روایت کے آخری حصہ میں موجود ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا صحابی تھے۔ لوگوں کے بتانے پر وہ طلوع فجر کے بعد اذان فجر پڑھا کرتے تھے اور یہ وقت نماز فجر کا ہوتا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیگر آئمہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نماز فجر کے لیے اذان نہیں پڑھتے تھے بلکہ نماز تہجد کے لیے لوگوں کو بیدار کرنے کے لیے پڑھتے تھے۔ ظاہر ہے کہ نماز تہجد کا وقت طلوع فجر سے قبل ہے نہ کہ بعد میں۔ تاہم حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ نماز فجر کے لیے اذان پڑھتے تھے جو طلوع فجر کے بعد اور نماز فجر کا وقت ہوتا تھا۔

(ج) نظر طحاوی:

مسئلہ مذکورہ کے حوالے سے نظر امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ درج ذیل ہے:

حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دیگر معلومات اربعہ کی طرح نماز فجر کی اذان بھی نماز فجر کے وقت میں پڑھی جاتی تھی۔ اس بات کی تائید حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کی مشہور روایت سے ہوتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو طلوع فجر سے قبل اذان فجر پڑھنے سے منع کر دیا تھا۔

سوال نمبر2: **عن ابی الطفیل ان معاذ بن جبل اخبرہ انھم خرجوا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام تبوک فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجمع بین الظھر والعصر والمغرب والعشاء .**

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیة؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) اذکر اختلاف الائمة الاربعة فی الجمع بین الصلوتین مع دلائلھم ورجح مذھب الاحناف بطریق النظر؟

(دو نمازوں کو جمع کرنے کے حوالے سے مذاہب مع دلائل بیان کریں؟ نظر طحاوی کے اسلوب پر مذہب احناف کو ترجیح دیں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے انہیں بیان کیا کہ غزوہ تبوک کے موقع پر وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ آپ نے نماز ظہر اور نماز عصر جمع کر کے ادا فرمائیں اور اسی طرح نماز مغرب اور نماز عشاء ایک ساتھ پڑھی تھیں۔

(ب) دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنے میں مذاہب آئمہ:

دریافت طلب یہ بات ہے کہ دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ آپ نے اس ارشاد خداوندی سے استدلال کیا ہے: **ان الصلوٰة کانت علی المؤمنین کتابًا موقوتًا** ۔ ''بیشک نماز اپنے اپنے وقت میں فرض کی گئی ہے۔'' اس نص سے معلوم ہوا کہ کوئی نماز قبل از وقت ادا کرنا درست نہیں ہے۔ لہٰذا دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے ادا کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

۲- آئمہ ثلاثہ کا نقطہ نظر ہے کہ دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے ادا کرنا جائز ہے۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر نماز ظہر اور نماز عصر دونوں جمع کر کے ایک وقت میں ادا فرمائیں۔

اسی طرح آپ نے نماز مغرب اور نماز عشاء جمع کر کے ادا فرمائیں۔اس سے جمع صلوٰتین کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) آئمہ ثلاثہ کی دلیل خبر واحد ہے اور ہماری دلیل نص قرآنی ہے، دونوں کا مقابلہ ہونے پر نص قطعی کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔(۲) اس روایت سے مراد جمع حقیقی نہیں بلکہ جمع صوری ہے یعنی نماز ظہر اس کے انتہائی آخری وقت میں اور نماز عصر اس کے انتہائی ابتدائی وقت میں ادا فرمائی۔اسی طرح نماز مغرب کو آخری وقت اور نماز عشاء کو اس کے ابتدائی وقت میں ادا فرمایا۔یہ سب نمازیں اپنے وقت میں ادا ہوئیں۔

نظر طحاوی سے مذہب حنفی کو ترجیح

حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ امام ابواسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن یزید کو یوں فرماتے ہوئے سنا: دوران حج میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا، وہ نماز ظہر تاخیر سے اور نماز عصر جلدی ادا کرتے تھے۔اسی طرح وہ نماز مغرب تاخیر سے اور نماز عشاء کو جلدی ادا کرتے تھے اور نماز فجر اجالے میں ادا کرتے تھے۔

سوال نمبر3: حدثنا عبدالرحمن بن الاسود عن ابیه عن عائشة قالت رکعتان لم یکن رسول الله صلی الله علیه وسلم یدعهما سراً و لاعلانیة رکعتان قبل الصبح و رکعتان بعد العصر .

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیة .

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) اذکر مذاهب الأئمة الأربعة علیهم الرحمة دلائلهم فی الرکعتین بعد العصر؟

(نماز عصر کے بعد دو رکعت ادا کرنے کے حوالے سے مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز ہرگز ترک نہیں کرتے تھے، نہ خفی طور پر اور نہ ظاہری طور پر۔وہ دو رکعت نماز فجر سے قبل کی اور دو رکعت نماز عصر کے بعد کی ہیں۔

(ب) نماز عصر کے بعد دو رکعت ادا کرنے میں مذاہب آئمہ:

کیا نماز عصر کے بعد دو رکعت ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ نماز عصر کے بعد دو رکعت نماز ادا کرنا جائز ہے۔انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر کے بعد دو رکعت ادا فرمایا کرتے تھے۔

۲-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز عصر کے بعد دو رکعت ادا کرنا درست نہیں ہے۔آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے۔آپ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر کے بعد دو رکعت ادا کیں تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ دو رکعت کون سی ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ''یہ دو رکعت میں نماز ظہر کے بعد پڑھتا تھا مگر آج مال آگیا جس کے تقسیم کرنے میں مصروفیت کی وجہ سے ادا نہ کرسکا اور اب وہ ادا کررہا ہوں۔'' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ مسلسل یہ دو رکعت ادا نہیں کرتے تھے بلکہ یہ نماز ظہر کے بعد ادا کرنے کی عادت مبارکہ تھی اور دولت کے تقسیم کرنے کی وجہ سے ادا نہ کرسکے تو عصر کی نماز کے بعد ادا فرمائیں۔

احناف کی طرف سے حضرات آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ نماز عصر کے بعد دو رکعت ادا کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں شامل تھا۔

سوال نمبر4: عَنْ زُرْعَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جَرْهَدٍ عَنْ اَبِيْهِ وَكَانَ مِنْ

اَصْحَابِ الصُّفَّةِ اَنَّهُ قَالَ جَلَسَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدِیْ وَفَخِذِیْ مُنْكَشِفَةٌ فَقَالَ خَمِّرْ عَلَيْكَ . اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْفَخِذَ عَوْرَةٌ؟

(الف)شکل الحدیث ثم ترجمه الی الأردیة؟

(حدیث پراعراب لگائیں اوراس کااردوترجمہ کریں؟)

(ب)بین مذاهب الأئمة الأربعة علیهم الرحمة مع دلائلهم فی ان الفخذ عورة؟

(ران کےعورت ہونے کے بارے میں مذاہب آئمہ اربعہ بیان کریں؟)

جواب:(الف) حدیث پراعراب اورترجمہ:

اعراب اوپرلگادیے گئے ہیں اورترجمہ حدیث درج ذیل ہے:

حضرت عبدالرحمٰن بن جرہد رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جو اصحاب صفہ سے تھے، بیشک انہوں نے کہا: حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف فرما تھے اوراس وقت میری ران سے کپڑا اٹھاہواتھا۔آپ نے فرمایا: تم اپنی ران پر کپڑا ڈال لو، کیاتمہیں معلوم نہیں ہے کہ ران عورت (چھپانے کی جگہ) ہے۔

(ب)ران کےعورت ہونے میں مذاہب آئمہ:

کیاران عورت ہے یانہیں؟ اس بارے میں آئمہ اربعہ کا اختلاف ہے۔اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اورحضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ران عورت نہیں ہے، لہٰذااس کا چھپانا بھی ضروری ولازم نہیں ہے۔انہوں نے حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں رانوں کے درمیان کپڑا رکھا ہواتھا۔اس دوران حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اوراجازت طلب کی؟ آپ اسی حالت میں تشریف فرمارہے اورانہیں آنے کی اجازت عنایت فرمادی۔پھرحضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اوراجازت کے طالب ہوئے تو آپ نے اسی حالت میں انہیں بھی

اجازت دے دی۔ پھرحضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اوراجازت کے طالب ہوئے۔آپ نے پہلے اپنی ران پر کپڑا ڈالا اورسیدھے ہوکر بیٹھ گئے پھرانہیں آنے کی اجازت دی۔اس روایت سے ثابت ہوا کہ ران عورت نہیں ورنہ ابتداءً اسے چھپاکر بیٹھتے۔

۲-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ران عورت ہے اوراس کا چھپانا ضروری ہے۔آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے جویوں ہے کہ ایک مرتبہ حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم باہرتشریف لے گئے، آپ کی نظرکسی شخص کی ران پر پڑی تو فوراً فرمایا: ران عورت ہے (اس کا چھپانا واجب ہے۔)

حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نقل فرماتے ہیں: وہ آثار جوآپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، ان میں صراحت ہے: "ران عورت ہے۔"اس کے برخلاف کوئی روایت موجودنہیں ہے جس میں ران کوعورت قرارنہ دیا گیاہو۔

سوال نمبر5:عن زیاد بن نعیم انه سمع زیاد بن الحارث الصدائی قال اتیت رسول الله صلی الله علیه وسلم فلما کان اوّل الصبح امرنی فاذنت ثم قام الی الصلوة فجاء بلال لیقیم فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان اخاصداء اذن ومن اذن فهو یقیم ۔

(الف)ترجم الحدیث الی الاردیة؟

(حدیث مبارکہ کااردومیں ترجمہ کریں؟)

(ب)هل یجوزان یوذن رجل ویقیم الآخر؟ اذکر اختلاف الفقهاء الکرام علیهم الرحمة مع دلائلهم فی هذه المسئلة؟

(کیاایک شخص اذان پڑھےتو دوسرااقامت کہہ سکتا ہے؟اس مسئلہ میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

(ج)بین نظر الامام الطحاوی فی هذه المسئلة ؟

(اس مسئلہ کے بارے میں نظرطحاوی نقل کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوا، فجر کا وقت ہونے پر میں نے آپ کی اجازت سے اذان پڑھی۔ آپ نے نماز کا قصد کیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ اقامت کہنے کے لیے آگے بڑھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے صدائی بھائی نے اذان پڑھی ہے اور جو اذان پڑھے وہی اقامت کہے۔

(ب) غیر مؤذن کے اقامت کہنے میں مذاہب آئمہ:

کیا مؤذن ہی اقامت کہے گا یا اس کا غیر بھی کہہ سکتا ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ مؤذن ہی اقامت کہے گا اور اس کا غیر اقامت نہیں کہہ سکتا، کیونکہ اقامت کہنا مؤذن کا حق ہے۔ انہوں نے حضرت زیاد بن الحارث صدائی رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں صراحت ہے کہ مؤذن ہی اقامت کہہ سکتا ہے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خواہ اقامت مؤذن کا حق ہے لیکن وہ اپنا حق دوسرے کو بھی منتقل کر سکتا ہے، لہٰذا اس کی اجازت سے دوسرا شخص بھی اقامت کہہ سکتا ہے۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ وہ روایت یوں ہے: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ سے خواب میں اذان دینے کی کیفیت عرض کی تو آپ نے فرمایا: یہ کلمات بلال کو سناؤ، کیونکہ وہ تم سے زیادہ بلند آواز ہے۔ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان پڑھی تو ان کے دل میں قدرے رنجش پیدا ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس کرتے ہوئے انہیں اقامت کہنے کی اجازت دی۔ اس سے ثابت ہوا کہ غیر مؤذن بھی اقامت کہہ سکتا ہے۔

(ج) مسئلہ کی مناسبت سے نظر طحاوی:

حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص اسلوب سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ

رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کی تائید وحمایت کرتے ہوئے نقل فرماتے ہیں: جب روایات میں تعارض ہے تو ہم غور وفکر سے اس مسئلہ کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ دو شخص ایک ہی اذان پڑھیں، یہ جائز نہیں ہے کہ اذان کا کچھ حصہ ایک شخص پڑھے اور کچھ حصہ دوسرا شخص پڑھے۔ اس سے یہ تصور ابھرتا ہے کہ اذان اور اقامت بھی ایک شخص کہے گا۔ درست نہیں ہے کہ اذان ایک پڑھے اور اقامت دوسرا۔ تاہم اس میں ایک احتمال یہ ہو سکتا ہے کہ اذان و اقامت دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ اذان ایک پڑھے اور اقامت دوسرا پڑھے۔ ہم نے دیکھا کہ نماز سے پہلے اذان ہے اور اقامت ہے، یہ تمام نمازوں کے لیے ہیں۔ پھر ہم جمعہ کی نماز کو دیکھتے ہیں کہ نماز کے لیے خطبہ ہے، خطبہ ضروری ہے، بغیر خطبہ جمعہ درست نہیں ہوگا۔ اب امام کو دیکھتے ہیں کہ اس کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ خطیب بھی ہو۔ ہر ایک دونوں میں سے ایک دوسرے کو متضمن ہے۔ جب ضروری ہے کہ امام بھی ہو اور خطیب بھی تو بہتر یہی ہے کہ ایک شخص کو ہی امامت اور خطابت کا والی قرار دیا جائے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اقامت بھی نماز کے اسباب میں سے ہے۔ الغرض مؤذن یا اس کی عدم موجودگی میں امام وخطیب کی اجازت سے دوسرا شخص بھی اقامت کہہ سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باکستان

شهادة العالمیة فی العلوم العربیة والاسلامیة "السنة الأولیٰ"

الموافق سنة ١٤٣٥ھ/2014ء

﴿الورقة السادسة: المؤطأین (مؤطا الامام مالك و محمد)﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات　　　مجموع الأرقام: ١٠٠

الملاحظة: أجب عن سوالین من کل قسم

القسم الاوّل...... لمؤطا الامام مالك علیه الرحمة

السوال الأول: عن عائشة أم المؤمنین رضی الله عنها أنها قالت جاء عمی من الرضاعة یستاذن علی فأبیت أن أذن له علی حتی أسئل رسول الله صلی الله علیه وسلم قالت فجاء رسول الله فسئلته عن ذلك فقال انه عمك فأذنی له قالت فقلت یا رسول الله صلی الله علیه وسلم انما أرضعتنی المراة ولم یرضعنی الرجل فقال انه عمك فلیلج علیك قالت عائشة وذلك بعد ماضرب علینا الحجاب وقالت عائشة یحرم من الرضاعة ما یحرم من الولادة ۔

(الف) شکل الحدیث ثم انقله الی الأریة؟ 8

(ب) بین مذهب الامام أبی حنیفة وصاحبیه والامام زفر علیهم الرحمة مع دلائلهم؟ 7

(ج) اکتب مذهب الأئمة الأربعة علیهم الرحمة فی الرضعات الموجبة للحرمة مع دلائلهم وترجیح مذهب الامام علیه الرحمة بالدلائل؟ 10

السوال الثانی: مالك عن زید بن أسلم أن عمر بن الخطاب سأل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الکلالة فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم یکفیك عن ذلك الأیة التی نزلت فی الصیف آخر سورة النساء ۔

(الف) انقل الحدیث الی الأردیة وما المراد بالأیة التی نزلت فی الصیف آخر سورة النساء؟ 8

(ب) بین معنی الکلالة لغة وشرعا مع ذکر أن الکلالة اسم للمیت أو الحی من الورثة؟ 7

(ج) ذکر فی أول سورة النساء "فلکل واحد منهما السدس" یعنی من ترکة الکلالة لأخته السدس وذکر فی آخر آیة النساء "فلها نصف ماترك" یعنی من ترکة الکلالة لاخته النصف فکیف التطبیق بین الأیتین؟10

السوال الثالث: مالك عن زید بن أسلم عن رجل من بنی ضمرة عن أبیه أنه قال سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن العقیقة فقال لا أحب العقوق وکأنه انما کره الاسم وقال من ولدله ولدفأ حب أن ینسك عن ولده فلیفعل ۔

(الف) انقل الحدیث الی الأردیة وبین وجه قوله صلی الله علیه وسلم لا أحب العقوق؟ 8

(ب) بین معنی العقیقة لغة مع ذکر الأشیاء التی یطلق علیها العقیقة؟8

(ج) هل العقیقة مستحبة أم سنة أم واجبة ۔ انقل أقوال الفقهاء الکرام علیهم الرحمة فی هذه المسئلة؟ 9

القسم الثانی...... لمؤطا الامام محمد علیه الرحمة

السوال الرابع: (الف) کتب باللغة العربية ترجمة الامام محمد مع أقوال الأئمة فی فقاهته ومحاسنه؟ 15

(ب) بین مفهوم الموطا لغة ووجه تسمية كتابه بمؤطا ومزايا لمؤطا الامام محمد، علی یحی بن معین، مالايكون أقل من عشرين سطرا؟ 10

السوال الخامس: عن جابر ابن عبدالله الحرامی أن رسول الله صلی الله علیه وسلم رمل من الحجر الی الحجر ۔

(الف) انقل الحديث الی الأردية واشرح الكلمات المخطوطة؟ 8

(ب) متی رمل الحاج أو المعتمر وماهی كيفيته وهل هو واجب علی المكی وغيره؟ 7

(ج) بین مؤقف الامام محمد والامام أبی حنيفة رحمهما الله تعالٰی؟10

السوال السادس: عن ابن عمر أنه قال ماصلی علی عمر الا فی المسجد ۔

(الف) اذكر اختلاف الفقهاء فی جواز الصلوٰة علی الميت فی المسجد مفصلا مع دلائل كل فريق؟ 10

(ب) هل يجوز أن يصلی علی جنازة مرة ثانية علی القبر أو خارج القبر أم لا ماهو مذهب الامام أبی حنيفة والامام الشافعی رحمهما الله تعالٰی فی هذه المسئلة؟ 15

☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال اوّل) برائے طلباء بابت 2014ء

﴿چھٹا پرچہ: المؤطین﴾

قسم اوّل: مؤطا امام مالک

سوال نمبر 1: عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ جَاءَ عَمِّيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ يَسْتَأْذِنُ عَلَيَّ فَأَبَيْتُ اَنْ اٰذَنَ لَهٗ عَلَيَّ حَتّٰى أَسْئَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَئَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّهٗ عَمُّكِ فَأْذِنِيْ لَهٗ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا أَرْضَعَتْنِي الْمَرْأَةُ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ فَقَالَ اِنَّهٗ عَمُّكِ فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ قَالَتْ عَائِشَةُ وَذٰلِكَ بَعْدَ مَا ضُرِبَ عَلَيْنَا الْحِجَابُ وَقَالَتْ عَائِشَةُ يُحَرِّمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يُحَرِّمُ مِنَ الْوِلَادَةِ ۔

(الف) شكل الحديث ثم انقله الی الأردية؟

(حدیث پر اعراب لگائیں اور اردو میں اس کا ترجمہ کریں؟)

(ب) بین مذهب الامام أبی حنيفة وصاحبيه والامام زفر عليهم الرحمة مع دلائلهم؟

(امام اعظم ابوحنیفہ، صاحبین اور امام زفر رحمہم کا مذہب دلائل سے بیان کریں؟)

(ج) اكتب مذهب الأئمة الأربعة عليهم الرحمة فی الرضعات الموجبة للحرمة مع دلائلهم وترجيح مذهب الامام عليه الرحمة بالدلائل؟

(حرمت لانے والی مقدار رضاعت کے بارے میں دلائل سے مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) حدیث پر اعراب اور ترجمہ:

اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ حدیث درج ذیل ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میرے رضاعی چچا نے مجھ سے گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی، تو میں نے انہیں اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (گھر میں) تشریف لائے تو میں نے آپ سے اس بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا: وہ تمہارے رضاعی چچا ہیں تم انہیں اجازت دے دو۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے تو عورت نے دودھ پلایا ہے نہ کہ کسی مرد نے؟ آپ نے فرمایا: وہ تمہارے چچا ہیں اور وہ تمہارے پاس آسکتے ہیں۔

(ب) مدت رضاعت کے بارے میں مذاہب آئمہ مع دلائل:

مدت رضاعت کے حوالے سے آئمہ احناف کے مختلف اقوال ہیں، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مدت رضاعت تیس ماہ (اڑھائی سال) ہے۔ آپ کی دلیل یہ ارشاد خداوندی ہے: وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلَاثُوْنَ شَهْرًا (جنین کو پیٹ میں رکھنے اور دودھ پلانے کی مدت تیس ماہ ہے)

۲- صاحبین کا مؤقف ہے کہ مدت رضاعت دو سال ہے۔ حضرت امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مدت رضاعت تین سال ہے۔ صاحبین کی دلیل یہ ارشاد ربانی ہے: وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ۔ مائیں وہ ہیں جو اپنی اولاد کو دودھ پلاتی ہیں دو مکمل سال جو دودھ کی مدت مکمل کرنا چاہتی ہیں۔

۳- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مدت رضاعت دو سال اور دو ماہ ہے۔

۴- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مدت رضاعت دو سال ہے۔

(ج) مقدار رضاعت میں مذاہب آئمہ:

دودھ کی وہ مقدار جس کے پینے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے، کتنی مقدار میں ہونا چاہیے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کا مؤقف ہے کہ دودھ کی مقدار پانچ چسکیاں ہے۔ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ آپ فرماتی ہیں: آغاز میں قرآن کریم میں دس چسکیوں سے ثبوت حرمت کا حکم نازل ہوا لیکن بعد میں یہ منسوخ ہو گیا اور پانچ چسکیوں والا حکم باقی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک یہ حکم باقی رہا۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، جمہور تابعین، تبع تابعین اور ایک قول کے مطابق حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ مطلق دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے خواہ یہ مقدار قلیل ہو یا کثیر۔ گویا ایک قطرہ دودھ پینے سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ انہوں نے نصوص قرآن سے دلائل اخذ کیے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱- وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ (تمہاری مائیں وہ ہیں، جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا)

۲- اَللَّاتِيْ اَرْضَعْنَكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ (جن خواتین نے تمہیں دودھ پلایا وہ تمہاری مائیں ہیں)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت جس میں قرآن میں دس چسکیوں کا حکم تھا، پھر منسوخ ہو کر پانچ چسکیاں باقی رہ گئیں۔ یہ حکم نہ قرآن میں موجود ہے، نہ اس کی تلاوت کی گئی اور نہ تلاوت کی جاتی ہے۔ گویا یہ ایک بے سروپا روایت ہے جس سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی۔

سوال نمبر2: مالك عن زيد بن أسلم أن عمر بن الخطاب سأل رسول

الله صلى الله عليه وسلم عن الكلالة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم يكفيك عن ذلك الأية التى نزلت فى الصيف آخر سورة النساء .

(الف) انقل الحديث الى الأردية وما المراد بالأية التى نزلت فى الصيف آخر سورة النساء؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟ سورہ نساء کے آخر سے گرمیوں میں نازل ہونے والی آیت سے کون سی آیت مراد ہے؟)

(ب) بين معنى الكلالة لغة وشرعا مع ذكر أن الكلالة اسم للميت أو الحى من الورثة؟

(کلالہ کا لغوی اور شرعی معنیٰ بیان کرتے ہوئے بتائیں کہ کلالہ میت کا نام ہے یا ورثاء میں سے کسی زندہ کا نام ہے؟)

(ج) ذكر فى أول سورة النساء "فلكل واحد منهما السدس" يعنى من تركة الكلالة لأخته السدس وذكر فى آخر آية النساء "فلها نصف ماترك" يعنى من تركة الكلالة لاخته النصف فكيف التطبيق بين الأيتين؟

(سورۃ نساء کے آغاز میں فرمایا گیا ہے: "کلالہ کے ترکہ سے اس کی بہن کو چھٹا حصہ ملے گا" اور سورۃ نساء کے آخر میں فرمایا گیا ہے: "کلالہ کے ترکہ سے اس کی بہن کو نصف ملے گا" دونوں آیات میں مطابقت کیسے ہوگی؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کلالہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: اس سلسلہ میں موسم گرما میں نازل ہونے والی سورہ نساء کی آخری ایک آیت تمہارے لیے کافی ہو گی۔

موسم گرما میں نازل ہونے والی آیت سے مراد: وفات کے وقت جس شخص کے نہ آباء واجداد ہوں اور نہ اولاد ہو تو اس کا ترکہ اس کے بہن بھائیوں میں تقسیم ہوگا۔ اس سلسلہ میں

دو آیات ہیں۔ پہلی آیت سورہ نساء کے ابتداء میں اور دوسری آیت سورہ نساء کے اختتام میں ہے۔

موسم گرما میں نازل ہونے والی آیت سے مراد مندرجہ ذیل ہے:

وان كان رجل يورث كلالة او امرأة وله اخ او اخة فكل واحد منهما السدس فان كانوا اكثر من ذلك فهم شركاء فى الثلث من بعد وصية يوصى بها او دين غير مضار وصيته من الله والله عليم حكيم .

اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ ہو جس نے ماں، باپ اور اولاد میں سے کوئی نہ چھوڑا ہو۔ ماں کی طرف سے اس کا بھائی یا بہن ہو تو ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اگر وہ بہن بھائی ایک سے زائد ہوں تو سب تہائی میں شریک ہوں گے۔ میت کی وصیت اور قرض جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا ہو، نکال کر۔ یہ اللہ کا حکم ہے اور اللہ علم اور حلم والا ہے۔

(ب) کلالہ کا لغوی واصطلاحی معنیٰ:

کلالہ کا لغوی معنیٰ ہے: ضعیف، نحیف، کمزور۔ اس کا شرعی یا اصطلاحی معنیٰ ہے: وہ میت مرد یا عورت جس نے اپنے والدین اور اولاد میں سے کوئی نہ چھوڑا ہو۔

"کلالہ" کا اطلاق میت پر یا زندہ وارث پر؟: لفظ "کلالہ" کا اطلاق صرف ایسی میت پر ہوگا جس کے آباء واجداد اور اولاد نہ ہو۔ زندہ ورثاء میں سے کسی پر اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

(ج) دونوں آیات میں تطبیق کی صورت

سوال یہ ہے کہ سورہ نساء کی ابتداء میں فرمایا گیا ہے کہ کلالہ کے بہن بھائیوں کو ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا اور اسی سورت کی آخری آیت میں فرمایا گیا ہے کہ کلالہ کے بہن بھائیوں کو میراث سے نصف حصہ ملے گا۔ یہ تو تعارض ہے۔ دونوں آیات میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ پہلی آیت کے تفصیل احکام یوں ہیں: "اگر ایسے مرد یا عورت کا ترکہ بنتا ہو جس نے ماں باپ اولاد کچھ نہ چھوڑا ہو اور ماں کی طرف سے اس کا بھائی یا بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔ پھر اگر وہ بہن بھائی ایک سے زائد ہوں تو سب تہائی میں شریک ہوں

گے۔"اس آیت میں کلالہ سے مراد وہ میت ہے جس نے بیٹا یا باپ نہ چھوڑا ہو اور ماں جائی بہن وارث نہ بن سکتی ہو۔

دوسری آیت جو سورہ نساء کے آخر میں ہے، اس کے احکام کی تفصیل یوں ہے: "اے محبوب! آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں، آپ فرما دیں کہ تمہیں اللہ کلالہ میں فتویٰ دیتا ہے کہ اگر کسی مرد کا انتقال ہو جائے جو بے اولاد ہو، اس کی بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا نصف اور مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا جبکہ بہن کی اولاد نہ ہو۔ پھر اگر دو بہنیں ہوں تو ترکہ میں ان کا دو تہائی اور اگر بہن بھائی ہوں، مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے صاف صاف بیان کرتا ہے کہ کہیں بہک نہ جاؤ۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

دونوں آیات کے احکام کا بنظر غور مطالعہ کرنے سے تعارض کی صورت باقی نہیں رہتی۔

سوال نمبر 3: مالك عن زيد بن أسلم عن رجل من بني ضمرة عن أبيه أنه قال سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن العقيقة فقال لا أحب العقوق وكأنه انما كره الاسم وقال من ولد له ولد فأحب أن ينسك عن ولده فليفعل ۔

(الف) انقل الحديث الى الأردية وبين وجه قوله صلى الله عليه وسلم لا أحب العقوق؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں اور ارشاد: لا احب العقوق کی وجہ بیان کریں؟)

(ب) بين معنى العقيقة لغة مع ذكر الأشياء التي يطلق عليها العقيقة؟

(ان اشیاء کا ذکر کرنے کے بعد جن پر عقیقہ کا اطلاق ہوسکتا ہے، عقیقہ کا لغوی معنیٰ بیان کریں؟)

(ج) هل العقيقة مستحبة أم سنة أم واجبة ۔ انقل أقوال الفقهاء

الكرام عليهم الرحمة في هذه المسئلة؟

(عقیقہ مستحب ہے یا سنت یا واجب؟ اس مسئلہ میں فقہاء کرام کے اقوال نقل کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: بنی ضمرہ کا ایک شخص اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: میں عقوق کو پسند نہیں کرتا یعنی آپ نے اس نام کو ناپسند فرمایا۔ پھر آپ نے فرمایا: جس شخص کے ہاں بچہ پیدا ہو، وہ اس کی طرف سے قربانی کرسکتا ہے۔

عقوق کو پسند نہ کرنے کی وجہ: لفظ "عقوق" کا اصل مادہ عق یا عاق ہے جس سے یہ بنایا گیا ہے، اس سے مراد ہے: نافرمانی، معصیت، تعلق منقطع کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لفظ کو ناپسند فرمایا ہے' جو معصیت، نافرمانی اور انقطاع تعلق کے مفہوم میں استعمال کیا جاتا ہو نہ کہ آپ نے عقیقہ کو ناپسند فرمایا ہے، کیونکہ دیگر روایات سے اس کا مسنون ہونا ثابت ہے۔

(ب) عقیقہ کا لغوی معنیٰ:

عقیقہ کا لغوی معنیٰ ہے نومولود کے وہ بال اور ناخن جو پیدائش کے ساتویں دن کاٹے جاتے ہیں یا وہ جانور ہے' جو والدین اس موقع پر ذبح کرتے ہیں یا وہ ذبیحہ ہے جو لوگوں کی ضیافت کے لیے بطور طعام تیار کیا جاتا ہے۔ عقیقہ سے مراد ذبیحہ لینا زیادہ مناسب اور قرین قیاس ہے۔

وہ اشیاء جن پر عقیقہ کا اطلاق ہوتا ہے: عقیقہ کا اطلاق مختلف اشیاء پر ہوسکتا ہے، جو درج ذیل ہیں:

۱- نومولود بچے کے بال اور ناخن

۲- وہ جانور جو نومولود کی پیدائش کے ساتویں روز ذبح کیا جاتا ہے۔

۳- توشہ دان

۴- وہ نہر جس میں پانی بہتا ہو۔

۵- وہ تیر جو دورِ جاہلیت میں خون کا بدلہ لینے کے لیے آسمان کی طرف پھینکا جاتا جسے سہم الاعتذار کہا جاتا تھا۔ اگر وہ تیر خون آلود ہو کر واپس آتا تو قصاص وصول کیا جاتا تھا ورنہ دیت لیتے تھے۔

(ج) عقیقہ کی شرعی حیثیت کے بارے میں اقوال فقہاء:

کیا عقیقہ واجب ہے یا مسنون یا مستحب؟ اس بارے میں فقہاء کے مختلف اقوال ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عقیقہ کرنا مستحب ہے۔

۲- حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو اقوال ہیں:

(i) عقیقہ واجب ہے۔

(ii) عقیقہ واجب نہیں ہے۔

۳- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عقیقہ مسنون ہے۔ اس کے مسنون ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ سنت و حدیث سے ثابت ہے، کیونکہ روایات سے ثابت ہے کہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ چار ہجری میں اور حضرت ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہ کا عقیقہ ۹ ہجری میں کیا گیا تھا۔

یاد رہے کہ عقیقہ کا گوشت کچا بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے اور پکا کر بھی، وہ خود بھی کھا سکتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلا سکتا ہے۔

قسم ثانی: مؤطا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ

سوال نمبر 4: (الف) کتب باللغة العربية ترجمة الامام محمد مع أقوال الأئمة فی فقاهته ومحاسنه؟

(حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے عربی زبان میں حالات تحریر کریں اور ان کی فقاہت ومحاسن کے بارے میں اقوال آئمہ نقل کریں؟)

(ب) بین مفهوم الموطا لغة ووجه تسمية كتابه بمؤطا ومزايا لمؤطا الامام محمد، علی یحی بن معین، مالایکون أقل من عشرین سطرا؟

جواب: (الف) ترجمة الامام محمد رحمه الله تعالیٰ

امام الآئمة و تلمیذ الامام الاعظم ابی حنیفة الامام محمد رحمه الله تعالیٰ ولد ۱۳۲ ھ لمدینة "واسط" وکان والده احدا من سکان دمشق، وهجر منه الی مدینة "واسط" وقام فیه . وذهب لحصول العلوم الی مدینة کوفة ومدن اخریٰ . وتعلم الفنون من شیوخ عصره ومنهم الامام الاعظم ابو حنیفة والامام ابو یوسف والامام مالك ومسعر بن کدام وسفیان الثوری وغیرهم .

وشغل فی التدریس والتصنیف بعد تکمیل العلوم الاسلامیة، کان احدا من تلامذة ابی حنیفة وتقدم افکاره الی ابی یوسف رحمه الله تعالیٰ .

وتعلم منه کثیر من الفقهاء والآئمة ومنهم: هشام بن عبید الله الرازی والامام شافعی واسماعیل بن توید و علی بن مسلم رحمهم الله تعالیٰ

وشغل فی التصنیف والتالیف وصنف کثیرا من الکتب واسماء بعض تصانیفه فی الاتیة:

(۱) المؤطا لامام محمد . (۲) کتاب الآثار . (۳) کتاب الحج . (۴) مبسوط الصغیر . (۵) المبسوط . (۶) الجامع الصغیر . (۷) الجامع الکبیر . (۸) الاحتجاج علی المالك . (۹) الاکتساب فی الرزق . (۱۰) الجرجانیات . (۱۱) کتاب الکسب . (۱۲) کتاب الحیل . (۱۳) کتاب الشرط .

توفی الامام محمد رحمه الله تعالیٰ فی ۱۸۹ ھ

اقوال الآئمة فی فقاهته ومحاسنه:

۱- قال الامام شافعی رحمه الله تعالیٰ حملت عن محمد وقر بعیر من

الكتب

۲- قال العلالة ابراهيم الحربي رحمه الله تعالىٰ قلت لاحمد، من اين لك هذه المسائل الدقيقة؟ اجاب: من كتب الامام محمد بن الحسن الشيباني رحمه الله تعالىٰ

۳- قال ابو عبيد رحمه الله تعالىٰ: ما رأيت اعلم بكتاب الله منه

۴- قال الشافعي رحمه الله تعالىٰ: ما رأيت اعقل من محمد بن الحسن رحمه الله تعالىٰ

(ب) مؤطا کا معنی اور وجہ تسمیہ

لفظ ''مؤطا'' ثلاثی مزید فیہ بے ہمزہ وصل باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، جس کا معنی ہے: دبانا، بوجھ ڈالنا، وزن ڈالنا۔

حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تصنیف مکمل کرنے کے بعد مختلف شیوخ پر پیش کی، انہوں نے اس کا مطالعہ کر کے کلمات تحسین سے نوازا اور اس تصنیف کو فقہ حنفی کا سرمایہ قرار دیا۔ اسی مناسبت سے اسے مؤطا کہا جاتا ہے۔

المزايا لمؤطا الامام محمد بن الحسن الشيباني رحمه الله تعالىٰ:

۱- انه قد يذكر بعض السنن لفظة اعم مشتمل للحديث المرفوع والموقوف على الصحابة وغيرهم

۲- انه ينبه على من يخالف مذهبه ما روايته من الامام مالك ويذكر سند مسلكه عن غير طريق الامام مالك رحمه الله تعالىٰ

۳- انه قد يذكر ترجمة الباب ويذكر بالاتصال روايته عن الامام مالك مرفوعة كانت او موقوفة

۴- انه قد يذكر الاحاديث اشارة الى افادته ويذكر بعده تفصيلا مثل هذا يدل على اختياره

۵- انه قد يذكر روايات عن شيوخه باخبار الصحيحة ويقول اخبرنا

لا سمعت ولاحدثنا ولا غير ذلك الالفاظ

۶- انه قد يذكر مسلك شيخه موافقاً او معارضاً ومذهب الصحابة او الاتباع التابعين .

سوال نمبر5: عن جابر ابن عبدالله الحِرامي أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رمل من الحجر الى الحجر .

(الف) انقل الحديث الى الأردية واشرح الكلمات المخطوطة .

(حدیث شریف کا اردو میں ترجمہ کریں اور خط کشیدہ الفاظ کی تشریح کریں؟)

(ب) متى رمل الحاج أو المعتمر وماهي كيفيته وهل هو واجب على المكي وغيره؟

(حجاج اور عمرہ کرنے والے کیسے رمل کرتے ہیں اور اس کی کیفیت کیا ہے؟ کیا یہ (رمل) مکی اور غیر مکی سب پر واجب ہے؟)

(ج) بين مؤقف الامام محمد والامام أبي حنيفة رحمهما الله تعالىٰ .

(حضرت امام محمد اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث

حضرت جابر بن عبداللہ الحرامی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود سے لے کر حجر اسود تک رمل کیا تھا۔

خط کشیدہ الفاظ کی تشریح: خط کشیدہ الفاظ کی تشریح درج ذیل ہے:

۱- رمل: صیغہ واحد مذکر غائب ثلاثی مجرد فعل ماضی معروف، اس کا معنی ہے: کندھوں کو حرکت دے کر چلنا، ٹہل کر چلنا۔

۲- الحجر: اس کی جمع احجار آتی ہے، اس سے مراد حجر اسود ہے، جو کعبہ معظمہ کے ایک کونہ میں نصب ہے۔ یہ پتھر جنت سے لایا گیا تھا اور قیامت کے دن اسے دوبارہ جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ حجاج کرام اور عمرہ کرنے والے لوگ اسے بوسہ دینے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

(ب) رمل کی کیفیت:

حاجی یا معتمر طواف بیت اللہ کے دوران رمل کرے گا۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ طواف کے سات چکروں میں سے پہلے تین چکروں میں رمل ہوگا جبکہ باقی چار چکروں میں رمل نہیں ہے۔ رمل کا طریقہ یہ ہے کہ لمبے لمبے قدم اٹھا کر اور اپنے کندھوں کو پہلوانوں کی طرح خوب حرکت دے کر چلنا۔ رمل سنت ہے۔ یاد رہے عورتوں کے لیے رمل نہیں ہے۔

مکی و غیر مکی کا رمل: طواف کے سات چکروں میں سے پہلے تین چکروں میں رمل کرنا مسنون ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ رمل مکی کے لیے مسنون ہے یا غیر مکی کے لیے یا سب کے لیے؟ اس بارے میں مختصر یہ ہے کہ رمل کرنے میں کوئی تخصیص نہیں ہے بلکہ مکی و غیر مکی سب کے لیے یکساں مسنون ہے۔

(ج) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا مؤقف:

طواف بیت اللہ کی حیثیت نماز و عبادت کی ہے، جس کے لیے طہارت و وضو فرض ہے۔ طہارت کے بغیر طواف بیت اللہ درست نہیں ہے۔ یہ امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے۔ تاہم اضطباع، رمل، حجر اسود کو بوسہ دینے کے لیے وضو شرط نہیں ہے۔ یعنی یہ امور بغیر وضو کے بھی انجام دیے جا سکتے ہیں لیکن باوضو انجام دینے کا ثواب زیادہ ہے۔ اسی طرح سعی صفا و مروہ کے لیے وضو ضروری نہیں ہے مگر باوضو ہونے کا اجر و ثواب زیادہ ہے۔

سوال نمبر 6: عن ابن عمر انه قال ماصلی علی عمر الا فی المسجد ۔

(الف) اذکر اختلاف الفقهاء فی جواز الصلوٰة علی المیت فی المسجد مفصلا مع دلائل کل فریق؟

(مسجد میں میت پر نماز جنازہ کے جواز و عدم جواز پر مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

(ب) هل یجوز أن یصلی علی جنازة مرة ثانیة علی القبر أو خارج القبر أم لا ماهو مذهب الامام أبی حنیفة والامام الشافعی رحمهما الله تعالیٰ فی هذه المسئلة؟

(کیا دوبارہ نماز جنازہ قبر پر یا خارج قبر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟)

جواب: (الف) مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنے پر مذاہب آئمہ:

کیا مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنا جائز ہے، ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں ادا کی گئی۔

۲- حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی گئی۔

۳- حضرت سعد بن بیضاء کی نماز جنازہ مسجد میں ادا کی گئی۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنا مکروہ ہے۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی مسجد میں نماز جنازہ ادا کرے اس کے لیے کوئی ثواب نہیں ہے۔

دونوں بزرگوں کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ یہ تمام امور مجبوری پر محمول ہیں یعنی مجبوری یا عذر کی بنا پر مسجد میں نماز جنازہ ادا کی جا سکتی ہے۔ علاوہ ازیں مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنا مکروہ تحریمی نہیں ہے بلکہ مکروہ تنزیہی ہے۔

(ب) نماز جنازہ کے تکرار میں مذاہب آئمہ:

جب میت پر ایک دفعہ نماز جنازہ پڑھی جا چکی تو کیا اس پر دوبارہ نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ دوبارہ نماز جنازہ ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ تاہم اگر ولی نے نماز جنازہ نہ پڑھی ہو تو وہ دوبارہ نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی

اللہ عنہم کے عمل سے استدلال کیا ہے کہ دونوں بزرگ ایک جنازہ میں شمولیت کے لیے تشریف لائے تو ان کے آنے سے قبل نماز جنازہ پڑھی جا چکی تھی۔ انہوں نے نماز جنازہ کی بجائے میت کے لیے محض دعاء استغفار کی تھی۔

۲- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز جنازہ میں تکرار جائز ہے۔ انہوں نے اس مشہور روایت سے استدلال کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرستان میں ایک تازہ قبر دیکھی تو دریافت فرمایا: یہ کس کی قبر ہے؟ عرض کیا گیا: یہ فلاں خاتون کی قبر ہے، جو رات کو فوت ہوگئی تھی۔ آپ نے اظہار افسوس کرتے فرمایا: تم نے مجھے نماز جنازہ کی اطلاع کیوں نہ دی؟ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! رات اندھیری تھی جس وجہ سے آپ کو تکلیف دینا ہم نے مناسب نہ سمجھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ نماز جنازہ میں تکرار جائز ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس روایت کا جواب یہ دیا جاتا ہے، یہ روایت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے متعلق ہے یا دوسری روایات سے یہ روایت منسوخ ہے۔

☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النہائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية و الاسلامية

"السنة الأولىٰ" للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۶ھ 2015ء

﴿الورقة الاولیٰ: علم الكلام﴾

الوقت المحدود: ثلث ساعات — مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ: کوئی سے چار سوالات کا حل مطلوب ہے۔

السوال الاول: والتكوين صفة الله تعالیٰ

(الف) اللہ تعالیٰ کی صفات حقیقیہ کتنی اور کون کون سی ہیں؟ نیز تکوین کے بارے میں معتزلہ، اشاعرہ اور دیگر فرقوں کا مسلک واضح کریں؟ (۱۵)

(ب) کلام نفسی اور کلام لفظی کی تعریف کریں؟ نیز جو قرآن مصاحف میں لکھا ہوا ہے۔ اس کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونے کے بارے میں ضابطہ تحریر کریں؟ (۱۰)

السوال الثانی: رویة الله تعالیٰ جائزة فی العقل

(الف) کیا دیدار باری تعالیٰ ممکن ہے؟ اس سلسلے میں قرآن و حدیث اور بزرگان دین کے مسلک کی وضاحت کریں؟ (۱۵)

(ب) معراج مصطفیٰ جسمانی تھی یا روحانی؟ مصنف کا مذہب بیان کر کے قرآن و حدیث سے اپنا مسلک واضح کریں؟ (۱۰)

السوال الثالث: لو كان فيهما آلهة الا الله لفسدتا

(الف) قرآنی آیات کی روشنی میں دلیل تمانع کو تفصیلاً بیان کریں؟ (۱۵)

(ب) کیا تمام افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے؟ اگر ہاں تو معتزلہ کا اس بارے میں جو

مذہب ہے اس کی وضاحت اور اپنے مسلک کی دلیل بیان کریں؟ (۱۰)

السوال الرابع: درج ذیل عقائد پر جامع نوٹ لکھیں؟ (۲۵)

۱- عذاب قبر۔ ۲- حوض کوثر۔ ۳- میزان۔ ۴- جنت۔ ۵- دوزخ۔

السوال الخامس: لفظ ہدایت کے لغوی اور اصطلاحی معنی کی وضاحت کریں؟ نیز اشاعرہ اور معتزلہ کا اس بارے میں جو مذہب ہے اسے دلائل کی روشنی میں تحریر کریں؟ (۲۵)

☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال اول) برائے طلباء بابت 2015ء

﴿پہلا پرچہ: علم الکلام﴾

السوال الاوّل: والتکوین صفة اللہ تعالٰی

(الف) اللہ تعالیٰ کی صفات حقیقیہ کتنی اور کون کون سی ہیں؟

نیز تکوین کے بارے میں معتزلہ، اشاعرہ اور دیگر فرقوں کا مسلک واضح کریں؟

(ب) کلام نفسی اور کلام لفظی کی تعریف کریں؟ نیز جو قرآن مصاحف میں لکھا ہوا ہے اس کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونے کے بارے میں ضابطہ تحریر کریں؟

جواب: (الف) باری تعالیٰ کی صفات حقیقیہ اور ان کی تعداد:

صفات باری تعالیٰ کی دو قسمیں ہیں، جو درج ذیل ہیں:

اول: صفات ثبوتیہ: وہ صفات باری تعالیٰ ہیں جو اس سے جدا نہیں ہو سکتیں، وہ تعداد میں دس ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) الواحد۔ (۲) الحیّ۔ (۳) واجب الوجود۔

(۴) القدیم۔ (۵) القادر۔ (۶) العلیم۔

(۷) البصیر۔ (۸) السمیع۔ (۹) المرید۔ (۱۰) الشافی۔

دوم: صفات سلبیہ: یہ وہ صفات ہیں، جن کا ذات باری تعالیٰ کے ساتھ جمع ہونا محال ہے۔ ان کی تعداد بارہ ہے، جو درج ذیل ہیں:

(۱) جوہر ہونا۔ (۲) عرض۔ (۳) ذی صورت ہونا۔

(۴) محدود ہونا۔ (۵) متبرک ہونا۔ (۶) معدود ہونا۔

(۷) متبعض ہونا۔ (۸) متناہی۔ (۹) ماہیت سے موصوف ہونا۔

(۱۰) مکان میں۔ (۱۱) اس پر زمانہ کا جاری ہونا۔ (۱۲) کسی چیز کا ہم مثل ہونا۔

تکوین کی تعریف اور اس میں مذاہب اہل کلام:

تکوین سے مراد ہے کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا، یہ باری تعالیٰ کی صفت حقیقی ہے اور صفت ازلی بھی۔

تکوین میں مشہور تین مذاہب ہیں جو درج ذیل ہیں:

پہلا مذہب: اشاعرہ اور معتزلہ کا مؤقف ہے کہ تکوین باری تعالیٰ کی صفت اضافی ہے، جو اس کی قوت اور ارادہ کی طرف راجع ہوتی ہے اور حادث ہے۔ البتہ صفات حقیقیہ سات ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) قدرت۔ (۲) ارادہ۔ (۳) حیات۔

(۴) علم۔ (۵) بصر۔ (۶) سمع۔ (۷) کلام۔

دوسرا مذہب: تکوین صفت باری تعالیٰ ہے اور اس کی صفت حقیقی وازلی ہے، اس سے جدا نہیں ہوسکتی اور غیر حادث ہے۔ صفات ثبوتیہ میں شمار کی جاتی ہے۔

تیسرا مذہب: آئمہ وراء النہر کا نقطہ نظر ہے کہ محض ترزیق اور احیاء اللہ تعالیٰ کی صفات حقیقیہ ہیں۔

(ب) کلام کی تعریف واقسام:

کلام باری تعالیٰ: وہ کلام ہے جو باذن الٰہی حضرت جبرائیل علیہ السلام آسمان سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نقل تواتر کے ساتھ لے کر حاضر ہوتے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسب ترتیب کاتبین وحی کو لکھاتے رہے۔

علماء کلام کی تحقیق کے مطابق کلام کی دو اقسام ہیں، جو درج ذیل ہیں:

اول: کلام لفظی: وہ کلام ہے جس کی تلاوت کی جاتی ہے، تحریر کی شکل میں قرطاس کی زینت بنائی جاتی ہے اور اس کے سبب مضامین ومفاہیم اور احکام ومسائل بیان کیے جاتے ہیں۔ یہ کلام ذات باری تعالیٰ کی صفت نہیں ہے، غیر ازلی اور حادث ومخلوق ہے۔

دوم: کلام نفسی: یہ مضامین، مفاہیم، احکام اور مسائل کا مجموعہ ہے جسے کلام لفظی کی شکل میں بیان کیا جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت، قدیم اور غیر حادث ہے۔

دونوں کلاموں کے بارے میں ضابطہ: کلام لفظی ہمارے افعال سے متعلق ہے، یہ ذات باری تعالیٰ کی صفت نہیں ہے، غیر ازلی اور حادث ہے۔ اس کے برعکس کلام نفسی ذات باری تعالیٰ کی صفت، قدیم اور غیر حادث ہے۔

السوال الثانی: رویة اللہ تعالیٰ جائزة فی العقل

(الف) کیا دیدار باری تعالیٰ ممکن ہے؟ اس سلسلے میں قرآن وحدیث اور بزرگان دین کے مسلک کی وضاحت کریں؟

(ب) معراج مصطفیٰ جسمانی تھی یا روحانی؟ مصنف کا مذہب بیان کر کے قرآن و حدیث سے اپنا مسلک واضح کریں؟

جواب: (الف) مسئلہ رؤیت باری تعالیٰ عقل ونقل کی روشنی میں:

اس بات پر تمام متکلمین، فقہاء اور بزرگان دین کا اتفاق ہے کہ آخرت میں رؤیت باری تعالیٰ کی دولت ہر مسلمان کو حاصل ہوگی۔ تاہم یہ اعزاز دنیا میں ممکن ہے یا نہیں؟ اس بارے میں متکلمین میں اختلاف ہے۔ تاہم قرآن وحدیث اور بزرگان دین کے اقوال کی روشنی میں یہ بات ثابت ہے کہ دنیوی زندگی میں بھی یہ ممکن ہے۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

ا-نقلی دلائل

ا-حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصرار رؤیت پر اللہ تعالیٰ نے انہیں یوں فرمایا: لَنْ تَرَانِیْ۔ "تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔" یہاں یہ نہیں فرمایا: مجھے کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا۔

۲-ارشاد خداوندی ہے: وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۔ "اس دن (قیامت کے روز) کچھ چہرے خوش وخرم ہوں گے جو اپنے پروردگار کو دیکھ رہے ہوں گے۔"

۳- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لامکان پر اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور اس کی رؤیت کے بارے میں یوں فرمایا: رَأَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ۔

۴- حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک سو ایک بار (خواب میں) اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا اعزاز حاصل کیا۔ (الخیرات الحسان)

۲- عقلی دلیل:

دنیا میں رؤیت باری تعالیٰ کے امکان کے حوالے سے عقلی دلائل سے ایک اہم دلیل یہ ہے: اعیان اور اعراض کے وجود پر ہمارا یقین ہے، ان دونوں کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، اسی لیے ہم اجسام اور اعراض میں امتیاز بھی کر سکتے ہیں۔ کسی چیز کو دیکھنا اور ملاحظہ کرنا ایک مشترکہ عمل ہے جس کے لیے کسی علت مشترکہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر کوئی علت موجود نہ ہو تو یہ بات لازم آئے گی کہ ایک معلول کے لیے متعدد عامل تامہ کی ضرورت نہ ہو اور علت مشترکہ وجود یا امکان کو ظاہر کرتی ہے۔ عدم چونکہ غیر مؤثر ہوتا ہے، اس لیے یہ علت نہیں بن سکتا۔ چونکہ حدوث و وجود میں عدم بھی موجود ہوتا ہے، جو رؤیت کی علت نہیں ہو سکتا۔ تاہم تمام ممکنات کے درمیان اشتراک ہوتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رؤیت باری تعالیٰ ممکن و جائز ہے۔

(ب) معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جسمانی:

کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی تھی یا روحانی؟ اس بارے میں محققین کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج روحانی ہوئی تھی۔ مصنف موصوف کا بھی یہی نظریہ ہے لیکن یہ نظریہ درست نہیں ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی تھی۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱- معراج کی رات ذات باری تعالیٰ سے ملاقات اور رؤیت کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رَأَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ۔

۲- قرآن میں یہ حقیقت مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی زیارت کا اعزاز حاصل کیا تو اپنی چشمان مبارکہ نہیں جھپکی تھیں۔

۳- اس کا محال ہونا ہی، اس کے وقوع کی دلیل ہے اور معجزہ وہی ہوتا ہے، جو عقل میں نہ آسکے۔

۴- آپ کا یہ عظیم معجزہ سن کر دشمن حرکت میں آ گئے اور انہوں نے اس کے خلاف عقلی دلائل کے انبار لگا دیے۔

۵- آخرت میں رؤیت باری تعالیٰ کی دولت سب مسلمانوں کو حاصل ہوگی، پھر اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص رہی؟

السوال الثالث: لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا

(الف) قرآنی آیات کی روشنی میں دلیل تمانع کو تفصیلاً بیان کریں؟

(ب) کیا تمام افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے؟ اگر ہاں تو معتزلہ کا اس بارے میں جو مذہب ہے اس کی وضاحت اور اپنے مسلک کی دلیل بیان کریں؟

جواب: (الف) قرآنی آیات کی روشنی میں دلیل تمانع:

ذات باری تعالیٰ کو صفات، افعال اور احکام کے حوالے سے ایک ماننا اور اس کے مقابل ہر ایک کا انکار کر دینا، تمانع ہے، جس عبارت سے اس امر کو ثابت کیا جائے، اسے دلیل کہتے ہیں۔ دلیل تمانع درج ذیل ہے:

۱- ارشاد خداوندی ہے: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ "اے محبوب آپ فرما دیں کہ اللہ ایک ہے۔"

۲- ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ "اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔"

۳- قرآن کا اعلان ہے: لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور خدا ہوتا تو یہ دونوں (زمین و آسمان) تباہ ہو جاتے۔

۴- ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ۔ "اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے پس تم اسی کی عبادت کرو۔"

۵- قرآن کریم کا اعلان ہے: اَفَمَنْ یَّخْلُقُ لِمَنْ لَّا یَخْلُقُ "کیا خالق اور مخلوق دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟"

(ب) تمام افعال کا خالق ذات باری تعالیٰ:

افعال کی دو قسمیں ہیں جو درج ذیل ہیں:

اول: افعال اضطراریہ: یہ ایسے افعال ہیں، جن میں انسان کو کوئی عمل دخل نہیں
جیسے: حرکت مرتعش وغیرہ۔

دوم: افعال اختیاریہ: یہ وہ افعال ہیں، جن میں انسان کو عمل دخل حاصل ہوتا ہے جیسے
ایمان وکفر اور اطاعت ومعصیت وغیرہ۔

فرقہ جبریہ کا مؤقف ہے کہ تمام افعال کا خالق صرف اللہ نہیں ہے بلکہ بندہ بھی ہے
اہل سنت اور ماتریدیہ کے نزدیک تمام افعال واعمال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے لیکن اعمال خیر کی
نسبت اللہ کی طرف اور اعمال سیئہ کی نسبت بندے کی طرف کی جائے گی۔

اس بارے میں دلائل درج ذیل ہیں:

۱- ارشاد خداوندی ہے: اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ۔ کیا ہر چیز کا خالق صرف اللہ ہے؟

۲- ارشاد ربانی ہے: تَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ۔ ''اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ
خوبصورت پیدا کرنے والا ہے۔''

اشاعرہ اور معتزلہ کا نقطہ نظر ہے کہ تمام افعال خواہ خیر ہوں یا بد سب کا خالق اللہ ہے
بندے کو اس کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے۔ یہ مذہب قابل تسلیم نہیں ہوسکتا بلکہ قابل مذمت ہے
کیونکہ اس میں کئی خداؤں کا تصور موجود ہے۔

السوال الرابع: درج ذیل عقائد پر جامع نوٹ لکھیں؟

۱- عذاب قبر ۲- حوض کوثر ۳- میزان ۴- جنت ۵- دوزخ۔

جواب: مندرجہ بالا عقائد کی وضاحت:

مندرجہ بالا عقائد وافکار کی وضاحت سطور ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

۱- عذاب قبر: انسان جو بھی اعمال انجام دیتا ہے، آخرت میں اس کی جزا وسزا بھگتنا
گی۔ عذاب قبر بھی عمل بد کا نتیجہ ہوتا ہے۔ یہ عذاب برحق ہے لیکن مومن کے لیے قبر ایسا

ے دباتی ہے جس طرح ماں شفقت سے اپنے بچے کو دباتی ہے۔ یہ سزا کفار کے لیے شدید
ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر انسان کے لیے جنت کے باغات میں سے ایک
باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

۲- حوض کوثر: یہ وہ عالیشان مقام ہے، جس پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی
اللہ علیہ وسلم کو فائز فرمائے گا۔ یہ ایسا پانی ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کو برتن بھر
بھر کر پلا رہے ہوں گے۔ جو ایک دفعہ یہ پانی پینے کی سعادت حاصل کرے گا، اسے دخول
جنت تک پیاس نہیں لگے گی۔

۳- میزان: انسان جو اعمال کرتا ہے، قیامت کے دن ان کا وزن کیا جائے گا، نیک
اعمال کا اجر اور اعمال بد کی سزا دی جائے گی۔ قیامت کے دن میزان عدل قائم کیا جائے گا،
جس پر یہ اعمال تولے جائیں گے۔ میزان کا وجود برحق ہے، خواہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت
نہیں ہے لیکن یہ قائم کرنے کا مقصد انصاف کی بنا پر انسان کو جزا یا سزا فراہم کرنا ہوگا۔ اس کا
وجود یقین ہے اور اس کا انکار گمراہی ہے۔

۴- جنت: اسلامی عقائد میں سے ایک اقرار جنت ہے، جو موجود ہے۔ یہ مسلمان کی
دائمی آرام گاہ ہے۔ یہ وجود میں آچکی ہے، جو ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے۔ حساب کتاب
کے بعد مسلمان اس میں داخل ہوگا۔ جو اس میں داخل ہوگا، اسے باہر نہیں نکالا جائے گا۔ اللہ
تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے یہ مکان عطا فرمائے گا۔

۵- دوزخ: دوزخ کا وجود برحق ہے، یہ کافر کی سزا گاہ ہے اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ
رہے گا۔ مسلمان اگر اپنے اعمال بد کے نتیجہ میں اس میں داخل ہوگا تو سزا بھگتنے کے بعد اسے
وہاں سے نکال لیا جائے گا۔ اس کا انکار کفر ہے۔ یہ ساتوں زمینوں کے نیچے ہے۔ معراج
کی رات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں جنت کا معائنہ کیا وہاں دوزخ کا بھی معائنہ
فرمایا تھا۔ آپ نے دوزخ میں اکثریت خواتین کی ملاحظہ فرمائی تھی۔

السوال الخامس: لفظ ہدایت کے لغوی اور اصطلاحی معنی کی وضاحت کریں؟ نیز
اشاعرہ اور معتزلہ کا اس بارے میں جو مذہب ہے اسے دلائل کی روشنی میں تحریر کریں؟

جواب: لفظ ہدایت کا لغوی واصطلاحی معنیٰ:

لفظ ''ہدایت''، فعل ثلاثی مجرد ناقص یائی باب فعل یفعل سے مصدر ہے جس کا لغوی معنیٰ ہے: راہنمائی کرنا۔ اس کا اصطلاحی وشرعی معنیٰ ہے: امت کو اعمال خیر کرنے کی رغبت دلانا اور اعمال بد سے منع کرنا، کیونکہ اعمال خیر کا مسلمان کو یقینی فائدہ ہوتا ہے۔ یہ خدمت انجام دینے والے کو ہادی، عمل کو ہدایت اور جسے ہدایت دی جائے اسے ''مہدی'' کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: اَلدَّالُ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ۔ یعنی نیکی کی راہنمائی کرنے والے کو اس پر عمل کرنے والے کے برابر ثواب عطا کیا جاتا ہے۔

اشاعرہ اور معتزلہ کے مؤقف کی وضاحت: دیگر گمراہ فرقوں کی طرح اشاعرہ اور معتزلہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ انسان تمام اعمال خواہ وہ اچھے ہوں یا برے انجام دینے میں خود مختار ہے۔ اعمال صالحہ کا اسے اجر دیا جائے گا اور اعمال سیئہ کی اسے سزا دی جائے گی۔ چونکہ نیکی یا برائی کرنے کا اختیار انسان کو حاصل ہے، لہٰذا اس کی جزا وسزا کا حقدار بھی یہی قرار پائے گا۔

☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية

''السنة الأولیٰ'' للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۶ھ 2015ء

﴿الورقة الثانية: لعلم الفرائض﴾

الوقت المحدود: ثلث ساعات — **مجموع الأرقام: ۱۰۰**

نوٹ: آخری سوال لازمی ہے اس کے علاوہ کوئی دو سوال حل کریں۔

السوال الأول: (الف) علم میراث کی فضیلت بیان کریں؟ ۸

(ب) کل حصہ داران کتنے اور کون کون سے ہیں؟ ۸

(ج) ماں، بیٹی، بیوی، علاتی بہن کے حالات لکھیں؟ ۱۷

السوال الثانی: عول کی تعریف کر کے درج ذیل امور واضح کریں؟ ۵

(الف) مخارج میں عول ہوتا ہے اور کتنا آتا ہے؟ ۱۰

(ب) تخریج کریں؟ (۱۵)

المیت

بیوی	دو بیٹیاں	ماں	باپ

(ج) اس مسئلے کو منبریہ کہا جاتا ہے، وجہ بیان کریں؟ ۳

السوال الثالث: للخنثیٰ المشکل اقل النصیبین اعنی اسوء الحالین عند ابی حنیفة رحمه الله و علیه الفتویٰ۔

(الف) عبارت کا ترجمہ وتشریح کریں؟ خنثیٰ کا لغوی معنیٰ اور خنثیٰ مشکل کی تعریف کریں؟ ۱۷

چار مرد حضرات یہ ہیں: (۱) باپ (۲) دادا (۳) ماں شریک بھائی (۴) خاوند۔

آٹھ خواتین کی تفصیل یہ ہے: (۱) دادی/ نانی (۲) ماں (۳) زوجہ (۴) بیٹی (۵) پوتی (۶) حقیقی بہن (۷) باپ شریک بہن (۸) ماں شریک بہن۔

(ج) ماں، بیٹی، بیوی اور علاتی بہن کے احوال

۱- ماں کے احوال: ماں کے تین احوال ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(i) سدس (چھٹا حصہ) ملے گا جبکہ اولاد موجود ہو یا حقیقی، علاتی، اخیافی بہن بھائیوں میں سے کوئی دو موجود ہوں۔

(ii) ثلث باقی ملے گا جب باپ کے ساتھ احد الزوجین موجود ہو۔

اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱- اگر میت شوہر ہو تو اس کی صورت یوں ہوگی: زوجہ، ماں، باپ

۲- اگر میت بیوی ہو تو اس کی صورت یوں ہوگی: زوج، ماں، باپ

(iii) ثلث کل: اگر مذکورہ صورتوں کے علاوہ کوئی صورت ہو۔

۲- بیٹی کے احوال: بیٹی کے تین احوال ہیں جو درج ذیل ہیں:

(i) نصف ملے گا جب ایک بیٹی ہو۔

(ii) دو تہائی حصہ ملے گا جب بیٹیوں کی تعداد دو یا دو سے زائد ہو۔

(iii) ذوی الفروض میں تقسیم کرنے کے بعد باقی تمام ملے گا جبکہ بیٹی کے ساتھ بیٹا بھی موجود ہو۔

۳- زوجہ کے احوال: بیوی کی دو حالتیں ہو سکتی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(i) چوتھائی حصہ ملے گا جبکہ میت کا بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتا اور پڑپوتی میں سے کوئی موجود نہ ہو۔

(ii) آٹھواں حصہ ملے گا جبکہ میت کا بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتا اور پڑپوتی میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو۔

۴- علاتی بہن کے احوال: علاتی بہن کے سات احوال ہو سکتے ہیں، جو درج ذیل

ہیں:

(i) نصف حصہ ملے گا جبکہ باپ شریک بہن ایک ہو اور اس کے ساتھ حقیقی بہن موجود نہ ہو۔

(ii) دو تہائی حصہ ملے گا جبکہ باپ شریک بہنیں دو یا دو سے زائد ہوں اور ان کے ساتھ حقیقی بہن موجود نہ ہو۔

(iii) چھٹا حصہ ملے گا جبکہ باپ شریک بہن ایک یا زائد ہوں اور ان کے ساتھ ایک حقیقی بہن بھی ہو۔

(iv) ترکہ سے کچھ بھی نہیں ملے گا جبکہ باپ شریک بہن ایک یا ایک سے زائد ہوں۔ ان کے ساتھ ایک یا دو حقیقی بہنیں ہوں جبکہ باپ شریک بھائی کوئی نہ ہو۔

(v) ذوی الفروض میں تقسیم کے بعد جو بچ جائے سب ملے گا جبکہ باپ شریک بہنوں کے ساتھ باپ شریک بھائی بھی موجود ہو۔ میت کی حقیقی بہنیں خواہ ہوں یا نہ ہوں۔

(vi) ذوی الفروض میں تقسیم کے بعد باقی ماندہ سب کچھ ملتا ہے جبکہ باپ شریک بہن کے ساتھ میت کی بیٹی، پوتی یا پڑپوتی بھی ہو۔

(vii) میراث سے کچھ بھی نہیں ملے گا جبکہ اس کے ساتھ میت کا باپ، دادا، بیٹا، پوتا یا پڑپوتا ہو۔

السوال الثانی: عول کی تعریف کر کے درج ذیل امور واضح کریں؟

(الف) مخارج میں عول ہوتا ہے اور کتنا آتا ہے؟

(ب) تخریج کریں؟

المیت

بیوی　　دو بیٹیاں　　ماں　　باپ

(ج) اس مسئلے کو منبریہ کہا جاتا ہے، وجہ بیان کریں؟

جواب: عول کی تعریف:

اگر مخرج مسئلہ تمام ورثاء پر برابر برابر تقسیم نہ ہوتا ہو، پھر مخرج مسئلہ میں عدد کا اضافہ کیا

جاتا ہے۔ یہ کمی تمام ورثاء میت پر ان کے حصص کی نسبت سے تقسیم ہو جاتی ہے۔

مخارج اور ان میں عول:

کل مخارج کی تعداد سات ہے، ان میں سے چار میں عول نہیں ہوتا۔ وہ چار مخارج یہ ہیں: 2، 3، 4 اور 8۔ تین مخارج میں عول ہوتا ہے، جو درج ذیل ہیں:

۱- 6 کا عول 10 تک ہو سکتا ہے۔

۲- 12 کا عول 17 تک ہو سکتا ہے۔

۳- 24 کا عول صرف 27 تک ہو سکتا ہے۔

(ب) تخریج:

اصل مسئلہ: 24 بالعول 27

میت

بیوی	دو بیٹیاں	ماں	باپ
1/8	2/3	1/6	1/6 مع عصبہ
3	16	4	4

(ج) اس مسئلہ کو منبریہ کہنے کی وجہ:

ایک دفعہ خلیفہ چہارم حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہو کر خطبہ دے رہے تھے، دوران خطبہ ان سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا تو آپ نے بلا تاخیر برسر منبر یہ مسئلہ بیان فرما دیا تھا۔ اسی لیے اس مسئلہ کو "مسئلہ منبریہ" کہا جاتا ہے۔

السوال الثالث: للخنثی المشکل اقل النصیبین اعنی اسوء الحالین عند ابی حنیفة رحمه الله و علیه الفتوی۔

(الف) عبارت کا ترجمہ وتشریح کریں؟ خنثیٰ کا لغوی معنی اور خنثیٰ مشکل کی تعریف کریں؟

(ب) صورت مسئلہ حل کریں؟

المیت

بیٹا	بیٹی	خنثیٰ مشکل

جواب: (الف) ترجمہ عبارت:

خنثیٰ مشکل کو دو حصوں سے کم یعنی دونوں صورتوں میں سے کم درجہ کے موافق حصہ ملے گا۔ یہ مسئلہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

تشریح عبارت: مصنف اس عبارت میں اس مسئلہ کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ خنثیٰ مشکل کو دو صورتوں میں سے کم درجہ کے مطابق وراثت فراہم کی جائے گی۔ یہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے اور فتویٰ بھی اسی پر ہے۔ الغرض خنثیٰ کا درجہ عورت کے مقابل کم ہے تو اسے وراثت بھی اپنے درجہ کے مطابق دی جائے گی۔

خنثیٰ کا لغوی معنیٰ: لفظ "خنثیٰ" واحد ہے اور اس کی جمع ہے: خناث، خناثی۔ اس کا لغوی معنیٰ ہے: بے کار، ہیجڑا۔

خنثیٰ مشکل کی تعریف: اس سے مراد وہ شخصیت ہے جس میں تذکیر و تانیث ہونے کی اہلیت ہو یا دونوں کی اہلیت ہو۔

جواب: (ب) صورت مسئلہ کا حل:

اصل مسئلہ: 4

میت

بیٹا	بیٹی	خنثیٰ مشکل
2	1	1

السوال الرابع: (الف) رد کی تعریف کریں، وارثوں کو حصہ دینے کے بعد باقی ماندہ مال کا ضابطہ کیا ہے؟

اختلاف آئمہ لکھ کر اپنا مذہب مع دلائل واضح کریں؟

(ب) ثم مسائل الرد علی اقسام اربعة احدها ان یکون فی المسئلة جنس واحد ممن یرد علیه عند عدم من لا یرد علیه فاجعل المسئلة رؤسهم .

عبارت کا ترجمہ کریں اور مطلب واضح کریں؟

(ج) درج ذیل دوصورتیں حل کر کے رد کریں؟

۱-المیت

بیٹی	بیٹی

۲-المیت

بیٹی	ماں

جواب: (الف) رد کی تعریف اور ضابطہ:

رد کا لغوی معنیٰ ہے: واپس کرنا، لوٹانا۔ علم میراث کی اصطلاح میں اس سے مراد ہے: مخرج مسئلہ سے ذوی الفروض کو ان کے مقرر کردہ شرعی حصص دینے کے بعد باقی ماندہ ترکہ عصبہ موجود نہ ہونے کی وجہ سے ذوی الفروض میں ان کے حصص کے مطابق دوبارہ تقسیم کر دینا۔

مذاہب آئمہ فقہ: احناف اور عام صحابہ کا مؤقف مندرجہ بالا ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ فاضل دولت دوبارہ تقسیم نہیں کی جائے گی بلکہ وہ بیت المال میں جمع کروائی جائے گی۔ حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر بھی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق ہے۔

(ب) ترجمہ عبارت:

پھر مسائل کے رد کی چار اقسام ہو سکتی ہیں: ان میں سے پہلا یہ ہے کہ جن پر رد کیا جائے اور جن پر رد نہ کیا جاتا ہو، ان کا کوئی فرد موجود نہ ہو، تو اصل مسئلہ رؤس سے شروع کیا جائے گا۔

مفہوم عبارت: رد کی چار اقسام میں سے پہلی قسم کی صورت یہ ہے کہ جن پر رد پیش کیا جائے ان میں سے اور جن پر رد نہ کیا جائے ان میں سے کسی کا کوئی فرد موجود نہ ہو، تو اصل مسئلہ کا آغاز رؤس سے کیا جائے گا۔

(ج) دونوں صورتوں کا حل ورد:

مندرجہ بالا دونوں صورتوں کا حل ورد درج ذیل ہے:

۱-پہلی صورت کا حل ورد: اصل مسئلہ: 2

میت

بیٹی	بیٹی
1	1

۲-دوسری صورت کا حل ورد: اصل مسئلہ: 4

میت

بیٹی	ماں
3	1

☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باکستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية و الاسلامية

"السنة الأولیٰ" للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۶ ھ 2015ء

﴿الورقة الثالثة: للفقه و أصوله﴾

الوقت المحدود: ثلث ساعات　　　　مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ: ہر قسم سے کوئی دو دو سوال حل کریں؟

القسم الأوّل: الفقه

السوال الأول: الشفعة للخلیط فی نفس المبیع ثم للخلیط فی حق المبیع کالشرب والطریق، ثم للجار ۔

(الف) عبارت پر اعراب لگائیں اور ترجمہ وتشریح کریں؟ ۹

(ب) جار کو حق شفعہ دینے میں امام شافعی کا اختلاف مع دلیل لکھ کر اپنے مذہب پر دلیل دیں؟ ۸

(ج) شفعہ کا لغوی واصطلاحی معنی بیان کریں؟ اس کی مشروعیت کا فائدہ کیا ہے؟ ۸

السوال الثانی: لایحل للرجال لبس الحریر ویحل للنساء ۔

(الف) ترجمہ کریں اور اس مسئلہ پر دلیل بیان کریں؟ ۵

(ب) مرد تھوڑا سا ریشم استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟ بصورت اوّل اس کی مقدار کیا ہے؟ عذر کی صورت میں ریشم استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟ دلیل کے ساتھ لکھیں؟ (۱۰)

(ج) بچوں (مذکر) کو ریشمی کپڑے پہنانا جائز ہے یا نہیں؟ اپنا مؤقف مع دلیل لکھیں؟ (۱۰)

السوال الثالث: (الف) الوصیة غیر واجبة وهی مستحبة ۔ ترجمہ کریں اور خط کشیدہ صیغہ بتائیں؟ ۷

(ب) درج ذیل امور کی وضاحت کریں؟ ۱۸

۱- استحباب وصیت پر دلیل کیا ہے؟ ۲- کتنے مال کی وصیت جائز ہے؟ ۳- کن کے لیے وصیت ناجائز ہے؟ ۴- وصیت کے بعد رجوع کرسکتا ہے؟ ۵- مقروض وصیت کرسکتا ہے یا نہیں؟ ۶- کیا وصیت ابتداءً فرض تھی؟ فرض تھی تو اس پر دلیل؟

القسم الثانی: أصول الفقه

السوال الرابع: والفقه معرفة النفس مالها وما علیها

(الف) ترجمہ کریں "مالها وما علیها" میں ممکنہ احتمالات میں سے دو احتمال وضاحت کے ساتھ بیان کریں؟ (۱۵)

(ب) بعض علماء نے تعریف مذکور میں "عملاً" کی قید کا اضافہ کیا۔ کیا یہ اضافہ صحیح ہے؟ نیز اس اضافے سے ان کا مقصد کیا ہے؟ ۱۰

السوال الخامس: القرآن هو ما نقل الینا بین دفتی المصاحف تواترا ۔

(الف) عبارت کا ترجمہ وتشریح کریں؟ نیز ابن حاجب نے اس تعریف کو دوری کہا اس کا دوری ہونا واضح کریں پھر اس کا جواب دیں؟ (۱۵)

(ب) قرآن کون سا صیغہ ہے؟ ہفت اقسام میں کیا ہے؟ اس کا معنی کیا ہے؟ ۴

(ج) تنقیح، توضیح، تلویح کے مصنفین کے نام لکھیں اور بتائیں ان میں سے کون سی کتاب کس کی شرح ہے؟ (۶)

السوال السادس: علی أن بعض الطهر لیس بطهر والالکان الثالث کذالك ۔

(الف) ترجمہ کریں نیز یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے سوال مع جواب کی وضاحت کریں؟ ۱۳

(ب) "قروء" سے کیا مراد ہے؟ حیض یا طہر۔ حنفیہ، شافعیہ کا مذہب مع دلیل لکھیں؟ ۱۲

درجہ عالمیہ (سال اول) برائے طلباء بابت 2015ء

﴿پرچہ سوم: فقہ واصول فقہ﴾

قسم اول: فقہ

سوال نمبر 1: اَلشُّفْعَةُ وَاجِبَةٌ لِلْخَلِيْطِ فِیْ نَفْسِ الْمَبِيْعِ ثُمَّ لِلْخَلِيْطِ فِیْ حَقِّ الْمَبِيْعِ كَالشُّرْبِ وَالطَّرِيْقِ، ثُمَّ لِلْجَارِ۔

(الف) عبارت پر اعراب لگائیں اور ترجمہ وتشریح کریں؟

(ب) جار کو حق شفعہ دینے میں امام شافعی کا اختلاف مع دلیل لکھ کر اپنے مذہب پر دلیل دیں؟

(ج) شفعہ کا لغوی واصطلاحی معنیٰ بیان کریں؟ اس کی مشروعیت کا فائدہ کیا ہے؟

جواب: (الف) عبارت پر اعراب اور ترجمہ:

اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

شفعہ نفس مبیع میں شریک کے لیے ضروری ہے، پھر حق مبیع میں شریک کے لیے مثلاً پانی اور راستہ میں شریک کے لیے اور پھر پڑوسی کے لیے۔

تشریح عبارت: اس عبارت میں تین اہم مسائل بیان کیے گئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- نفس مبیع میں شریک شخص شفعہ کا زیادہ حقدار ہے۔

۲- اس کے بعد زیادہ شفعہ کا حقدار وہ شخص ہے، جو حق مبیع میں شریک ہو جیسے: کھیت وغیرہ کو سیراب کرنے والے پانی اور راستہ میں شریک آدمی۔

۳- تیسرے درجہ پر ہمسایہ کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔

(ب) جار کو حق شفعہ دینے کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب:

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جار کو حق شفعہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے درج ذیل روایت سے استدلال کیا ہے:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انّ الشفعة فیما یقسم فاذا وقعت الحدود و صرفت الطرق فلا شفعة۔ یعنی شفعہ صرف قابل تقسیم چیز میں ہو سکتا ہے، جب حدود پابندی قائم ہو جائے تو پھر شفع نہیں ہو سکتا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل یہ روایت ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الجار احق بشفعته۔ ہمسایہ شفعہ کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔

(ج) شفعہ کا لغوی واصطلاحی معنیٰ:

شفعہ کا لغوی معنیٰ ہے: کسی چیز کے مالک بننے کے لیے کسی شخص کے لیے رکاوٹ بننا۔ اس کا شرعی واصطلاحی معنیٰ ہے کہ کسی چیز پر کسی کے حق بیع کو ختم کر کے وہی قیمت ادا کر کے اس چیز پر قابض ہو جانا۔ احناف کے نزدیک جائیداد غیر منقولہ میں شفعہ ہو سکتا ہے، خواہ وہ قابل تقسیم ہو یا نہ ہو۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ جواز شفعہ کے لیے چیز کا قابل تقسیم ہونا شرط ہے، لہٰذا نا قابل تقسیم چیز میں شفعہ نہیں ہو سکتا۔

سوال نمبر 2: لایحل للرجال لبس الحریر ویحل للنساء۔

(الف) ترجمہ کریں اور اس مسئلہ پر دلیل بیان کریں؟

(ب) مرد تھوڑا سا ریشم استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟ بصورت اول اس کی مقدار کیا ہے؟ عذر کی صورت میں ریشم استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟ دلیل کے ساتھ لکھیں۔

(ج) بچوں (مذکر) کو ریشمی کپڑے پہنانا جائز ہے یا نہیں؟ اپنا مؤقف مع دلیل لکھیں۔

جواب: (الف) ترجمہ:

مردوں کے لیے ریشم کا استعمال جائز نہیں ہے اور خواتین کے لیے جائز ہے۔

دلیل: اس مسئلہ پر دلیل وہ حدیث ہے جس میں ریشم کا استعمال مردوں کے لیے حرام اور خواتین کے لیے حلال قرار دیا گیا ہے۔

(ب) مردوں کے لیے جائز مقدار ریشم

عورتوں کے لیے ریشم کا استعمال جائز ہے لیکن مردوں کے لیے جائز نہیں ہے۔ تاہم تین چار انگلیوں کے برابر پٹی یا تکیہ کے لیے یا سرہانے کے اوپر استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔ اس کا ثبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے بھی ملتا ہے۔

مردوں کے لیے عذر کی بنا پر ریشم کا استعمال جائز ہونا: عذر یا مجبوری کی بنا پر مرد حضرات کے لیے بھی ریشم کا استعمال جائز ہے جیسے: نماز کا وقت ہونے پر کسی کے عام کپڑے پلید ہوں لیکن ریشمی کپڑے صاف ہوں، وہ ریشمی کپڑے زیب تن کر کے نماز ادا کر سکتا ہے۔ اس لیے کہ عذر یا مجبوری کی وجہ سے احکام شرعی تبدیل ہو جاتے ہیں جیسے: جان بچانے کے لیے خنزیر کا گوشت حلال ہو جاتا ہے بشرطیکہ بقدرِ ضرورت ہو۔

(ج) بچوں (مذکر) کو ریشمی کپڑے پہنانے کا شرعی حکم:

مردوں کی طرح چھوٹے بچوں کو بھی ریشمی کپڑے پہنانا ممنوع و حرام ہے۔ بچے خواہ نابالغ ہونے کی وجہ سے غیر مکلّف ہیں مگر پہنانے والے تو مکلّف ہیں۔ لہٰذا انہیں ریشمی کپڑے پہنانا حرام ہے۔ تاہم خواتین کی طرح بچیوں کے لیے ریشمی کپڑوں کا استعمال جائز ہے۔

سوال نمبر 3: (الف) الوصية غير واجبة وهي مستحبة ۔ ترجمہ کریں اور خط کشیدہ صیغہ بتائیں؟

(ب) درج ذیل امور کی وضاحت کریں؟

۱- استحبابِ وصیت پر دلیل کیا ہے؟ ۲- کتنے مال کی وصیت جائز ہے؟
۳- کن کے لیے وصیت ناجائز ہے؟ ۴- وصیت کے بعد رجوع کر سکتا ہے؟
۵- مقروض وصیت کر سکتا ہے یا نہیں؟ ۶- کیا وصیت ابتداءً فرض تھی؟ فرض تھی تو اس پر دلیل؟

جواب: (الف) ترجمہ عبارت:

وصیت کرنا واجب نہیں ہے، یہ تو مستحب عمل ہے۔

خط کشیدہ صیغہ: لفظ "مستحبة" صیغہ واحد مؤنث اسم مفعول ثلاثی مزید فیہ باہمزہ وصل باب استفعال۔ اس کا معنیٰ ہے: مباح، جائز، بہتر۔

جواب: (ب) مختلف امور کی وضاحت:

مندرجہ بالا امور کی وضاحت درج ذیل ہے:

۱- استحباب وصیت کی دلیل: قرآن وحدیث میں وصیت کے باب میں امر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ خواہ اس بارے میں امر کا صیغہ وجوب کے لیے استعمال ہوتا ہے لیکن اس کا استحباب کے لیے استعمال ہونا بھی مشروع ہے۔

۲- وصیت کی مقدار: وراثت کے تہائی مال یا اس سے کم مقدار میں وصیت کرنا جائز ہے لیکن زائد میں وصیت باطل۔

۳- جن لوگوں کو وصیت کرنا جائز نہیں ہے: وہ ورثاء جو وراثت کے حقدار پا رہے ہوں، ان میں سے کسی کے نام وصیت کرنا منع ہے، کیونکہ ایسی صورت میں دیگر ورثاء کی حق تلفی ہوگی اور باہم نفرت پیدا ہوگی۔

۴- وصیت کے بعد رجوع کرنے کا حکم: دریافت طلب یہ امر ہے کہ وصیت کے بعد رجوع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں شرعی نقطہ نظر یہ ہے کہ جس طرح "ہبہ" میں رجوع جائز ہے، اسی طرح وصیت میں رجوع روا ہے۔

۵- مقروض کی وصیت کا شرعی حکم: مقروض کا وصیت کرنا شرعی نقطہ نظر سے ممنوع و باطل ہے۔ تاہم قرضہ کی ادائیگی کے بعد مال وراثت بچنے کا امکان ہو تو وصیت جائز ہوگی لیکن وہ بھی تہائی وراثت میں۔

۶- ابتداءً وصیت کا حکم: ابتداءً وصیت فرض تھی، پھر واجب قرار پائی اور بعد میں استحباب کے درجہ میں آ گئی۔ اب احناف کے نزدیک وصیت کرنا مستحب ہے۔

وصیت کی شرعی حیثیت کے بارے میں آئمہ فقہ کے مختلف اقوال ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱- بعض علماء وفقہاء کے نزدیک وصیت کرنا فرض ہے۔ انہوں نے اس ارشاد ربانی سے استدلال کیا ہے: اَلْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۔ والدین اور اعزاء واقارب کے حق میں وصیت ہے۔

۲- بعض فقہاء وصیت کو واجب قرار دیتے ہیں، ان کی دلیل یہ ارشاد خداوندی ہے: كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ الخ موت کا وقت قریب آنے پر تم پر وصیت ہے۔

۳- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ وصیت کرنا مستحب ہے۔

قسم ثانی: اصول فقہ

سوال نمبر 4: الفقه معرفة النفس مالها وما عليها

(الف) ترجمہ کریں "مالھا وما علیھا" میں ممکنہ احتمالات میں سے دو احتمال وضاحت کے ساتھ بیان کریں؟

(ب) بعض علماء نے تعریف مذکور میں "عملاً" کی قید کا اضافہ کیا۔ کیا یہ اضافہ صحیح ہے؟ نیز اس اضافے سے ان کا مقصد کیا ہے؟

جواب: (الف) ترجمہ عبارت:

علم فقہ نفس کا اپنے نفع ونقصان کو پہچاننا ہے۔

"مالھا وما علیھا" میں دو ممکنہ احتمالات: ان الفاظ میں دو ممکنہ احتمالات درج ذیل ہیں:

۱- جو عمل نفس کے لیے نافع ہے وہ آخرت میں "مالھا" ہوگا۔ جو عمل نقصان دہ ہے وہ آخرت میں "ماعلیھا" ہوگا۔ اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ

۲- "مالھا" سے مراد اجر وثواب اور "ماعلیھا" سے مراد عذاب وعقاب ہو۔ مطلب یہ ہے کہ انسان جو اعمال صالحہ کرتا ہے، ان کا اجر وثواب اور جو اعمال سیئہ انجام دیتا ہے، ان کی سزا ملے گی۔

(ب) فقہ کی تعریف میں "عملاً" کی قید کا اضافہ اور مقصد:

بعض فقہاء نے علم فقہ کی تعریف کرتے ہوئے اس میں لفظ "عملاً" کا اضافہ کیا ہے۔ اس لفظ کی قید سے ان کا مقصد وحدانیات، اعتقادات اور علم تصوف وکلام کو خارج کرنا ہے۔ اگر یہ قید نہ لگائی جائے تو یہ تمام علوم، علم فقہ کی تعریف میں داخل رہیں گے۔

سوال نمبر 5: القرآن هو ما نقل الينا بين دفتي المصاحف تواترا۔

(الف) عبارت کا ترجمہ وتشریح کریں نیز ابن حاجب نے اس تعریف کو دوری کہا اس کا دوری ہونا واضح کریں پھر اس کا جواب دیں؟

(ب) قرآن کون سا صیغہ ہے؟ ہفت اقسام میں کیا ہے؟ اس کا معنی کیا ہے؟

(ج) تنقیح، توضیح، تلویح کے مصنفین کے نام لکھیں اور بتائیں ان میں سے کون سی کتاب کس کی شرح ہے؟

جواب: (الف) عبارت کا ترجمہ وتشریح:

قرآن ایسا کلام ہے، جو جلد کی شکل میں محفوظ ہے اور نقل تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے۔

تشریح: قرآن کریم وہ آخری آسمانی کتاب ہے، جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے واسطہ سے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی اور نقل تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچی۔ اس کے نزول کے تین مراحل ہیں: (۱) لوح محفوظ پر۔ (۲) آسمان دنیا پر۔ (۳) پھر آسمان دنیا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

فقہ کی تعریف دوری اور اس کا جواب: علامہ ابن حاجب رحمہ اللہ تعالیٰ فقہ کی اس تعریف پر اعتراض کرتے ہوئے اسے دوری قرار دیتے ہیں۔ قرآن کریم کی تعریف ہے:

القرآن مما نقل فی المصاحف ۔ اگر دریافت کیا جائے: **ما المصاحف؟** مصحف کیا چیز ہے تو جواب میں کہا جاتا ہے: **المصحف الذی کتب فی القرآن** ۔ یعنی کتاب اللہ کا سمجھنا مصحف پر موقوف ہے اور مصحف کا سمجھنا قرآن پر موقوف ہے، سو اسی کا نام تو دور ہے۔

جواب: مصنف رطب اللسان ہیں کہ اس مقام کی تحقیق کا میں نے قصد کیا تو یہ بات سامنے آئی کہ انواع تعریفات میں سے پہلے تعین کر لیا جائے تاکہ "کتاب اللہ" کی جامع مانع تعریف ہو جائے۔ جس وجہ سے یہ کتاب دیگر کتب سے ممتاز ہو جائے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ مقدس کتاب کسی بھی تعریف کی محتاج نہیں ہے۔

(ب) قرآن صیغہ، ہفت اقسام سے تعلق اور معنیٰ:

لفظ "قرآن"، فعل ثلاثی مجرد سے فعلان کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے، جو قَرَأَ یَقْرَأُ سے بنا ہے۔ یہ ہفت اقسام سے مہموز اللام ہے۔ اس کا معنیٰ ہے: سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب۔ بلاشبہ قرآن وہ واحد آسمانی کتاب ہے جس کی تلاوت سب سے زیادہ کی جاتی ہے۔

(ج) تنقیح، توضیح اور تلویح کے مصنفین کے اسماء گرامی:

کتاب تنقیح متن ہے جبکہ توضیح اس کی شرح اور دونوں کتابوں کے مصنف علامہ عبید اللہ بن مسعود حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ کتاب تلویح، توضیح کی شرح ہے، جو علامہ سعد الدین مسعود بن عمر رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہے۔

سوال نمبر6: علی أن بعض الطهر ليس بطهر والالكان الثالث كذالك.

(الف) ترجمہ کریں نیز یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے سوال مع جواب کی وضاحت کریں؟

(ب) "قروء" سے کیا مراد ہے؟ حیض یا طہر۔ حنفیہ، شافعیہ کا مذہب مع دلیل لکھیں؟

جواب: (الف) ترجمہ عبارت:

طہر کا کچھ حصہ طہر نہیں رہے گا وگرنہ تیسرے طہر کی کیفیت بھی یہی ہوگی۔

سوال مقدر اور اس کا جواب: عربی عبارت میں مصنف ایک مقدر سوال کا جواب دے رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ تم یہ کہتے ہو کہ حساب لگانے سے دو طہر اور ایک طہر کا کچھ حصہ بنے گا مگر تین طہر کی مدت بن جائے گی' کیونکہ بعض طہر بھی ایک مکمل طہر تصور ہوتا ہے خواہ اس کی مدت ایک گھڑی ہو؟

اس کا جواب مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ یوں دے رہے ہیں کہ یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ طہر اوّل کے کچھ حصہ کو کامل طہر قرار نہیں دیا جا سکتا اور طہر ثالث کی کیفیت بھی اس سے مختلف نہیں ہو سکتی، کیونکہ اس طہر کا کچھ حصہ گزر چکا ہوگا اور کچھ ابھی باقی ہوگا۔ ایسی صورتحال میں عدت پوری ہونے پر نکاح ثانی جائز ہونا چاہیے حالانکہ یہ اجماع کے منافی ہے۔

(ب) لفظ قروء کے معنیٰ میں اختلاف آئمہ فقہ:

خواتین کو طلاق دینے کی صورت میں ان کے بارے میں شرع نے ایک خاص حکم یہ جاری کیا ہے: **وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ** ۔ یعنی مطلقہ عورتیں تین قروء تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔

اس آیت میں لفظ "قروء" استعمال کیا گیا ہے جس کے معنیٰ ومفہوم میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اس آیت میں "قروء" سے مراد طہر ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ تین سے لے کر دس تک اعداد کی تمیز تذکیر وتانیث کے اعتبار سے خلاف قیاس آتی ہے۔ یہاں لفظ "ثلاثة" مؤنث ہے، اس لیے اس کا معدود (تمیز) مذکر ہونا چاہیے جو فقط 'طہر' ہی ہو سکتے ہیں۔

۲۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک لفظ "قروء" سے مراد "حیض" ہیں، اگر اس سے مراد طہر ہو تو حکم پر عمل نہیں ہو سکے گا، کیونکہ جس طہر میں طلاق دی گئی وہ کامل (مکمل) نہیں ہوگا بلکہ ایک طہر کا کچھ حصہ قرار پائے گا۔ اس طرح ٹھہرنے کی

مدت دوطہر اور تیسرے طہر کا کچھ حصہ ہوگی۔ تاہم اگر قروء سے حیض مراد لیے جائیں تو حکم خداوندی پر عمل ممکن ہوسکتا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے لفظ "قروء" سے "حیض" مراد لینے سے قاعدہ نحوی کی مخالفت لازم نہیں آتی، کیونکہ جس طرح لفظ "طہر" مذکر ہے، اسی طرح لفظ "حیض" بھی مذکر استعمال ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة پاکستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية و الاسلامية

"السنة الأولى" للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۶ ھ 2015ء

﴿الورقة الرابعة: أصول الحديث و أصول التحقيق﴾

الوقت المحدود: ثلث ساعات　　　مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ: دونوں قسموں سے دو، دو سوال حل کریں۔

القسم الاول: أصول الحديث

السوال الاول: ثم الاسناد اما أن ينتهي الى النبي صلى الله عليه وسلم اما تصريحا أو حكما من قوله صلى الله عليه وسلم أو من فعله أو من تقريره

(الف) مرفوع صریح، مرفوع حکمی، مرفوع فعلی، مرفوع تقریری کی تعریف کریں اور ہر ایک کی مثال دیں؟ (۱۵)

(ب) صحابی، تابعی اور مخضرم کی تعریف کریں اور بتائیں نجاشی شاہ حبشہ کن میں سے تھے؟ ۱۰

السوال الثانی: درج ذیل میں سے پانچ کی تعریف مع حکم تحریر کریں؟ (۲۵)

حدیث متواتر، خبر واحد، صحیح لذاتہ، حسن لذاتہ، معضل، معلق، عزیز

السوال الثالث: (الف) مدلس اور مرسل خفی کی تعریف کریں؟ دونوں میں فرق واضح کریں؟ (۱۰)

(ب) مرسل کی تعریف کریں اس کی حجیت میں اختلاف آئمہ لکھ کر قول راجح بیان کریں؟ (۱۵)

القسم الثانی: أصول التحقیق

السوال الخامس: (الف) انتخاب موضوع کے رائج دو طریقوں پر نوٹ لکھیں؟ (۱۰)

(ب) انتخاب موضوع کے ذرائع اور وسائل تفصیلاً بیان کریں؟ (۱۵)

السوال السادس: خاکہ تحقیق (Synopsis) کے عناصر پر مفصل نوٹ لکھیں؟ (۲۵)

السوال السابع: (الف) مصادر ومراجع کی تعریف اور ان کے مابین فرق مثالوں سے واضح کریں؟ (۱۵)

(ب) کتاب "تحقیق وتدوین کا طریقہ کار" کے مصنف کا نام لکھیں اور بتائیں کیا مراجع سے نقل کرنا درست ہے؟ (۱۰)

☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال اول) برائے طلباء بابت 2015ء

﴿پرچہ چہارم: اصول حدیث واصول تحقیق﴾

قسم اوّل: اصول حدیث

سوال نمبر 1: ثم الاسناد اما أن ینتهی الی النبی صلی الله علیه وسلم اما تصریحا أو حکما من قوله صلی الله علیه وسلم أو من فعله أو من تقریره

(الف) مرفوع صریح، مرفوع حکمی، مرفوع فعلی، مرفوع تقریری کی تعریف کریں اور ہر ایک کی مثال دیں؟

(ب) صحابی، تابعی اور مخضرم کی تعریف کریں اور بتائیں نجاشی شاہ حبشہ کن میں سے تھے؟

جواب: (الف) اصطلاحات کی تعریفات اور ان کی مثالیں:

اصطلاحات بالا کی تعریفات اور ان کی مثالیں درج ذیل ہیں:

حدیث مرفوع: وہ حدیث ہے جس کی سند حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہو، وہ روایت مرفوع خواہ قولی ہو یا فعلی ہو یا تقریری ہو۔

حدیث مرفوع قولی صریحی کی مثال یوں ہے کہ صحابی نے یوں کہا: حدثنا رسول الله صلی الله علیه وسلم بکذا یا سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یا قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کذا یا عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قال کذا

حدیث مرفوع فعلی صریحی کی مثال یوں ہے کہ صحابی نے یوں کہا: رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم فعل کذا یا کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یفعل کذا۔

حدیث مرفوع فعلی حکمی کی مثال یوں ہے کہ کوئی صحابی ایسا عمل خیر کرے جو دو سے زائد صحابہ سے مختلف مروی ہو جیسے: "صلوٰۃ کسوف" دو رکعت ادا کرنا، کیونکہ ممکن ہے کہ اس صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے ملاحظہ کیا ہو۔

حدیث مرفوع تقریری صریحی کی مثال یوں ہے کہ کسی صحابی نے کہا فعلت بحضرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کذا یا کسی غیر صحابی نے یوں کہا فعل فلان بحضرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کذا۔

(ب) اصطلاحات کی تعریفات:

مندرجہ بالا اصطلاحات کی تعریفات درج ذیل ہیں:

۱- صحابی: وہ شخصیت ہے جس نے اسلام کی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس فیض رساں میں بیٹھنے کی سعادت حاصل کی ہو اور ایمان کی حالت میں وہ دنیا سے رخصت ہوا ہو۔

۲- تابعی: وہ شخصیت ہے جس نے ایمان کی حالت میں صحابی کی مجلس میں بیٹھنے کا شرف حاصل کیا ہو اور ایمان کی حالت میں وہ دنیا سے روانہ ہوا ہو۔

۳- مخضرم: وہ آدمی ہے جس نے کچھ زمانہ جاہلیت پایا ہو اور کچھ زمانہ اسلام پایا ہو۔

شاہ حبشہ نجاشی کا تعلق: شاہ حبشہ نجاشی رضی اللہ عنہ بھی "مخضرم" تھے، کیونکہ انہوں نے بھی زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں کو پایا تھا۔ ان کے وصال پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو جمع کر کے ان کی نماز جنازہ بھی پڑھائی تھی۔

سوال نمبر 2: درج ذیل میں سے پانچ کی تعریف مع حکم تحریر کریں؟

(۱) حدیث متواتر (۲) خبر واحد (۳) صحیح لذاتہ (۴) حسن لذاتہ (۵) معضل (۶) معلق (۷) عزیز

جواب: اصطلاحات حدیث کی تعریفات:

۱- حدیث متواتر: وہ روایت ہے جس کے رواۃ ہر زمانہ میں اتنے کثیر ہوں کہ

ان کا جھوٹ پر اجتماع ناممکن ہو۔

حکم: اس سے تمام احکام و مسائل شرعی ثابت ہوتے ہیں۔

۲- خبر واحد: ایسی روایت ہے، جس میں تواتر کی شرط معدوم ہو۔

حکم: اس سے ظن کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

۳- صحیح لذاتہ: وہ حدیث ہے جس کی سند کے جملہ رواۃ تام الضبط ہوں، سند متصل ہو اور وہ روایت شاذ و معلل نہ ہو۔

۴- حسن لذاتہ: وہ حدیث ہے جس کے راوی تعداد میں قلیل اور قلیل الضبط ہوں۔

۵- معضل: وہ حدیث ہے، جس کے سلسلہ سند سے دو یا دو سے زائد راوی حذف کیے گئے ہوں۔

۶- معلق: وہ حدیث ہے جس کے سلسلہ سند میں تابعی کے بعد ایک یا ایک سے زائد راوی متروک ہوں۔

۷- عزیز: وہ حدیث ہے جس کے سلسلہ سند میں صرف دو راوی ہوں۔

سوال نمبر 3: (الف) مدلس اور مرسل خفی کی تعریف کریں؟ دونوں میں فرق واضح کریں؟

(ب) مرسل کی تعریف کریں اس کی حجیت میں اختلاف آئمہ لکھ کر قول راجح بیان کریں؟

جواب: (الف) تعریفات اصطلاحات:

۱- مدلس: وہ روایت ہے جس کے سلسلہ سند میں کوئی راوی غیر مسموع عنہ سے اس اسلوب سے بیان کرے کہ وہ مسموع عنہ معلوم ہو جیسے: عن فلان۔

۲- مرسل: وہ حدیث ہے جس کے سلسلہ سند کے اختتام سے تابعی کے بعد راوی متروک ہو مثلاً تابعی روایت کے وقت صحابی کو چھوڑ دے۔

مدلس اور مرسل خفی میں فرق: کسی روایت میں تدلیس کے لیے یہ مشروط ہے کہ راوی کی مروی عنہ کی ملاقات ثابت ہو مگر بعد میں اس نے مروی عنہ کا ذکر ترک کر دیا ہو اور روایت اوپر کے رواۃ کی طرف منسوب کر دی ہو۔ مرسل خفی وہ روایت ہے جس کے راوی

اور مروی عنہ کی معاصرت تو ثابت ہو لیکن ملاقات ثابت نہ ہو۔

(ب) مرسل کی تعریف اور اس کی حجیت میں مذاہب آئمہ:

مرسل کی تعریف سطور بالا میں گزر چکی ہے۔ اس کے حجت ہونے کے بارے میں مذاہب آئمہ کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ حدیث مرسل مقبول ہوتی ہے۔

۲- علامہ ابوبکر اور علامہ ابوالولید باجی، بعض مالکیہ اور بعض احناف سے منقول ہے کہ جب کوئی راوی ثقات یا غیر ثقات سے ارسال کرے تو اس صورت میں اجماعی طور پر مرسل کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

۳- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ مرسل روایت اس وقت قابل قبول ہوتی ہے جب اس کے ساتھ دوسری سند ملائی جائے جو اس سے معارض ہو۔ سند خواہ مسند ہو یا مرسل ہو لیکن متروک راوی کے ثقہ ہونے کو ترجیح حاصل ہو۔

۴- جمہور فقہاء اس بارے میں سکوت اختیار کرتے ہیں، کیونکہ اس میں ایک احتمال کی گنجائش موجود ہے۔

قسم ثانی: اصول تحقیق

سوال نمبر 4: (الف) انتخاب موضوع کے رائج دو طریقوں پر نوٹ لکھیں؟

(ب) انتخاب موضوع کے ذرائع اور وسائل تفصیلاً بیان کریں؟

جواب: (الف) انتخاب موضوع کے رائج دو طریقے:

انتخاب موضوع کے رائج دو مشہور طریقے درج ذیل ہیں:

پہلا طریقہ:

انتخاب موضوع کا یہ طریقہ زیادہ موزوں، زیادہ بہتر اور قابل قدر ہے' کیونکہ محقق ہی صاحب تحقیق ہوتا ہے اور اپنی ساری تحقیق کی ذمہ داری قبول کرتا ہے۔ اسی پر تحقیق کا

دار و مدار ہوتا ہے اور وہی اپنے موضوع پر مہارت اور تخصیص حاصل کرتا ہے۔ لہٰذا موضوع کا انتخاب محقق کی طرف سے اسی کی مرضی، میلان طبع اور اس کی صلاحیتوں اور امکانات کے مطابق ہونا چاہیے۔ محقق کے لیے مناسب یہ ہے کہ یونیورسٹی میں کلاس ورک کے دوران ہی اپنے موضوع کے بارے میں سوچ بچار کرے اور اساتذہ کے مشورے سے انتخاب کرے۔

دوسرا طریقہ:

عام طور پر نگران استاد کی طرف سے موضوع کے انتخاب کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب طالب علم درس ورک کے دوران موضوع کا فیصلہ نہ کر سکے۔ بعض اوقات یہ طریقہ بہتر بھی ثابت ہوتا ہے' کیونکہ نگران استاد کے پاس کئی اہم موضوعات ہوتے ہیں جو تحقیق کے لیے زیادہ بہتر اور مناسب ہوتے ہیں۔ اس صورت میں محقق کا صرف اتنا ہی کام رہ جاتا ہے کہ وہ اپنے نگران استاد کے ساتھ تجویز کردہ موضوع کے بارے میں تبادلہ خیال اور گفت و شنید کرتا رہے۔ نیز اپنے استاد سے اپنے موضوع کے تمام پہلوؤں سے متعلق سوال و جواب کا سلسلہ جاری رکھے۔ یہاں تک کہ اس موضوع کے متعلق اس کے تمام تصورات واضح ہو جائیں۔

(ب) انتخاب موضوع کے ذرائع اور وسائل:

انتخاب موضوع کے ذرائع اور وسائل کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

1- ذاتی معلومات و تجربہ:

آپ کے ذہن میں موجود معلومات، افکار اور آپ کا ذاتی تجربہ موضوع کے انتخاب میں معاون ہو سکتے ہیں۔ کیا آپ کے ذہن میں ہر وقت کھٹکنے والا کوئی سوال ہے جس کا ابھی تک جواب نہیں ملا؟ کیا کوئی ایسا معاملہ ہے جس میں اہل دانش کا اختلاف ہو؟ کیا کوئی ایسی بات ہے جس سے لوگ بھی ابھی تک ناواقف ہیں؟ کیا کوئی ایسا معاملہ ہے' جو ہر وقت آپ کی توجہ مبذول رکھتا ہے لیکن ابھی تک اس کا کوئی حل تجویز نہیں کیا گیا؟ اس طرح کے تمام امور آپ کا موضوع تحقیق بن سکتے ہیں۔ آپ کا ذاتی تجربہ اور آپ کی ذاتی معلومات

موضوع کے انتخاب میں آپ کے لیے انتہائی کارآمد ہو سکتی ہیں۔

2- دوسروں سے گفتگو:

دوسروں کے ساتھ آپ کی گفت وشنید نئے نئے تحقیق طلب قضایا کے وجود میں آنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ نت نئے سوالات اور ان کے جوابات کی تلاش کا عمل اسی وقت شروع ہوتا ہے کہ کوئی ایسا سوال نمودار ہو جائے جسے جواب کی ضرورت ہو، یا گفتگو کرنے والا آپ کے ذہن میں کوئی نئی سوچ پیدا کر دے، یا معاشرے کا کوئی ایسا مسئلہ سامنے لے آئے جس کا تفصیلی جائزہ لینے کی ضرورت ہو۔

درحقیقت ہر چیز تحقیق کے قابل ہوتی ہے لیکن اس کے لیے ایک تحقیق وجستجو کرنے والی عقل ہونی چاہیے۔ ایسی عقل جو ہر وقت چیزوں کی حقیقت جاننے کی طالب ہو۔ ایسی عقل جو تحقیق سے لطف اندوز ہو۔ جب آپ دوسروں سے گفتگو کرتے ہیں تو آپ کے سامنے تحقیق کے کئی موضوعات کھلتے ہیں مثلاً جس کی زبان گفتگو کے مطابق ہاتھوں کی حرکات، چہرے کے تاثرات اور دوران کلام آنکھوں کی حرکات وغیرہ کو سامنے رکھتے ہوئے آپ گفتگو کے دوران دو افراد کی جسمانی لغت کا موازنہ کر سکتے ہیں۔ اسی موضوع کو وسیع کرتے ہوئے آپ دو قوموں کی جسمانی لغت کو موضوع تحقیق بنا سکتے ہیں۔ یہ تو ایک چھوٹی سی مثال ہے، یقیناً آپ دوسرے لوگوں کے ذریعے اپنے لیے تحقیق کے ہزاروں موضوعات تلاش کر سکتے ہیں۔

3- ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے پروگرام:

ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے روزانہ بہت سے دینی، علمی، ثقافتی اور ادبی پروگرام نشر ہوتے ہیں۔ ہر پروگرام میں کسی موضوع کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ پروگرام پیش کرنے والے معاشرے کے اہم امور کو اجاگر کرتے ہیں۔ وہ ان موضوعات کی طرف مبذول کراتے ہیں، جن پر فوری اور مفصل تحقیق وجستجو کی ضرورت ہوتی ہے۔ ٹیلی ویژن اور ریڈیو کے پروگرام انتہائی اہم اور معاصر موضوعات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ انہیں غور سے سنئے اور اپنی خواہش، حالات اور علمی وادبی تخصص کے مطابق اپنے لیے موضوعات

کا انتخاب کرنے میں رہنمائی حاصل کریں۔

4- تحقیقی مجلات:

مختلف جامعات اور تحقیقی ادارے اپنے تحقیقی مجلّات شائع کرتے ہیں، جن میں شائع ہونے والے علمی مضامین مزید تحقیق کا تقاضا کرتے ہیں۔ نیز ان میں لکھنے والے بہت سارے محققین اپنے مضمون کے آخر میں بطور تجاویز وسفارشات اور نتائج وحاصلات کچھ نئے پہلوؤں کا ذکر کرتے ہیں۔ ان تجاویز کو غور سے پڑھئے اور ان کی روشنی میں مزید تحقیق کے لیے اپنے موضوعات کا انتخاب کریں۔

5- محاضرات ودرس:

اگر آپ اساتذہ کرام کی طرف سے دیے جانے والے محاضرات کو غور سے سنیں تو اپنے اپنے مضمون کے متعلق کئی موضوعات وعناوین بتاتے رہتے ہیں جو قابل تحقیق ہوتے ہیں۔ اساتذہ کرام کے لیکچرز آپ کی سوچ کے اُفق کو وسعت بخشتے ہیں اور تحقیق کے میدان میں آپ کے لیے بہت سی راہیں کھول دیتے ہیں۔ اہل علم کی باتیں غور سے سننا تحقیق وجستجو کرنے والی عقل کو بے نیاز کر دیتا ہے اور اس کے سامنے جدید وسیع آفاق کھول دیتا ہے۔

سوال نمبر 5: خاکہ تحقیق (Synopsis) کے عناصر پر مفصل نوٹ لکھیں؟

جواب: خاکہ تحقیق کے عناصر پر نوٹ:

خاکہ تحقیق کے مشہور عناصر درج ذیل ہیں:

1- عنوان تحقیق۔

2- اس کے نیچے علمی درجہ کا نام جس کے لیے خاکہ پیش کیا جا رہا ہے مثلاً خاکہ تحقیق برائے ایم، اے۔ ایم، ایم فل۔ پی ایچ ڈی عربی/اسلامیات وغیرہ۔

3- یونیورسٹی کا مونوگرام۔

4- دائیں جانب ''مکالمہ نگار'' لکھ کر اس کے نیچے محقق کا نام اور رول نمبر وغیرہ۔

5- اس کے بالمقابل ''زیر نگرانی'' لکھ کر اس کے نیچے نگران استاد کا نام، علمی عہدہ اور

پتہ وغیرہ۔

6- ڈیپارٹمنٹ کا نام مثلاً ''شعبہ عربی زبان وادب''۔

7- اس کے نیچے یونیورسٹی کا نام، شہر اور ملک کا نام مثلاً پنجاب یونیورسٹی، لاہور پاکستان۔

تعارف کا موضوع:

محقق مختصر الفاظ میں اپنے موضوع کا تعارف پیش کرتا ہے اور خاص طور پر فرضیہ تحقیق کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے۔

فرضیہ تحقیق:

فرضیہ تحقیق سے مراد کسی مسئلے کے بارے میں محقق کی ابتدائی رائے، اندازہ یا دانشورانہ قیاس ہے جسے وہ موضوع کے انتخاب کے بعد وقتی طور پر اختیار کرتا ہے، خواہ تحقیق کے بعد وہ فرضیہ غلط ہی ثابت کیوں نہ کیا جائے۔ فرضیہ دراصل محقق کی پیش گوئی ہے' جو قبل از مطالعہ مصادر ومراجع کی جاتی ہے۔ موضوع حل طلب سوالات سے عبارت ہوتا ہے جبکہ فرضیہ میں ان کے امکانی جوابات کی پیش گوئی ہوتی ہے۔ گویا موضوع سے اٹھنے والے اہم سوالات کے متوقع اور امکانی جوابات ہی فریضہ کہلاتے ہیں۔ محقق ہمیشہ اس مواد کی تلاش کرتا ہے' جو اس کے فرضیے کی تصدیق یا تردید کرتا ہو۔ لہٰذا فرضیہ کی بدولت محقق کی بھرپور توجہ موضوع کے چند پہلوؤں اور جہتوں پر مرکوز رہتی ہے اور مختلف مصادر ومراجع سے حقائق وخیالات کے بہترین چناؤ میں فرضیہ اس کی معاونت کرتا ہے۔ فرضیہ تحقیق تمام لٹریچر کا طائرانہ جائزہ لینے کے بعد لکھنا چاہیے اور فرضیات لکھنے کا انداز بیانیہ ہونا چاہیے نہ کہ سوالیہ۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر قسم کی تحقیق میں فرضیہ کی ضرورت ہو۔ اگر محقق صرف معلومات وحقائق جمع کر رہا ہو مثلاً کسی مکتبہ کے مخطوطات کی فہرست تیار کر رہا ہو یا کسی موضوع پر کتابیات مرتب کر رہا ہو، کوئی اشاریہ بنا رہا ہو یا اس قسم کی کوئی فہرست بنا رہا ہو تو کسی فرضیے کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن وہ تحقیق جو تنقیدی تشریح وتوضیح کا کام کرتی ہے، اس میں فرضیہ ضروری خیال کیا جاتا ہے۔

مقاصد تحقیق:

اس مقدمہ میں تحقیق کے بنیادی مقاصد اور اہداف کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اسباب انتخاب موضوع:

مقدمہ میں اس موضوع کے انتخاب کرنے کی وجوہات اور اسباب کو بیان کیا جاتا ہے۔

سابقہ تحقیقات کا جائزہ:

مقدمہ میں اس موضوع کا مختصر تاریخی جائزہ لیا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ (موضوع) کب شروع ہوا؟ اس کا ارتقاء کیسے ہوا؟ کس کس پہلو سے اس پر تحقیق ہوئی؟ کن لوگوں نے اس پر تحقیق کی؟ اور ان محققین نے کس حد تک کی؟ پھر وہ کون سا نکتہ ہے جہاں سے اس نئی تحقیق کا آغاز کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ پہلے اس نکتہ پر کسی نے تحقیق نہیں کی۔

اہمیت موضوع:

مقدمہ میں موضوع کی اہمیت کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور تحقیق کی اہمیت کے حوالے سے پائے جانے والے تمام استفسارات کا جواب دیا جاتا ہے۔ نیز اس موضوع پر تحقیق کرنے کے محرکات اور جوازات بھی ذکر کیے جاتے ہیں۔

منہج تحقیق:

خاکہ تحقیق کے مقدمہ میں اپنے موضوع کی مناسبت سے منہج تحقیق کی وضاحت بھی کی جاتی ہے مثلاً عام طور پر انسانی ونظریاتی علوم میں تحقیق کے لیے اختیار کیا جانے والا منہج عقلی، منطقی، استقرائی، وصفی، تحلیلی، استدلالی اور استنباطی نوعیت کا ہوتا ہے۔ لہٰذا تحقیق کے تمام مراحل، طرق، اسالیب معنویہ ومادیہ اور وسائل کا ذکر بھی یہاں کیا جاتا ہے۔

محنت وکاوش اور وسائل تحقیق:

خاکہ تحقیق کے مقدمہ میں محقق یہ بھی وضاحت کر سکتا ہے کہ اس سے موضوع پر تحقیق کرنے کے لیے کسی قسم کی ذہنی، فکری، جسمانی اور مادی محنت درکار ہوگی اور کون کون سے

وسائل تحقیق استعمال کیے جائیں گے۔ اس محنت وکاوش کا تذکرہ اس لیے ضروری ہے تاکہ اس موضوع اور تحقیق کی اہمیت سے آگاہی حاصل ہو سکے۔

مصادر ومراجع کی تحدید

مصادر اور مراجع کے درمیان فرق:

مصادر اور مراجع دو الگ الگ اصطلاحات ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا اطلاق کتابوں کے ایک مجموعے پر کیا جاتا ہے، جن سے محقق اپنی تحقیق کے دوران استفادہ کرتا ہے۔ البتہ ان دونوں مجموعوں کے درمیان بنیادی طور پر ان کی خصوصیات کی وجہ سے کچھ فرق ہے۔

مصدر سے مراد وہ کتاب ہے، جو علوم میں سے کسی علم کے بارے میں ایسے طریقے سے تحقیق کرتی ہو جس میں جامعیت، وسعت اور ایسی گہرائی ہو جو اس کتاب کو ایسا اصلی ذریعہ بنا دے کہ محقق اس علم کے بارے میں تحقیق کرنے کے لیے اس کتاب سے بے نیاز نہ ہو سکے۔

دوسرے لفظوں میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ مصادر سے مراد ایسی دستاویزات اور مؤلفین کے اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئی تحقیقات ہیں، یا کسی خاص واقعہ کے عینی شاہدین اور معاصرین کی لکھی ہوئی ایسی تحریریں ہیں جو واقعات وحادثات رونما ہوتے وقت موجود تھے اور دیکھ رہے تھے اور انہوں نے انہیں اپنے قلم سے مدون کر لیا، پس وہ اپنے بعد آنے والوں کے لیے مصادر تھے یا وہ آنے والی نسلوں کے لیے گزشتہ علوم ومعارف کو جمع کرنے والے اور نقل کرنے کا بڑا واسطہ اور ذریعہ تھے۔ چنانچہ علامہ ابن جریر طبری کی تفسیر ''جامع البیان'' مصدر کا درجہ رکھتی ہے، کیونکہ یہ ایسا اصل الاصول ہے کہ علم تفسیر میں تحقیق کرنے والوں کے لیے اس سے استغنا ممکن نہیں۔ امام بخاری کی ''الجامع صحیح'' اور امام مسلم کی ''صحیح مسلم'' علم حدیث میں مصادر اور اصول کا درجہ رکھتی ہیں۔ ابن اثیر کی ''الکامل فی التاریخ'' اور مسعودی کی ''مروج الذہب'' ایسے مصادر ہیں کہ تاریخ اسلامی کے محقق کے لیے ان کی طرف رجوع کیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

ادب عربی میں مبرد کی کتاب ''کتاب الکامل''، جاحظ کی ''البیان والتبیین''، ابن قتیبہ کی ''کتاب الکاتب'' اور ''الشعر والشعراء'' اور قلقشندی کی ''صبح الاعشیٰ'' مصادر کا درجہ رکھتی ہیں۔

اسی طرح ''سیرت ابن اسحاق''...... ''سیرت ابن ہشام'' اور خلیل بن احمد فراہیدی کی ''معجم العین'' اپنے اپنے موضوعات میں مصدر اور اصول کا درجہ رکھتی ہیں۔ مراجع سے مراد وہ کتابیں ہیں، جن کے علمی مواد کی بنیاد اصل مصادر پر رکھی جاتی ہے۔ چنانچہ ان کا مواد اصل کتابوں سے نقل کیا جاتا ہے اور اس کی شرح وتحلیل، تنقید وتبصرہ یا تلخیص کی جاتی ہے۔

سوال نمبر 6: (الف) مصادر ومراجع کی تعریف اور ان کے مابین فرق مثالوں سے واضح کریں؟

(ب) کتاب ''تحقیق وتدوین کا طریقہ کار'' کے مصنف کا نام لکھیں اور بتائیں کیا مراجع سے نقل کرنا درست ہے؟

جواب: (الف) مصادر ومراجع کی تعریف اور ان کے درمیان فرق:

مصادر ومراجع دو الگ الگ اصطلاحات ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا اطلاق کتابوں کے ایک مجموعے پر کیا جاتا ہے، جن سے محقق تحقیق کے دوران استفادہ کرتا ہے۔ البتہ ان دونوں مجموعوں کے درمیان بنیادی طور پر ان کی خصوصیات کی وجہ سے کچھ فرق ہے۔

مصدر سے مراد وہ کتاب ہے، جو علوم میں سے کسی علم کے بارے میں ایسے طریقے سے تحقیق کرتی ہو جس میں جامعیت، وسعت اور ایسی گہرائی ہو جو اس کتاب کو ایسا اصلی ذریعہ بنا دے کہ محقق اس علم کے بارے میں تحقیق کرنے کے لیے اس کتاب سے بے نیاز نہ ہو سکے۔

دوسرے لفظوں میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ مصادر سے مراد ایسی دستاویزات اور مؤلفین کے اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئی تحقیقات ہیں یا کسی خاص واقعہ کے عینی شاہدین اور معاصرین کی لکھی ہوئی ایسی تحریریں ہیں جو واقعات وحادثات رونما ہوتے وقت موجود تھے اور دیکھ رہے تھے اور انہوں نے انہیں اپنے قلم سے مدون کر لیا، پس وہ اپنے بعد آنے والوں

کے لیے مصادر تھے، یا وہ آنے والی نسلوں کے لیے گزشتہ علوم و معارف کو جمع کرنے والے اور نقل کرنے کا بڑا واسطہ اور ذریعہ تھے۔ چنانچہ علامہ ابن جریر طبری کی تفسیر ''جامع البیان'' مصدر کا درجہ رکھتی ہے، کیونکہ یہ ایسا اصل الاصول ہے کہ علم تفسیر میں تحقیق کرنے والوں کے لیے اس سے استغنا ممکن نہیں۔

امام بخاری کی ''جامع صحیح'' اور امام مسلم کی ''صحیح مسلم''، علم حدیث میں مصادر اور اصول کا درجہ رکھتی ہیں۔ ابن اثیر کی ''الکامل فی التاریخ'' اور مسعودی کی ''مروج الذھب'' ایسے مصادر ہیں کہ تاریخ اسلامی کے محقق کے لیے ان کی طرف رجوع کیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ ادب عربی میں مبرد کی کتاب ''کتاب الکامل''، جاحظ کی ''البیان والتبیین''، ابن قتیبہ کی ''ادب الکاتب'' اور ''الشعر والشعراء'' اور قلقشندی کی ''صبح الاعشی'' مصادر کا درجہ رکھتی ہیں۔

امام نووی کی انتخاب کردہ احادیث ''اربعین نوویہ''...... ابن اثیر کی ''جامع الاصول''...... علامہ سیوطی کی ''الجامع الصغیر فی الحدیث''...... علامہ زرکلی کی ''الاعلام''...... عمر رضا کحالہ کی ''معجم المؤلفین''...... سید قطب کی ''مشاہد القیامۃ فی القرآن الکریم''، وغیرہ۔

اصلی مصدر اور ثانوی مراجع کا مزید فرق سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل مثالیں ہیں:

1- قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر دیکھنے کے لیے ایسی بنیادی تفسیروں کی طرف رجوع کریں جن میں احادیث نبویہ، اقوال صحابہ، تابعین اور پہلے دور کے مفسرین کی آراء کو ذکر کیا گیا ہو جیسے: تفسیر طبری (310ھ) ایسی بنیادی تفسیروں کو چھوڑ کر بعد کے ادوار میں لکھی گئی تفسیروں کی طرف رجوع کرنا درست نہیں ہوگا۔

2- جب آپ کسی حدیث کی تخریج کرنا چاہیں تو ان بنیادی کتب حدیث کا انتخاب کریں جو پہلی صدی ہجری سے لے کر پانچویں صدی ہجری کے آخر تک لکھی گئی ہیں جیسے: صحیح بخاری (م256ھ)، صحیح مسلم (261ھ)، سنن ابی داؤد (م275ھ)، سنن ترمذی (م279ھ)، سنن نسائی (م303ھ)، سنن ابن ماجہ (م273ھ)، مؤطا امام مالک (م179ھ) اور مسند امام احمد (م241ھ)۔ اگر کوئی محقق ان کتابوں کی طرف رجوع کیے بغیر ابن اثیر (م606ھ) کی ''جامع الاصول'' یا علامہ سیوطی (م911ھ) کی

''الجامع الصغیر'' یا کسی ایسی کتاب کی طرف رجوع کرے جس کے مؤلف کا انتقال 500ھ کے بعد ہوا تو اس کا یہ عمل درست شمار نہ ہوگا۔ اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ مؤلف کی تاریخ وفات کا علم ہونا بھی ضروری ہے، تاکہ یہ مطالعہ کیا جا سکے کہ زیر نظر کتاب مصدر ہے یا مراجع؟

3- جب آپ معاجم اور قوامیس میں کسی لفظ کا معنی و مفہوم دیکھنا چاہیں تو لغت کے قدیم اور اصلی مصادر کی طرف رجوع کریں جیسے: خلیل بن احمد فراہیدی (م170ھ) کی ''معجم العین''، اور یہ بہت بڑی غلطی ہوگی کہ آپ منجد یا اس جیسے: دوسرے ثانوی مراجع کا حوالہ درج کریں۔ ہاں البتہ اگر کوئی لفظ جدید یا مولد ہو اور اس کا معنی صرف اس ثانوی مراجع میں ہی پایا جائے تو ایسی صورت میں یہ کتاب صرف اس لفظ کے لیے مصدر شمار ہوگی۔

4- کسی عظیم علمی شخصیت کے حالات اور سوانح عمری سے متعلق معلومات کے لیے مؤلف کے ہم عصر یا اس کی وفات کے بعد قریبی زمانے سے تعلق رکھنے والے مصادر سے رجوع کریں۔ جیسے: امام بخاری کے احوال حیات کے لیے ابونعیم (م430ھ) کی ''حلیہ الاولیاء''...... علامہ خلیلی (م446ھ) کی ''الارشاد الی معرفۃ علماء الحدیث فی البلاد''...... علامہ مزی (م742ھ) کی ''تہذیب الکمال'' اور علامہ ذہبی (م748ھ) کی ''تذکرۃ الحفاظ'' مصادر شمار ہوتے ہیں۔ متاخر دور میں تحریر کیے گئے مراجع کی طرف رجوع کرنا درست نہیں ہوگا۔ جیسے: علامہ زرکلی (1368ھ) کی ''الاعلام'' یا عمر رضا کحالہ (م1408ھ) کی ''معجم المؤلفین''۔ ہاں البتہ اگر اس شخصیت کا تعلق متاخر اور جدید دور سے ہو اور صرف انہی دو کتابوں میں اس کا تذکرہ ہو تو پھر یہ دونوں کتابیں صرف اسی شخصیت کے حالات زندگی کے لیے مصدر شمار ہوں گی۔

5- اگر کوئی محقق علم اصول فقہ میں امام غزالی (م505ھ) کی آراء پر تحقیق کرنا چاہے تو امام صاحب کی اصول فقہ پر لکھی ہوئی کتابوں کو اپنا مصدر بنائے گا جیسے: ان کی کتاب ''التحریر المتحول''، ''المستصفی'' اور ''شفاء العلیل'' جبکہ جن لوگوں نے ان کتابوں پر شروح و حواشی، مختصرات، تنقیدات، تبصرے اور مقالے تحریر کیے ہیں، وہ سب مراجع شمار

ہوں گے۔

(ب) مراجع سے نقل کرنے کی حیثیت:

بلاشبہ مراجع محقق کو بہت فائدہ دیتے ہیں' کیونکہ مراجع میں تمام معلومات کو جامعیت اور تفصیل کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ زمانہ مطالعات اور تحقیقات میں انتہائی اہم عامل ہے۔ جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے تحقیق کا میدان وسیع سے وسیع تر ہوتا جاتا ہے۔ جدید اور وسیع مطالعات سامنے آتے ہیں، جو ایک ایک موضوع کو پوری طرح احاطہ کیے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ خوبی قدیم اور اصلی مصادر میں نہیں پائی جاتی بلکہ یہ مراجع کا خاصہ ہے۔ منتشر اور متفرق معلومات کی جمع آوری، تنظیم نو، استیعاب واحاطہ اور ترتیب و تدوین ایسے کام ہیں، جن کی اہمیت سے انکار نہیں لیکن اگر مصادر کی دستیابی کے باوجود اگر محقق مراجع پر اپنی تحقیق کی بنیاد رکھے تو یہ غلط ہوگا' کیونکہ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ عبارات میں کمی وزیادتی، تحریف وتصحیف اور غلط فہمی کے احتمالات بڑھے جاتے ہیں۔ لہٰذا مراجع کی افادیت کے باوجود تمام معلومات کی تصدیق وتوثیق کے لیے اصلی مصادر کی طرف رجوع کرنا اور وہیں نقل کرنا ضروری ہے۔ اس طرح مراجع کی حیثیت محقق کے لیے ایک اشاریہ اور رہنما جیسی ہوتی ہے، جو اس کے لیے اس کی تحقیق کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں اور اسے مصادر اصلیہ کی نشاندہی کرتے ہیں تاکہ وہ وہاں سے حوالہ جات نقل کرلے۔

تعدد مصادر:

اگر کسی ایک خبر کے بارے میں مصادر کی تعداد ایک سے زیادہ ہو تو سب سے پہلے قدیم ترین مصدر کو ترجیح دی جائے گی اور اسی کا حوالہ دینا بہتر ہے۔ پھر حسب ضرورت زمانے کے اعتبار سے نئی معلومات کے لیے دیگر مصادر سے استفادہ کیا جائے گا اور ہر خبر کو اس کے اصلی مصدر کی طرف منسوب کیا جائے گا' کیونکہ ہر آنے والا اپنے سے پہلے سے کچھ نہ کچھ حاصل کرتا ہے۔ اس لئے ایک فرض شناس محقق کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر خبر کے لیے مصدر اول کا تعین کرے اور حواشی میں مصادر کا تکرار نہ کرے۔ بعض علماء ہر خبر کے لیے

دو قدیم ترین مصادر کا حوالہ دینے کو ترجیح دیتے ہیں تاکہ اس خبر کی اچھی طرح توثیق ہو سکے۔

اختلاف مصادر:

اگر کسی خبر مثلاً کسی عالم کی وفات کے بارے میں قدیم مصادر کا اختلاف ہو تو محقق پر لازم ہے وہ اس خبر کو اس وقت تک نقل کرنا موقوف کردے جب تک اس کی اچھی طرح تحقیق نہ کرلے اور باریک بینی سے اس کا جائزہ نہ لے لے۔ ایک قول کو دوسرے قول پر دلیل اور علمی برہان کے ساتھ اور تمام مصادر کی طرف رجوع کرنے کے بعد ترجیح دے تاکہ صحیح نتائج تک پہنچ سکے۔

جدید مصادر کا تنوع:

پرانے دور میں مخطوطات ہی علماء اور محققین کے لیے یکتا مصدر کی حیثیت رکھتے تھے لیکن مطبع کے وجود میں آنے کے بعد معاملہ بہت مختلف ہو گیا اور موجودہ دور میں معلومات کی دنیا میں انقلاب برپا ہو گیا ہے۔ اب مصادر صرف مطبوعہ کتابیں ہی نہیں بلکہ وسائل اطلاعات کے متنوع ہونے کی وجہ سے مصادر بھی کئی شکلیں اختیار کر گئے ہیں؛ جن کی مثالیں درج ذیل ہیں:

دوریات (ہفت روزہ روزنامہ، سہ ماہی، شش ماہی اور سالانہ شائع ہونے والے مجلات)، اخبارات، رسائل، میگزین، سرکاری رپورٹیں، دستاویزات، روئیدادیں، ویڈیو فلمیں، کمپیوٹر سی ڈیز، ٹیلی ویژن وغیرہ۔

جدید مصادر کے بارے میں احتیاط کا لزوم:

کیا مذکورہ بالا تمام وسائل کو مصادر شمار کیا جاسکتا ہے؟ کیا ان میں وارد ہونے والی تمام معلومات کو یقینی اور ثقہ قرار دیا جاسکتا ہے؟ کیا اخبارات، مجلات، انٹرنیٹ کے صفحات پر شائع ہونے والی معلومات کو بغیر تحقیق وتصدیق کے نقل کیا جاسکتا ہے؟ کیا ریڈیو، ٹیلی ویژن اور سیٹ لائٹس جیسے: ذرائع ابلاغ سے انسان جو سنتا یا دیکھتا ہے، سب درست اور مستند ہے؟

مذکورہ بالا ذرائع ابلاغ کے ذریعے حاصل ہونے والی معلومات کی صحت اور عدم صحت کا دارومدار ان ذرائع پر نہیں بلکہ اس فرد پر ہے جس نے انہیں جاری کیا۔ بعض دفعہ انٹرنیٹ پر کوئی صفحہ ایک ایسے عالم کی طرف شائع کیا جاتا ہے جو دروغ گوئی سے محفوظ، سچا اور ایماندار ہوتا ہے جبکہ بازاروں میں عوام الناس کے ہاتھ میں ایسی کتاب چھاپ کر تھمادی جاتی ہے جو جھوٹی، باطل اور غلط معلومات سے لبریز ہوتی ہے۔ لہٰذا معلومات کی صحت اور عدم صحت کا دارومدار کاتب کے نظریات، میلانات، رجحانات اور پس منظر پر ہوتا ہے نہ کہ کتابت اور نشر واشاعت کے ذرائع پر۔ یہاں محقق پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان معلومات کی صحت، صداقت، سلامتی اور حقائق کے مطابق ہونے کے بارے میں خوب تحقیق وتمحیص کرلے اور کسی خبر کو یہ سمجھ کر قبول نہ کرے کہ وہ پہلے ہی قطعی اور ثابت شدہ ہے۔

کتاب ''تحقیق وتدوین کا طریقہ کار'' کے مصنف کا نام:

کتاب ''تحقیق وتدوین کا طریقہ کار'' کے مصنف کا نام ''ڈاکٹر خالق داد ملک'' ہے۔

☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية

"السنة الأولىٰ" للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۶ھ 2015ء

﴿الورقة الخامسة: لشرح معانی الآثار﴾

الوقت المحدود: ثلث ساعات　　مجموع الأرقام: ۱۰۰

الملاحظة: أجب عن ثلاثة اسئلة فقط.

السوال الأول: عن عائشة رضی الله عنها قالت "كن نساء المؤمنات يصلين مع رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوة الصبح متلففات بمروطهن، ثم يرجعن الى أهلهن وما يعرفهن أحد".

(ا) شكل الحديث وترجمه الى الأردية مع حل الصيغ المخطوطة؟ (۱۵)

(ب) صلوة الصبح يستحب فيها التغليس أو الاسفار؟ اذكر اختلاف الائمة مع الدلائل. وأجب عن حديث الباب ان كان حجة عليك؟ ۱۸

السوال الثانی: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "اذا قال الامام سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لك الحمد فانه من وافق قوله قول الملائكة غفرله ما تقدم من ذنبه".

(ا) ترجم الحديث الى الأردية؟ ۵

(ب) هل يقول الامام ربنا لك الحمد أم لا اذكر اختلاف الأئمة فی هذه القضية؟ ۲۰

(ج) ان الله تعالى سميع لكل صوت فما معنى قوله "سمع الله لمن حمده"؟ ۸

السوال الثالث: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لما دخل البيت دعا فى نواحيه كلها ولم يصل فيها شيئاً ۔

وعن بلال رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى فى الكعبة ۔

(ا) ترجم الحديثين واشرحهما حتى يرفع التعارض بينهما؟ ۱۳

(ب) اذكر اختلاف الائمة فى جواز الصلوة فى جوف الكعبة مع الدلائل؟ (۲۰)

السوال الرابع: أجب عن الأسئلة التالية ۔

(ا) كيف تحنف الطحاوى بعد ما كان شافعيا؟ ۱۳

(ب) كم واسطة بينه وبين الامام ابى حنيفة؟ ۷

(ج) اذكر مصنفا اٰخر للامام الطحاوى فى فن الحديث؟ ۷

(د) أية درجة لشرح معانى الأثار فى أمهات الكتب الحديثية؟ ۷

☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال اول) برائے طلباء بابت 2015ء

﴿پرچہ پنجم: شرح معانی الآثار﴾

سوال نمبر 1: عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ "كُنَّ نِسَاءَ الْمُؤْمِنَاتِ يُصَلِّيْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ مُتَلَفِّفَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ، ثُمَّ يَرْجِعْنَ اِلٰى أَهْلِهِنَّ وَمَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ" ۔

(الف) شكل الحديث وترجمه الى الأردية مع حل الصيغ المخطوطة؟

(حدیث پراعراب لگائیں، اردو میں ترجمہ کریں اور خط کشیدہ صیغوں کو حل کریں؟)

(ب) صلوة الصبح يستحب فيها التغليس أو الاسفار؟ اذكر اختلاف الائمة مع الدلائل ۔ وأجب عن حديث الباب ان كان حجة عليك؟

کیا صبح کی نماز اندھیرے میں ادا کرنا مستحب ہے یا اجالے میں؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف مع الدلائل بیان کریں؟ اگر حدیث باب آپ کے مؤقف کے خلاف ہو، تو اس کا جواب دیں؟

جواب: (الف) اعراب برحدیث وترجمہ حدیث:

اعراب او پر لگا دیے گئے اور ترجمہ حدیث درج ذیل ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ مسلمان خواتین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں صبح کی نماز ادا کرتی تھیں پھر وہ اپنے کپڑوں میں لپٹی ہوئی اپنے گھروں کو واپس پلٹتی تھیں تو کوئی آدمی انہیں پہچان

نہیں سکتا تھا۔

خط کشیدہ الفاظ کے صیغوں کا حل: حدیث بالا کے خط کشیدہ الفاظ کے صیغوں کا حل درج ذیل ہے:

اَلْمُؤْمِنَاتِ: صیغہ جمع مؤنث اسم فاعل ثلاثی مزید فیہ از باب افعال، بمعنی ایمان والی خواتین۔

یُصَلِّیْنَ: صیغہ جمع مؤنث غائب فعل مضارع معروف ثلاثی مزید فیہ بے ہمزہ وصل از باب تفعیل۔نماز ادا کرنا۔

مُتَلَفِّفَاتٍ: صیغہ جمع مؤنث اسم مفعول ثلاثی مزید فیہ بے ہمزہ وصل، باب تفعل۔ لپٹنا، چھپنا۔

یَرْجِعْنَ: صیغہ جمع مؤنث غائب فعل مضارع معروف ثلاثی مجرد صحیح از باب فَعَلَ یَفْعَلُ۔ واپس پلٹنا، واپس آنا۔

(ب) نماز فجر کے مستحب وقت کے بارے میں مذاہب آئمہ فقہ:

فجر کی نماز تاریکی میں ادا کرنا مستحب ہے یا اجالے میں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-بعض آئمہ فقہ کا مؤقف ہے کہ نماز فجر تاریکی میں ادا کرنا مستحب ہے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ صحابہ اور صحابیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں فجر کی نماز تاریکی میں ادا کرتی تھیں۔ لہٰذا اس کا تاریکی میں ادا کرنا مستحب ہے۔

۲-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فجر کی نماز اجالے میں ادا کرنا مستحب ہے۔ آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن یزید رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے، جو یوں ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قیادت میں سفر مکہ کیا، آپ نے جمعۃ المبارک کے دن فجر کی نماز اجالے میں ادا کی پھر فرمایا: بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ دونوں نمازیں اسی مقام یعنی مغرب اور فجر اپنے

اوقات سے ہٹی ہوئی ہیں۔'' علاوہ ازیں آپ نے درج ذیل روایات بھی بطور دلیل پیش کی ہیں:

۱-حضرت داؤد بن یزید رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیں نماز فجر ایسے وقت میں پڑھاتے تھے حتیٰ کہ ہم سورج کی طرف دیکھتے کہیں طلوع تو نہیں کر آیا ہے۔

۲-حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم فجر کی نماز اجالے میں ادا کرو، کیونکہ اس کا ثواب زیادہ ہے۔''

سوال نمبر2: **ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "اذا قال الامام سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لك الحمد فانه من وافق قوله قول الملائكة غفرله ما تقدم من ذنبه".**

(ا) **ترجم الحديث الى الأردية ؟**

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) **هل يقول الامام ربنا لك الحمد أم لا اذكر اختلاف الأئمة فى هذه القضية؟**

(کیا امام رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہے گا یا نہیں؟ اس مسئلہ کے بارے میں اختلاف آئمہ بیان کریں؟)

(ج) **ان الله تعالى سميع لكل صوت فما معنى قوله "سمع الله لمن حمده" ؟**

(بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو سننے والا ہے، تو پھر: ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ'' کا کیا مطلب ہوا؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث

بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ'' کہے تو تم یوں کہو: اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ۔ (اے ہمارے پروردگار تمام تعریفیں تیرے

لیے ہیں) جس کا یہ قول فرشتوں کے موافق ہو گیا اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

(ب) امام کے "رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" کہنے میں مذاہب آئمہ

جب امام رکوع سے اپنا سر اٹھاتے وقت "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" کہے تو کیا وہ اس کے بعد متصل "رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" کہے گا یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل سطور ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

۱- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے امام رکوع سے اپنا سر اٹھاتے وقت "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" اور "رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" دونوں کہے گا۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک امام محض "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" کہے گا جبکہ مقتدی حضرات صرف "رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" کہیں گے۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہے تو تم کہو: رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ۔

(ii) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے اپنا سر اقدس اٹھاتے تو فرماتے: رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ۔

نوٹ: جب اکیلا آدمی نماز ادا کرے تو وہ رکوع سے اپنا سر اٹھاتے وقت دونوں امور کہے گا۔

(ج) "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" کہنے کا مقصد:

سوال یہ ہے جب اللہ تعالیٰ ہر آواز کو سنتا ہے تو پھر یوں کہنے: "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" کا مقصد کیا ہے؟ ان الفاظ کا مقصد محض اللہ تعالیٰ کو سنانا نہیں ہے بلکہ اس کا بنیادی مقصد رکوع وسجود اور قیام کے وقت لوگوں کو ذہنی اور عملی طور پر تیار کرنا ہے۔

سوال نمبر3: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لما دخل البيت دعا في نواحيه كلها ولم يصل فيها شيئاً .

وعن بلال رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى في الكعبة .

(ا) ترجم الحديثين واشرحهما حتى يرفع التعارض بينهما؟

(دونوں احادیث مبارکہ کا ترجمہ اور تشریح کریں کہ دونوں میں پایا جانے والا تعارض ختم ہو جائے؟)

(ب) اذكر اختلاف الائمة في جواز الصلوة في جوف الكعبة مع الدلائل؟

(کعبہ میں نماز ادا کرنے کے جواز میں مذاہب آئمہ بیان کریں اور دلائل بھی تحریر کریں؟)

جواب: (الف) دونوں احادیث کا ترجمہ:

(۱) بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کعبہ میں داخل ہوئے تو اس کے ہر کونہ میں دعا کی اور اس میں نماز ادا نہ کی۔ (۲) حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز ادا کی۔

احادیث کی تشریح: پہلی روایت سے ثابت ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں صرف دعا کی تھی لیکن نماز ادا نہیں کی تھی۔ دوسری حدیث سے ثابت ہوتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز ادا کی تھی۔ دونوں روایات میں تعارض واضح ہے۔ اس تعارض کا ارتفاع یوں کیا جا سکتا ہے: پہلی روایت ضعیف ہے اور دوسری قوی ہے، کیونکہ کعبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ داخل ہونے والوں میں سے ایک حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی ہیں، جو اپنا چشم دید واقعہ بیان کر رہے ہیں۔

(ب) کعبہ میں نماز کے جواز وعدم جواز میں مذاہب آئمہ:

کیا کعبہ کے اندر نماز ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف

ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ کعبہ میں نماز ادا کرنا منع ہے، انہوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں داخل ہو کر دعا کی تھی مگر نماز نہیں پڑھی تھی۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ کعبہ معظمہ میں نماز ادا کرنا جائز ہے، آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں اس بات کی صراحت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز ادا کی تھی۔

سوال نمبر 4: أجب عن الأسئلة التالية ۔

درج ذیل سوالات کے جوابات دیں؟

(الف) كيف تحنف الطحاوى بعد ما كان شافعيا؟

(شافعی ہونے کے باوجود امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ حنفی کیوں بنے؟)

(ب) كم واسطة بينه وبين الامام ابى حنيفة؟

(امام طحاوی اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ کے درمیان کتنے واسطے ہیں؟)

(ج) اذكر مصنفا أخر للامام الطحاوى فى فن الحديث؟

(فن حدیث میں امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کوئی دوسری کتاب بتائیں؟)

(د) أية درجة لشرح معانى الأثار فى أمهات الكتب الحديثية؟

(شرح معانی الآثار امہات کتب حدیث میں کس درجہ کی کتاب ہے؟)

جواب: (الف) امام طحاوی کا مذہب حنفی قبول کرنے کی وجہ:

حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ ابتداءً شافعی المذہب تھے، پھر شافعی مذہب ترک کر کے حنفی مذہب اختیار کرلیا۔ شافعی مذہب ترک کرنے اور حنفی مذہب اختیار کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک دن آپ نے یہ فقہی مسئلہ پڑھا جو عورت فوت ہو جائے جبکہ اس کے پیٹ میں زندہ بچہ موجود ہو، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس عورت کا پیٹ چاک کر کے بچہ نہیں نکالا جائے گا۔ اس کے برعکس حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ

ایسی عورت کا پیٹ چاک کر کے بچہ نکالا جائے گا۔ چونکہ آپ والدہ کی وفات کے وقت ان کے پیٹ میں موجود تھے اور ان کا پیٹ چاک کر کے آپ کو نکالا گیا تھا۔ یہ مسئلہ پڑھتے ہی آپ نے حنفی مذہب قبول کرلیا اور آپ کی زبان پر یہ کلمات تھے:

جو مذہب میری موت پر خوش ہے، میں اسے کیسے قبول کر سکتا ہوں؟

(ب) امام طحاوی اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطے:

حضرت امام طحاوی اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ کے مابین تین واسطے تھے، جس کی سند یوں بنتی ہے:

احمد بن عمران عن محمد بن سماعة عن ابى يوسف عن ابى حنيفه رحمهم الله تعالىٰ ۔

(ج) فن حدیث میں امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دوسری تصانیف

فن حدیث میں حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مشہور تصانیف سے چند کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) بیان مشکل الآثار۔ (۲) شرح جامع صغیر۔ (۳) شرح جامع کبیر۔

(د) امہات کتب حدیث میں شرح معانی الآثار کا درجہ:

شرح معانی الآثار حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی وہ زندہ جاوید اور لازوال کتب ہے جس پر جتنا بھی ناز کیا جائے کم ہے۔ آپ نے احادیث مبارکہ کی روشنی میں فقہ کا عظیم ذخیرہ جمع کیا ہے اور ہر مسئلہ کے اختتام پر ایک عقلی دلیل بھی پیش کی ہے۔ یہ کتاب خواہ کتب صحاح ستہ میں شامل نہیں ہے لیکن اس کی اہمیت اور افادیت کسی بھی کتاب سے کم نہیں ہے۔ اگر صحاح ستہ میں صحیح بخاری و صحیح مسلم کے بعد اس کتاب کو شمار کیا جائے تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا وہ بلند پایہ کارنامہ ہے جس نے آپ کو ہمیشہ کے لیے زندہ کردیا ہے۔

☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باکستان

شهادة العالمیة فی العلوم العربیة والاسلامیة

"السنة الأولیٰ" للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۶ھ 2015ء

﴿الورقة السادسة: للمؤطین﴾

الوقت المحدود: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ۱۰۰

الملاحظة: أجب عن سؤالین من کل قسم .

القسم الاوّل: المؤطا للامام مالك

السوال الأول: مالك عن عبدالله بن عمر أنه کان یقول فی الکلب المعلم کل ما أمسك علیك ان قتل وان لم یقتل

(الف) شکل الحدیث ثم ترجمه الی الأردیة؟ (۱۰)

(ب) عرف الکلب المعلم والبازی وحکمها سواء ام لا؟ (۱۰)

(ج) هل یجوز صید المسلم بکلب المجوسی أم لا وما الحکم لأکله؟ (۵)

السوال الثانی: عن أبی سلمة بن عبدالرحمٰن بن عوف أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قضی بالشفعة فیما لم یقسم بین الشرکاء فاذا وقعت الحدود بینهم فلا شفعة فیه .

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیة؟ (۵)

(ب) بین أقسام الشفعة عند الأحناف وهل الحدیث مخالف للحنفیة أم لا؟ وان کان مخالفا فما توجیهه؟ ۲۰

السوال الثالث: عن عبدالله بن عباس قال سمعت عمر بن الخطاب یقول الرجم فی کتاب الله حق علی من زنی من الرجال والنساء اذا أحصن اذا قامت البینة أو کان الحبل أو الاعتراف

(الف) ترجم الحدیث فی الاردیة مع بیان اعراب الکلمات المخطوطة؟ ۱۰

(ب) هل ظهور الحبل سبب الرجم عند عمر بن الخطاب رضی الله عنه فقط أو مجمع علیه؟ بین مفصلا ۱۰

(ج) هل الرجم علی الذی أنکر بعد اعترافه بالزنا علی نفسه؟ ۵

القسم الثانی: المؤطا للامام محمد

السوال الرابع: (الف) زین القرطاس بترجمة الامام أبی حنیفة رضی الله عنه فی اللغة العربیة التی تشتمل علی خمس عشرة سطرا؟ (۱۵)

(ب) اکتب المزایا الخمسة لمؤطا الامام محمد علی یحیی الأندلسی وبین شیخه الذی روی منه یحیی الأندلسی؟ (۱۰)

السوال الخامس: عن أبی سعید الخدری أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال غسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم .

(الف) هل الغسل لیوم الجمعة أم لصلوة الجمعة وما حکمه یوم الجمعة؟ (۱۵)

(ب) الاحتلام مع الانزال موجب للغسل مطلقا فما معنی قوله صلی الله علیه وسلم علی کل محتلم؟ (۱۰)

السوال السادس: قال مالك بلغنا أن عمر بن الخطاب رضی الله عنه جاءه المؤذن یؤذنه لصلوة الصبح فوجده نائما فقال الصلوة خیر من النوم فأمره عمر أن یجعلها فی نداء الصبح .

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیة؟ (۵)

(ب) ما التثویب؟ وهل یجوز فی زماننا بغیر هذا العبارت المخطوطة؟ (۱۵)

(ج) العبارة المخطوطة کانت فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم فما معنی لقول عمر رضی الله عنه؟ (۵)

☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال اول) برائے طلباء بابت 2015ء

﴿پرچہ ششم: مؤطین﴾

قسم اول: مؤطا امام مالک

سوال نمبر 1: مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ فِي الْكَلْبِ الْمُعَلَّمِ كُلْ مَا أَمْسَكَ عَلَيْكَ اِنْ قَتَلَ وَاِنْ لَّمْ يَقْتُلْ

(الف) شکل الحدیث ثم ترجمه الی الأردیة؟

(اعراب لگائیں پھر حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) عرف الکلب المعلم والبازی وحکمها سواء ام لا؟

(سدھائے ہوئے اور کھلاڑی کتے کی تعریف کریں؟ کیا ان دونوں کا حکم یکساں ہے یا نہیں؟)

(ج) هل یجوز صید المسلم بکلب المجوسی أم لا وما الحکم لأکله؟

(کیا مسلمان کا مجوسی کے کتا کے ساتھ شکار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے کھانے کا کیا حکم ہے؟)

جواب: (الف) حدیث پر اعراب اور اس کا ترجمہ:

اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے: آپ سدھائے ہوئے کتا کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ کتا جو کچھ تمہارے لیے چھوڑے وہ کھاؤ، خواہ اس نے شکار کو ہلاک کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

(ب) سدھائے ہوئے اور کھلاڑی کتے کی تعریف:

سدھایا ہوا کتا شکار پر حملہ آور ہوتا ہے لیکن اس کا گوشت نہیں کھاتا جبکہ کھلاڑی کتا دوسرے کو دیکھ کر حملہ آور ہوتا ہے اور شکار کا گوشت بھی کھا لیتا ہے۔

اکل لحم کے لیے کتا کا تربیت یافتہ ہونا اور اس کے چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے، ورنہ شکاری کے لیے شکار کا گوشت حلال نہیں ہوگا۔

دونوں کتوں کا حکم: دونوں کتوں کے شکار کا حکم یکساں نہیں بلکہ مختلف ہے۔ یعنی سدھائے ہوئے اور بسم اللہ پڑھ کر چھوڑے ہوئے کتے کا اور کھلاڑی کتے کے شکار کا حکم مختلف ہے۔

شکاری کتا اور شکار کے جانور کی شرائط: شکاری کتا اور شکار کے جانور کی چھ شرائط ہیں، جب یہ پائی جائیں تو شکار کا کھانا جائز ہے ورنہ نہیں:

۱- کتا سدھایا ہوا ہو۔

۲- وہ شکار کے جانور کو زخمی کر سکتا ہو۔

۳- شکاری کتا حلال جانور لائے۔

۴- کتا چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھی ہو۔

۵- جس جانور کا شکار مقصود ہو، وہ حلال ہو۔

۶- شکاری جانور، شکاری شخص کی نظروں سے غائب نہ ہو۔

(ج) مجوسی کے کتا کے ساتھ مسلمان شکار کرے تو اس کے کھانے کا حکم:

جب کوئی مسلمان شکار کے لیے مجوسی کا سدھایا ہوا کتا استعمال کرے، اسے چھوڑتے وقت بسم اللہ بھی پڑھے اور کتا اس کا گوشت بھی نہ کھائے، تو اس شکار کے گوشت کا کھانا جائز ہے ورنہ نہیں۔ یعنی اگر مجوسی کا کتا سدھایا ہوا نہ ہو یا اسے چھوڑتے وقت بسم اللہ نہ پڑھی ہو اور یا کتا شکاری جانور کا گوشت کھالے، تو اس کا کھانا حرام ہے۔

سوال نمبر 2: عن أبي سلمة بن عبدالرحمٰن بن عوف أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قضى بالشفعة فيما لم يقسم بين الشركاء فاذا وقعت

الحدود بينهم فلا شفعة فيه.

(الف) ترجم الحديث الى الأردية؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) بين أقسام الشفعة عند الأحناف وهل الحديث مخالف للحنفية أم لا؟ وان كان مخالفا فما توجيهه؟

(احناف کے نزدیک اقسام شفعہ بیان کریں؟ کیا یہ حدیث احناف کے خلاف ہے یا نہیں؟ بر سبیل اوّل اس کی وجہ کیا ہے؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فریقین کے درمیان غیر منقسم چیز کے بارے میں شفعہ کا فیصلہ کیا۔ جس وقت لوگوں کے درمیان حد بندی ہو جائے تو اس میں شفعہ نہیں ہو سکتا۔

(ب) شفعہ کا مفہوم اور اس کا حکم:

لفظ ''شفعہ'' کا لغوی معنیٰ ہے: جوڑا بنانا، ملانا، جوڑنا۔ اس کا شرعی یا اصطلاحی مفہوم ہے کہ کوئی چیز خریدار نے جتنی قیمت میں خریدی ہو، اسے اتنی قیمت ادا کر کے اس چیز پر قابض ہو جانا۔ اس کا سبب شفیع کی ملک میں مشتری کا اتصال ہے خواہ وہ شرکت کی وجہ سے ہو یا جار ہونے کی وجہ سے یا حق شرکت کی وجہ سے ہو۔

جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ میں شفعہ کے بارے میں مذاہب آئمہ:

کیا جواز شفعہ کے لیے جائیداد کا غیر منقولہ ہونا شرط ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ میں اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ جائیداد غیر منقولہ مثلاً مکان اور زمین وغیرہ میں شفعہ جائز ہے، خواہ وہ قابل تقسیم ہو یا نہ ہو۔ آپ نے اس مشہور روایت سے استدلال کیا ہے:

الشفعة فی کل شیء۔ ''یعنی ہر چیز میں شفعہ جائز ہے۔''

۲-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسی چیز میں شفعہ ہوسکتا ہے، جو قابل تقسیم ہو۔ان کی دلیل یہ ہے کہ شفعہ کا مقصد غیر کے ضرر سے محفوظ ہونا اور یہ مقصد قابل تقسیم چیز میں حاصل ہوسکتا ہے اور نا قابل تقسیم چیز سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ان کے نزدیک ایسی زمین میں شفعہ جائز ہے، جو قابل تقسیم ہو اور جو نا قابل تقسیم ہو، اس میں شفعہ نہیں ہوسکتا۔

علاوہ ازیں انہوں نے زیر بحث حدیث سے بھی استدلال کیا ہے۔اس میں صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فریقین کے درمیان نا قابل تقسیم چیز کے بارے میں شفعہ کا فیصلہ فرمایا تھا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس روایت کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) یہ روایت منسوخ ہے ہماری روایت کے ساتھ۔ (۲) یہ حدیث ضعیف ہے اور ہماری روایت قوی ہے۔لہٰذا یہ روایت عمل کے اعتبار سے متروک قرار پائے گی۔

سوال نمبر3: عن عبداللہ بن عباس قال سمعت عمر بن الخطاب یقول الرجم فی کتاب اللہ حق علی من زنی من الرجال والنساء اذا أحصن اذا قامت البینة أو کان الحبل أو الاعتراف

(الف) ترجم الحدیث فی الاردیة مع بیان اعراب الکلمات المخطوطة؟

(حدیث کا ترجمہ کریں اور خط کشیدہ الفاظ کے اعراب بیان کریں؟)

(ب) هل ظهور الحبل سبب الرجم عند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فقط أو مجمع علیہ؟ بین مفصلا

(کیا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نزدیک محض ظہور حمل رجم کا سبب ہے یا اس پر اجماع بھی منعقد ہو چکا تھا؟ تفصیل سے بیان کریں؟)

(ج) هل الرجم علی الذی أنکر بعد اعترافه بالزنا علی نفسه؟

(جس شخص نے اعتراف زنا کے بعد اس کا انکار کر دیا ہو، کیا اسے رجم کی سزا دی

جائے گی؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: جو خواتین و حضرات احصان کی حالت میں ارتکاب زنا کریں، ان کے لیے قرآن میں رجم کی سزا ہے بشرطیکہ دلیل قائم ہو جائے یا حمل نمایاں ہو جائے یا اعتراف کر لے۔

خط کشیدہ الفاظ پر اعراب: خط کشیدہ الفاظ پر اعراب درج ذیل ہیں:

(۱)-بْنَ ۔ (۲) حَقٌّ ۔ (۳) اَلْبَيِّنَةُ ۔ (۴) اَلْحَبْلُ ۔

(ب) مسئلہ رجم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ہے نہ کہ اس پر اجماع امت:

''ظہور حمل سبب رجم ہے'' یہ نظریہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ذاتی اجتہاد ہے اور اس پر اجماع امت نہیں ہے۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ ظہور حمل سبب رجم نہیں، کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ حمل نہ ہو بلکہ موٹاپا پن کی وجہ سے عورت کا حمل محسوس ہوتا ہو یا قدرتی طور پر عورت بھاری ہو۔اسے حمل تصور کرتے ہوئے اسے رجم کی سزا دیں تو یہ ظلم ہوگا، جو جائز نہیں ہوسکتا اور اسلام اس کی اجازت بھی نہیں دیتا۔شرعی سزا کے لیے اس پر شرعی دلیل ہونا ضروری ہے۔

(ج) اعتراف جرم کے بعد اس کے انکار کی صورت میں سزا کے حوالے سے مذاہب آئمہ:

کتنی بار کوئی شخص اعتراف جرم کر لے پھر اس کا انکار کر دے تو اس صورت میں اسے سزا دی جاسکے گی؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔

۱-ارتکاب زنا کے بعد اگر کوئی شخص اعتراف جرم کرے پھر اس کا انکار کر دے تو ایسی صورت میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس پر سزا جاری کی جائے گی بشرطیکہ اس نے چار مختلف مجالس میں اس کا اعتراف کر لیا ہو۔آپ نے حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے، کیونکہ وہ ارتکاب زنا کے بعد آخرت کی

سزا سے بچنے کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چار بار حاضر ہوئے اور چار بار اعتراف زنا کیا۔ چوتھی بار اقرار کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تمہارا دماغ درست ہے؟ عرض کیا: یارسول اللہ! میرا دماغ درست ہے۔ چونکہ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ شادی شدہ تھے، اس لیے انہیں رجم کی سزا دی گئی۔

۲- حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ایک بار اعتراف جرم سے حد کی سزا نافذ ہو جاتی ہے۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو پابند کیا تھا: ''تم کل فلاں عورت کے پاس جانا، اگر وہ اعتراف جرم کرے تو اس پر رجم کی سزا نافذ کر دینا۔'' اس روایت سے ثابت ہوا کہ ایک بار اعتراف جرم سے بھی حد جاری کی جا سکتی ہے۔

۳- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ مجرم چار بار اگر اعتراف کرے تو حد زنا ثابت ہوگی، خواہ یہ چار بار اعتراف ایک مجلس میں کرے یا مختلف مجالس میں۔

قسم ثانی: مؤطا امام محمد

سوال نمبر 4: (الف) زين القرطاس بترجمة الامام أبي حنيفة رضي الله عنه في اللغة العربية التي تشتمل على خمس عشرة سطرا؟

(حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات زندگی عربی زبان میں زینت قرطاس کریں جو پندرہ سطور پر مشتمل ہوں؟)

(ب) اكتب المزايا الخمسة لموطا الامام محمد على يحيى الأندلسي وبين شيخه الذي روى منه يحيى الأندلسي؟

(مؤطا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے پانچ مزایا زینت قرطاس کریں جو یحییٰ اندلسی کے حوالے سے ہیں اور یحییٰ اندلسی کے شیخ کے بارے میں بھی بتائیں کہ وہ کون ہیں؟)

جواب: (الف) ترجمة الامام ابی حنیفه رحمه الله تعالیٰ:

هو امير المؤمنين فى الحديث والفقه ورئيس الفقهاء ومؤسس الفقه

الحنفية الشهير الامام الاعظم وسراج الامة ابو حنيفة ولد فى سنة ٨٠ هـ .

البشارات فى حقه:

ورد كثير من الاحاديث التى بينت فيها بعض احواله وفضائله، هن فى السطور الأتية:

١ - قال ابوهريرة رضى الله عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يكون فى امتى رجل يقال له ابو حنيفة هو سراج امتى يوم القيامة

٢ - وعنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يكون فى امتى رجل اسمعه النعمان ويكنى بابى حنيفة وهو سراج امتى، هو سراج امتى، هو سراج امتى .

٣- عن انس بن مالك رحمه الله قال رسول الله صلى الله عليه وسلم سياتى من بعدى رجل يقال له النعمان ويكنى ابا حنيفة وليحيين دين الله وسنتى على يديه . او كما قال عليه السلام .

شرف التابعى:

كان ابو حنيفة رئيس التابعين لانه راى سبعة من اصحاب رسول صلى الله عليه وسلم وهم فى الأتية:

(١)عبدالله بن حارث . (٢)انس بن مالك . (٣)معقل بن يسار . (٤) جابر بن عبدالله . (٥)عبدالله بن انيس . (٦)واثلة بن الاسقع . (٧)عائشة بنت لمجرد رضى الله تعالىٰ عنهم .

شيوخه:

وتعلم الامام الاعظم ابو حنيفة من كثير الفقهاء والعلماء والفضلاء من عصره . واسماء بعض شيوخه فى الأتية:

(۱)محمد بن علی باقر ۔ (۲) الامام جعفر الصادق ۔ (۳) الامام قاسم بن محمد ۔ (۴) شعبة بن حجاج ۔ (۵) ابو اسحاق سبیعی ۔ (۶) عطاء بن ابی رباع ۔ (۷) مسلمه بن کهیل ۔ (۸) سماك بن حرب ۔ (۹) سلیمان بن مهران وغیرهم رضی الله تعالیٰ عنهم ۔

تلامیذه:

وتعلم منه کثیر من الفقهاء والمحدثین والمفسرین واسماء بعضهم فی الأتیة:

(۱) حماد بن ابی حنیفة ۔ (۲) الامام ابو یوسف ۔ (۳) محمد بن حسن ۔ (۴) مالك بن انس ۔ (۵) زفر بن هذیل ۔ (۶) عبدالله بن مبارك ۔ (۷) فضیل بن عیاض ۔ (۸) داؤد الطائی (۹) بشر بن الحارث الحافی وغیرهم رضی الله تعالیٰ عنهم ۔

تصانیفه:

صنف الامام الاعظم ابو حنیفة کثیرا من الکتب فی الفقه والحدیث ۔ وعلوم الاخر ۔ واسماء تصانیفه فی الأتیة:

(۱) کتاب الآثار (۲) الفقه الاکبر (۳) الفقة الابسط (۴) الفقه الاوسط (۵) کتاب العالم والمتعلم (۶) کتاب السیر (۷) کتاب الرد علی القدریة (۸) کتاب الجامع (۹) کتاب الوصایا (۱۰) المسند امام اعظم ۔

الوفات:

توفی الامام الاعظم ابو حنیفة فی سنة ۱۵۰ ھ ومدفون فی مدینة کوفة ۔

(ب) المزایا لمؤطا الامام محمد رحمه الله تعالیٰ:

المزایا الخمسة لمؤطا الامام محمد بن حسن الشیبانی فی الأتیة:

۱- انه قد یطلق کلمة الاثر ویعقد معنی الاعم شاملا للحدیث المرفوع والموقوف ۔

۲- انه قد یذکر کثیرا بعد ضابطة ابی حنیفة وفقهاء نایعنی فقهاء العراق والکوفة

۳- انه یذکر مذهب الامام مالك موافقاً او معارضا ومذهب الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم

۴- انه قد ینبه ینعکس مازادته روایته عن مالك و یواضح سند مذهبه ۔

۵- انه قد یذکر فی بعض السنن لفظ لاباس کما وجد فی روایة التراویح والمراد منه نفس جواز المسئلة ۔

سوال نمبر5: عن أبی سعید الخدری أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال غسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم ۔

(الف) هل الغسل لیوم الجمعة أم لصلوة الجمعة وما حکمه یوم الجمعة؟

(کیا غسل یوم جمعہ کے لیے ہوتا ہے یا نماز جمعہ کے لیے؟ اور جمعہ کے دن کا کیا حکم ہے؟)

(ب) الاحتلام مع الانزال موجب للغسل مطلقا فما معنی قوله صلی الله علیه وسلم علی کل محتلم ۔

(احتلام مع انزال مطلق غسل کی فرضیت کا سبب ہوتا ہے، تو علی کل محتلم (ہر بالغ پر) کہنے کا کیا مقصد ہے؟)

جواب: (الف) غسل یوم جمعہ یا نماز جمعہ کے لیے ہے؟ میں مذاہب آئمہ:

جمعۃ المبارک کے روز جو غسل کیا جاتا ہے، کیا وہ یوم جمعہ کے لیے ہوتا ہے یا نماز جمعہ کے لیے؟ اس بارے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام محمد رحمہم اللہ کا مؤقف ہے کہ غسل نماز جمعہ کے لیے کیا جاتا ہے۔ حضرت امام محمد اور دیگر فقہاء رحمہم اللہ کے نزدیک غسل یوم جمعہ کے لیے کیا جاتا ہے۔ فریقین میں اختلاف کا ثمرہ یوں سامنے آئے گا کہ جمہور کے نزدیک جن لوگوں پر نماز جمعہ واجب نہیں ہے، ان پر غسل بھی نہیں ہے اور گروہ ثانی کے نزدیک ان پر بھی غسل جمعہ ہے۔ علاوہ ازیں جمہور کے نزدیک نماز جمعہ کے لیے جاتے وقت غسل کیا جائے گا اور دوسرے گروہ کے نزدیک فجر کی نماز کے بعد یا طلوع آفتاب پر جب چاہیں غسل کر سکتے ہیں۔

(ب) "علی کل محتلم" کا مفہوم:

دوسری نمازوں کی طرح نماز جمعہ بھی اپنی شرائط کے ساتھ فرض ہے۔ اس کے لیے مسلمان، مقیم اور بلوغ شرط ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس پر نماز جمعہ فرض ہے، اسی پر غسل جمعہ بھی مسنون ہے۔ اگر احتلام مع انزال ہو، تو اس پر غسل مطلقاً فرض ہے۔ پھر جمعہ کے لیے "علی کل محتلم" کی قید کا کیا مقصد ہے؟ یہاں ان الفاظ سے مراد بالغ و مکلف ہونا ہے یعنی نماز جمعہ بالغ پر فرض ہے اور غسل جمعہ بھی اسی کے لیے مسنون ہے۔

سوال نمبر 6: **قال مالك بلغنا أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه جاءه المؤذن يؤذنه لصلوة الصبح فوجده نائما فقال الصلٰوة خير من النوم فأمره عمر أن يجعلها في نداء الصبح .**

(الف) ترجم الحديث الى الأردية؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) **ما التثويب؟ وهل يجوز في زماننا بغير هذا العبارت المخطوطة؟**

(تثویب کیا چیز ہے؟ کیا ہمارے زمانہ میں خط کشیدہ کے علاوہ الفاظ سے تثویب جائز ہے؟)

(ج) **العبارة المخطوطة كانت في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فما معنى لقول عمر رضي الله عنه؟**

(جب خط کشیدہ عبارت دور رسالت میں موجود تھی تو پھر "قول عمر" کہنے کا کیا مطلب ہوا؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے: ہمیں اس بات کا علم ہوا ہے کہ مؤذن فجر کی اذان کہنے کی اجازت حاصل کرنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے آپ کو سوئے ہوئے پایا۔ اس نے بلند آواز سے کہا: اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ (نماز نیند سے بہتر ہے) تو آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ یہ الفاظ فجر کی اذان میں شامل کر لے۔

(ب) عصر حاضر میں تثویب کے الفاظ:

اذان کے بعد اور جماعت کھڑی ہونے سے چند منٹ قبل لوگوں کو جماعت میں شمولیت کی دعوت دی جاتی ہے، اس کو "تثویب" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ فجر کی جماعت کے لیے "اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ"، نماز ظہر، نماز عصر اور نماز عشاء کے لیے "حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ" کے الفاظ بطور تثویب استعمال کیے جاتے ہیں۔ مغرب کی اذان کے متصل اقامت کہہ کر جماعت کھڑی کی جاتی ہے اور تثویب کی ضرورت نہیں ہوتی۔

عصر حاضر میں بایں الفاظ تثویب کہی جا سکتی ہے: اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللہِ وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللہِ

(ج) ارشاد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مطلب:

بلاشبہ خط کشیدہ الفاظ (اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ) دور رسالت میں موجود تھے اور اذان میں شامل تھے، تو ارشاد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ "تم اسے اذان میں شامل کرلو" کا کیا مطلب ہوا؟

(۱) آپ نے بطور تاکید یہ الفاظ اذان میں شامل کرنے کا حکم دیا ہو۔ (۲) آپ نے بطور تثویب فجر کی اذان میں یہ الفاظ شامل کرنے کا حکم دیا ہو۔

الاختیار السوی النهائی تحت اشراف **تنظیم المدارس** لأهل السنة باکستان

شهادة العالمیة فی العلوم العربیة و الاسلامیة "السنة الثانیة"

الطلاب الموافق سنة ۱۴۳۷ھ 1216ء

﴿الورقة الأولى: علم الكلام﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات   مجموع الأرقام: ۱۰۰

الملاحظه: السؤال الأول اجباری ولك الخيار فی البواقی أن تجيب عن اثنين فقط

السؤال الأول: حقائق الأشياء ثابتة

(۱) حق اور اس کے مقابل کی تعریف کریں؟ نیز اہل حق سے مراد کیا ہے؟ ۱۷

(۲) حقیقت، ماہیت اور ہویت کے مابین فرق واضح کریں؟ ۱۷

السؤال الثانی: أسباب العلم ثلاثة الحواس السليمة والخبر الصادق والعقل بحكم الاستقراء ۔

(۱) اسباب علم شرح عقائد کی روشنی میں بیان کریں؟ ۲۰

(۲) حواس خمسہ کی وضاحت سپرد قلم کریں؟ ۱۳

السؤال الثالث: والله تعالىٰ خالق لأفعال العباد من الكفر و الايمان والطاعة والعصيان ۔

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر اُردو ترجمہ کریں؟ ۱۰

(۲) مذکورہ مسئلہ میں اختلاف مع الدلائل تحریر کریں؟ ۲۳

السؤال الرابع: وما اخبربه النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اشراط

الساعة ای من علاماتها من خروج الدجال ودابة الأرض ويأجوج ومأجوج ونزول عيسىٰ عليه السلام من السماء وطلوع الشمس من مغربها فهو حق ۔

(۱) عبارت کا ترجمہ کریں؟ ۱۳

(۲) شرح عقائد کی روشنی میں مسئلہ مذکورہ کی وضاحت کریں؟ ۲۰

السؤال الخامس: (۱) گناہ کبیرہ کی تعریف کے بارے میں مختلف اقوال نقل کریں؟ نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکورہ کبائر لکھیں؟ ۲۰

(۲) گناہ کبیرہ عبد مؤمن کو ایمان سے خارج کرتا ہے یا نہیں؟ اپنا مؤقف مع دلیل بیان کریں۔ ۱۳

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال اوّل) برائے طلباء بابت 2016ء

﴿پرچہ اوّل: علم الکلام (عقائد نسفی)﴾

سوال 1: حقائق الأشیاء ثابتة

(۱) حق اور اس کے مقابل کی تعریف کریں؟ نیز اھل حق سے مراد کیا ہے؟

(۲) حقیقت، ماہیت اور ہویت کے مابین فرق واضح کریں؟

جواب: (الف) حق کی تعریف اور اس کا مقابل:

حق کی تعریف اور اس کا مقابل بایں الفاظ بیان کیا گیا:

الحق هو الحكم المطابق للواقع يطلق على الاقوال والعقائد والاديان والمذاهب باعتبار اشتمالها على ذلك ويقابله الباطل

حق ایسا حکم ہے جو واقع کے مطابق ہو۔ اس کا اطلاق اقوال، عقائد، ادیان اور مذاہب پر اس اعتبار سے ہوتا ہے کہ یہ سب اس پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس کا مقابل باطل ہے۔

نوٹ: یہاں اہل حق سے مراد اہل سنت وجماعت ہیں۔

(ب) حقیقت، ماہیت اور ہویت میں فرق:

حقیقت اور ماہیت میں کوئی حقیقی فرق نہیں ہے، جس طرح کہ حضرت شارح رحمہ اللہ تعالیٰ نے بایں الفاظ واضح کیا ہے: **حقيقة الشیٔ وما هيته مابه الشیٔ هو هو**۔ یعنی شئی کی حقیقت اور اس کی ماہیت دونوں وجود کے لحاظ سے ایک ہیں۔ البتہ ان کے درمیان اعتباری فرق ضرور ہے۔ جس کی وضاحت یوں کی جاسکتی ہے کہ کوئی چیز نفس الامر میں ایک ہوتی ہے لیکن اس کی حیثیتیں مختلف ہوتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس کے نام بھی متعدد ہوتے

ہیں جیسے کوئی آدمی کتابت کرسکتا ہو اور کپڑوں کی سلائی کا فن بھی جانتا ہو، پہلی حیثیت سے اسے کاتب اور دوسرے فن کے اعتبار سے اسے خیاط کہا جائے گا۔ بالکل اسی طرح ''**مابه الشیٔ هو هو**'' وہ شئی ہے جس کے سبب اس کا وجود ہوتا ہے مثلاً حیوان ناطق، انسان کے لیے۔ ایک حیثیت سے خارج میں موجود ہے، جس وجہ سے یہ انسان کی حقیقت ہے جبکہ دوسری حیثیت سے وہ خارج میں معین ومشخص ہے جس کے باعث یہ ''ھو'' کا مرجع بھی بن رہا ہے۔ اسی لحاظ سے یہ ہویت ہے۔ ان دونوں حیثیتوں سے قطع نظر اس کا نام ماہیت ہے۔

سوال 2 أسباب العلم ثلاثة الحواس السليمة والخبر الصادق والعقل بحكم الاستقراء۔

(۱) اسباب علم شرح عقائد کی روشنی میں بیان کریں؟

(۲) حواس خمسہ کی وضاحت سپرد قلم کریں؟

جواب: (الف) اسباب علم شرح عقائد کی روشنی میں:

علم کا سبب تین حالتوں سے خالی نہیں ہوسکتا۔ وہ خارج از مدرک ہوگا یا نہیں، بصورت اوّل خبر صادق ہوگا۔ بصورت ثانی وہ آلہ ادراک ہوگا یا مدرک ہوگا۔ علی سبیل الاوّل حواس ہیں وعلی سبیل الثانی عقل ہے۔

خبر صادق:

وہ خبر ہے جو واقع کے مطابق ہو۔

یہ اسباب علم میں سے ایک ہے۔ اس کی دو اقسام ہیں:

۱۔ خبر متواتر: خبر متواتر وہ ہے جو اتنے کثیر لوگوں کی زبان پر جاری ہو جن کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو۔ اس سے یقین کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

۲۔ خبر رسول: وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزہ کی شکل میں عطا ہوتی ہے جو نبوت و رسالت کی صداقت کی دلیل ہوتی ہے۔ یہ یقینی وقابل اعتقاد وقابل عمل ہوتی ہے۔

عقل کی تعریف:

انسان کی فطرتی قوت کا نام ہے جس سے بالفعل ضروریات کا علم حاصل ہوتا ہے اور ضروریات کے باعث انسان میں علوم نظریہ قبول کرنے کی قوت پیدا ہوتی ہے۔

عقل ضروریات کا علم پیش کرنے کا سبب بنتی ہے جس کے نتیجہ میں نظر وفکر کے بعد حاصل ہونے والا اعتقاد یقینی حیثیت اختیار کر جاتا ہے۔

(ب) حواس خمسہ کی تعریفات:

حواس پانچ ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱-قوت سامعہ: یہ ایسی قوت ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے کانوں کے پٹھوں میں رکھی ہے، جب وہاں ہوا رسائی حاصل کرتی ہے تو آواز کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور یہ ایک ادراک کی کیفیت بن جاتی ہے۔

۲-قوت باصرہ: یہ ایسی قوت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانی آنکھوں کے پیچھے پردہ میں رکھی ہے، وہ مختلف رنگوں، حرکتوں، شکلوں، روشنیوں اور مقداروں وغیرہ کا ادراک کرتی ہے۔

۳-قوت شامہ: یہ ایسی قوت ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازک گوشت یعنی "دماغ" کی شکل میں انسان کے سر میں رکھی ہے جو بدبو یا خوشبو کی صورت میں ادراک کرتی ہے۔

۴-قوت ذائقہ: یہ ایسی قوت ہے جو قدرت کی طرف سے زبان میں رکھی گئی ہے، جب کوئی چیز اس پر رکھی جائے تو اس کے میٹھے یا نمکین ہونے کا ادراک کر لیتی ہے۔

۵-قوت لامسہ: یہ ایسی قوت ہے جو قدرت کی طرف سے انسان کے تمام جسم میں رکھی گئی ہے کہ جو چیز بھی جسم کے ساتھ لگائی جائے تو جسم اس کی حرارت و برودت، رطوبت و یبوست کا فوراً ادراک کر لیتا ہے۔

سوال 3: وَاللّٰہُ تَعَالٰی خَالِقٌ لِاَفْعَالِ الْعِبَادِ مِنَ الْکُفْرِ وَالْاِیْمَانِ وَالطَّاعَۃِ وَالْعِصْیَانِ ۔

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر اُردو ترجمہ کریں؟

(۲) مذکورہ مسئلہ میں اختلاف مع الدلائل تحریر کریں؟

جواب: (الف) اعراب وترجمہ عبارت:

اعراب اوپر لگا دیئے گئے ہیں اور ترجمہ عبارت درج ذیل ہے:

اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق ہے خواہ وہ کفر و ایمان اور اطاعت و نافرمانی کی شکل میں ہوں۔

(ب) افعال عباد کے خالق میں اختلاف:

افعال کی دو اقسام ہیں:

۱-افعال اضطراریہ: یہ وہ افعال واعمال ہیں جن کا صدور بندہ کے قصد وارادہ کے بغیر ہوتا ہے مثلاً رعشہ کا مرض ہے۔

۲-افعال اختیاریہ: وہ افعال ہیں جن کے صدور میں بندے کے قصد وارادہ کا دخل ہوتا ہے مثلاً ایمان وکفر اور اطاعت ومعصیت وغیرہ۔

کیا افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے یا بندہ خود؟ اس بارے میں اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-اہل سنت و جماعت کا مؤقف ہے کہ افعال اضطراریہ کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور افعال اختیاریہ کا صدور بندہ کے ارادہ سے ہوتا ہے۔ اچھے افعال کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے گی اور افعال بد اور ان کے نتائج کی نسبت بندے کی طرف کی جائے گی۔

ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱-ارشاد خداوندی ہے: وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَ مَا تَعْمَلُوْنَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور تمہارے معمولات کو پیدا کیا۔ لفظ معمول، افعال کو بھی شامل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ افعال اور معمولات کی نسبت بندے کی طرف کی جائے گی، کیونکہ ان کا صدور وکسب اس کی طرف سے ہوتا ہے مثلاً نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور ایمان وکفر وغیرہ۔

۲-اگر انسان اپنے جملہ افعال کا خالق خود ہوتا تو اسے ان افعال واعمال کی پیشگی

تفصیل معلوم ہوتی لیکن ایسا نہیں ہے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خالق نہیں ہے مگر افعال اختیاریہ میں اس کا قصد وارادہ ضرور ہوتا ہے۔

۳-جبریہ اور معتزلہ کے نزدیک بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو ان افعال میں کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ان کی دلیل یہ ہے کہ جب بندہ مکلف ہے تو اس کے افعال کی نسبت بھی اس کی طرف کرنا ہوگی ورنہ اسے مکلف قرار دینا درست نہیں ہوگا۔یعنی جو کام اس نے انجام نہیں دیا، اس کا اسے ذمہ دار ٹھہرانا بھی درست نہیں ہے۔

سوال 4: وما اخبربه النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اشراط الساعة ای من علاماتها من خروج الدجال ودابة الأرض ويأجوج ومأجوج ونزول عيسىٰ عليه السلام من السماء وطلوع الشمس من مغربها فهو حق .

(۱) عبارت کا ترجمہ کریں؟

(۲) شرح عقائد کی روشنی میں مسئلہ مذکورہ کی وضاحت کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ عبارت:

اور جس طرح کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی شرائط کی خبر دی یعنی اس کی علامات بیان فرمائیں وہ دجال، دابۃ الارض اور یاجوج ماجوج کا خروج، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول اور آفتاب کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا۔

(ب) قیامت کی علامات کبریٰ کی وضاحت:

اس عبارت میں قیامت کی علامات کبریٰ بیان کی گئی ہیں، جن کی تفصیل و وضاحت درج ذیل ہے:

۱-خروج دجال:

دجال قوم یہود کا ایک فرد ہے جو مشیت الٰہی سے دریائے طبرستان کے جزائر میں بند ہے، یہ قرب قیامت خروج کر کے پہاڑ پر آئے گا۔وہ گدھے پر سوار ہوگا، اس کی پیشانی پر ''کافر'' لکھا ہوگا۔یہ تحریر مسلمان کو نظر آئے گی اور کافر کو نظر نہیں آئے گی۔اس کا فتنہ چالیس

روز رہے گا۔پہلا دن سال بھر کا ہوگا، دوسرا مہینے کا، تیسرا ایک ہفتہ کا اور باقی ایام عام دنوں کے برابر ہوں گے۔اس کی ایک آنکھ اور ایک ابرو نہیں ہوگا۔اس کے پاس آگ ہوگی جسے وہ دوزخ اور ایک باغ ہوگا جسے جنت کا نام دے گا۔وہ دنیا بھر کا چکر لگائے گا پھر حرمین شریفین میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا لیکن فرشتے اسے اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ہلاک ہوگا۔

۲-دابۃ الارض کا خروج:

یہ ایک عجیب قسم کا جانور ہوگا جو کوہ صفا سے برآمد ہوگا۔وہ تمام شہروں کا دورہ کرے گا، وہ فصاحت وبلاغت سے باتیں کرے گا اور کہے گا: هٰذَا كَافِرٌ وَهٰذَا مُؤْمِنٌ ۔ اس کے ایک ہاتھ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی اور دوسرے ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا۔وہ عصا کے ساتھ ہر کافر کی پیشانی پر مہر لگائے گا۔

۳-یاجوج ماجوج کا خروج:

یاجوج ماجوج، حضرت یافث علیہ السلام کی اولاد سے متعلق ایک گروہ ہوگا، وہ کثیر تعداد میں ہیں، زمین پر فساد کی وجہ سے وہ ایک دیوار میں بند کر دیئے تھے۔یہ لوگوں، حیوانات اور درندوں کو کھا جاتے تھے۔حضرت سکندر ذوالقرنین نے انہیں چار دیواری میں بند کر دیا تھا۔یہ دیوار اس قدر مضبوط ہے کہ اسے گرا نہیں سکتے۔قیامت کے قریب یہ دیوار گر جائے گی اور یہ قوم ظاہر ہوگی۔یہ لوگ پھر اپنی سابقہ حرکتوں کا مظاہرہ کریں گے حتیٰ کہ انہیں ہلاک کر دیا جائے گا۔

۴-حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول:

علامات قیامت میں سے ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا، نبوت ورسالت سے نوازا، اپنی قوم کو تبلیغ فرماتے رہے اور لوگ آپ کی مخالفت پر اتر آئے اور آپ کو صولی دینے لگے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمانوں پر اٹھا لیا۔اس وقت آپ چوتھے آسمان پر تشریف فرما ہیں۔قیامت کے قریب

آپ زمین پر نزول فرمائیں گے۔ جب آپ کو آسمان پر اٹھایا گیا اس وقت عمر مبارک ۳۳ سال تھی اور نزول کے وقت بھی یہی عمر ہوگی۔ آپ شادی کریں گے، اولاد ہوگی اور وصال ہوگا اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مدفون ہوں گے۔

۵- آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا:

علامات قیامت سے پانچویں علامت یہ ہے کہ مشرق کے بجائے مغرب کی طرف سے آفتاب طلوع ہوگا۔ مغرب کی طرف سے آفتاب کا طلوع ہونا بھی علامات قیامت سے ایک ہے۔ اس کے ساتھ ہی دوسری علامات کا ظہور بھی شروع ہو جائے گا۔

روزانہ آفتاب بارگاہ الٰہی میں سجدہ کر کے اذن طلوع چاہتا ہے تب طلوع ہوتا ہے۔ قرب قیامت جب آفتاب حسب معمول طلوع کی اجازت چاہے گا۔ اجازت نہ ملے گی اور حکم ہوگا واپس جا! وہ واپس ہو جائے گا اور اس کے بعد ماہ ذی الحجہ میں یوم نحر کے بعد رات اس قدر لمبی ہو جائے گی کہ بچے چلا اٹھیں گے۔ مسافر تنگدل اور مویشی چراگاہ کے لیے بیقرار ہوں گے۔ یہاں تک کہ لوگ بے چینی کی وجہ سے نالہ وزاری کریں گے اور توبہ توبہ پکاریں گے۔ آخر تین چار رات کی مقدار کے بعد اضطراب کی حالت میں آفتاب مغرب سے چاند گرہن کی مانند تھوڑی روشنی کے ساتھ نکلے گا اور نصف آسمان تک آ کر لوٹ آئے گا اور جانب مغرب غروب ہوگا۔ اس کے بعد بدستور سابق مشرق سے طلوع کرے گا۔ اس نشانی کے ظاہر ہوتے ہی توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ کافر اپنے کفر سے یا گنہگار اپنے گناہوں سے توبہ کرنا چاہے گا تو توبہ قبول نہ ہوگی اور اس وقت کسی کا اسلام لانا معتبر نہ ہوگا۔

سوال 5: (۱) گناہ کبیرہ کی تعریف کے بارے میں مختلف اقوال نقل کریں۔ نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکورہ کبائر لکھیں؟

(۲) گناہ کبیرہ عبد مؤمن کو ایمان سے خارج کرتا ہے یا نہیں؟ اپنا مؤقف مع دلیل بیان کریں۔

جواب: (الف) گناہ کبیرہ کے بارے میں مختلف اقوال:

گناہ کبیرہ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱- احادیث مبارکہ میں جن کو کبیرہ قرار دیا گیا ہے، وہ کبیرہ ہیں۔

۲- جن گناہوں کی معافی توبہ کے بغیر نہ ہو، وہ کبیرہ ہیں

۳- جو گناہ فقہاء کے نزدیک کبیرہ ہوں، وہ کبیرہ ہیں

۴- جن کے ارتکاب سے انسان کا دل زیادہ گھن کرے، وہ کبیرہ ہیں

۵- صغائر پر اصرار، گناہ کبیرہ قرار پاتا ہے۔

۶- وہ گناہ جس کے ارتکاب سے انسان سزا یا حد یا لعنت کا حقدار یا جنت سے محرومی یا غضب خداوندی کا مستحق قرار پائے، وہ کبیرہ ہے۔

کبیرہ گناہوں کی تعداد و تفصیل:

مختلف احادیث مبارکہ میں کبائر کی تعداد مختلف بیان کی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق سات ہیں۔ حضرت امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ''کتاب الکبائر'' میں کبیرہ گناہوں کی تعداد ستر لکھی ہے۔ حضرت امام ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تصنیف ''الزواجر'' میں کبائر کی تعداد چار سو سڑسٹھ (۴۶۷) بیان کی ہے۔ کبائر کا بالترتیب خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

(۱)۔ شرکِ اکبر (۲)۔ شرکِ اصغر (ریا کاری) (۳)۔ ناحق غصہ اور حسد (۴)۔ فخر وتکبر اور اترانا (۵)۔ دھوکا دینا (۶)۔ منافقت کرنا (۷)۔ سرکشی اور بغاوت کرنا (۸)۔ مخلوق کو حقیر جاننا (۹)۔ بے مقصد اور بے ہودہ باتیں کرنا (۱۰)۔ لالچ رکھنا (۱۱)۔ فقر کا خوف رکھنا (۱۲)۔ تقدیر پر غضبناک ہونا (۱۳)۔ امیروں کی طرف نظریں لگانا اور اُن کی تعظیم پیسے کی وجہ سے کرنا (۱۴)۔ فقراء کا مذاق اُن کے فقر کی وجہ سے اڑانا (۱۵)۔ حرص رکھنا (۱۶)۔ دنیاوی کاموں پر فخر کرنا (۱۷)۔ مخلوق کے لیے ایسی زیب وزینت اختیار کرنا جو جائز نہیں (۱۸)۔ فریب دینا (۱۹)۔ جو کام کیا نہ ہو اُس پر تعریف اور مدح پسند کرنا (۲۰)۔ اپنے گناہوں کو چھوڑ کر مخلوق کے گناہوں کو تلاش کرنا (۲۱)۔ نعمت بھلا دینا (۲۲)۔ دینی مصلحت کے علاوہ کسی کا ساتھ دینا (۲۳)۔ شکر نہ کرنا (۲۴)۔ قضاء پر راضی نہ ہونا (۲۵)۔ حقوق اللہ اور فرض احکام کو حقیر سمجھنا (۲۶)۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں سے مذاق اور ٹھٹھا

کرنا (۲۷)۔ خواہشات کی پیروی اور حق سے منہ پھیرنا (۲۸)۔ چال بازی اور دھوکہ دینا (۲۹)۔ دنیاوی زندگی چاہنا (۳۰)۔ حق سے تجاوز کرنا (۳۱)۔ مسلمان کے متعلق برا گمان رکھنا (۳۲)۔ حق قبول نہ کرنا خاص کر جب نفس کے خلاف ہو یا ایسے کے ہاتھوں حق آئے جس سے بندہ بغض رکھتا ہو (۳۳)۔ گناہ پر خوش ہونا (۳۴)۔ گناہ پر اصرار کرنا (۳۵)۔ اچھے کام کرنے پر مدح ستائش پسند کرنا (۳۶)۔ دنیاوی زندگی پر راضی ہو کر اُس کی تمنا رکھنا (۳۷)۔ اللہ سبحان وتعالیٰ اور آخرت کو بھول جانا (۳۸)۔ اپنی ذات کی خاطر غصہ اور اپنی ذات کی خاطر باطل کی مدد کرنا (۳۹)۔ گناہوں کے باوجود اللہ سبحان وتعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہونا (۴۰)۔ رحمت الٰہی سے ناامید ہونا (۴۱)۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق برا گمان رکھنا (۴۲)۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکل مایوس ہونا (۴۳)۔ دنیا کمانے کے لیے علم دین حاصل کرنا (۴۴)۔ علم چھپانا (۴۵)۔ علم کے مطابق عمل نہ کرنا (۴۶)۔ فخریہ انداز میں علم کا دعویٰ کرنا (۴۷)۔ علماء کرام کو حقیر سمجھنا (۴۸)۔ اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا (۴۹)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا (۵۰)۔ برائی ایجاد کرنا (۵۱)۔ ترک سنت یعنی اہلسنت وجماعت سے نکلنا (۵۲)۔ تقدیر کو جھٹلانا (۵۳)۔ وعدہ پورا نہ کرنا (۵۴)۔ ظلم پسند کرنا (۵۵)۔ فسق پسند کرنا (۵۶)۔ اولیاء کرام علیہم الرحمہ کو اذیت دینا اور اُن سے دشمنی رکھنا (۵۷)۔ زمانہ کو برا کہنا اور گالی دینا (۵۸)۔ ایسا کلمہ اور لفظ بولنا جس سے فساد انتشار اور اللہ تعالیٰ ناراض ہو (۵۹)۔ احسان کرنے والے کی ناشکری کرنا (۶۰)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک نہ پڑھنا (۶۱)۔ مجبور بندے کو کھانا نہ کھلانے پر کسی کے دل کو سخت کر دینا (۶۲)۔ کبیرہ گناہ پر راضی رہنا (۶۳)۔ کبیرہ گناہ پر مدد کرنا (۶۴)۔ شر اور بے حیائی کو اتنا پانا کہ لوگ اس کے شر سے خوف زدہ ہو جائیں (۶۵)۔ درہم ودنانیر توڑنا، روپے پھاڑنا (۶۶)۔ روپوں اور درہم ودنانیر میں ملاوٹ کرنا (۶۷)۔ سونا اور چاندی کے برتنوں میں کھانا اور پینا (۶۸)۔ قرآن عظیم بھلا دینا (۶۹)۔ جھگڑا اور جدال کرنا (۷۰)۔ راستہ میں پیشاب، پاخانہ کرنا (۷۱)۔ بدن یا کپڑوں پر پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنا (۷۲)۔ وضو کے فرائض میں

سے کوئی چھوڑ دینا (۷۳)۔ غسل کے فرائض میں سے کوئی فرض چھوڑ دینا (۷۴)۔ بغیر ضرورت شرمگاہ کھولنا (۷۵)۔ حائضہ عورت سے وطی کرنا (۷۶)۔ عمداً نماز چھوڑنا (۷۷)۔ عمداً نماز کو وقت سے مؤخر کرنا یا وقت سے پہلے ادا کر لینا (۷۸)۔ ایسی چھت پر سونا جس کی چار دیواری نہ ہو (۷۹)۔ عمداً نماز کے واجبات میں سے کوئی ترک کر دینا (۸۰)۔ اپنے بال دوسرے کے بالوں کے ساتھ ملا کر لگوانا اور ایسا عمل چاہنا (۸۱)۔ بال گودنا یا پسند کرنا (۸۲)۔ پیشانی کے بال اُکھیڑنا (۸۳)۔ دانتوں کو تیز اور باریک کرنا یا ایسا عمل پسند کرنا (۸۴)۔ نمازی کے آگے سے گزرنا (۸۵)۔ اہل محلہ کا فرض جماعت کو ترک کر دینا (۸۶)۔ جسے قوم ناپسند کرتی ہو اُس کا امام بن جانا (۸۷)۔ صف توڑنا (۸۸)۔ صف برابر نہ کرنا (۸۹)۔ امام سے سبقت کرنا (۹۰)۔ نماز میں آسمان کی طرف نگاہیں اٹھانا (۹۱)۔ نماز میں ادھر اُدھر دیکھنا (۹۲)۔ نماز میں ہاتھ پہلو پر رکھنا (۹۳)۔ قبروں کو سجدے کرنا (۹۴)۔ قبروں پر چراغ جلانا (۹۵)۔ قبروں پر بت گاڑنا (۹۶)۔ قبر کا طوف کرنا (۹۷)۔ قبر کا استلام کرنا، چومنا (۹۸)۔ قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا (۹۹)۔ اکیلے جنگل کا سفر کرنا (۱۰۰)۔ عورت کا بغیر محرم کے سفر کرنا (۱۰۱)۔ بدشگونی کی وجہ سے سفر نہ کرنا (۱۰۲)۔ بغیر عذر جمعۃ المبارک کی جماعت چھوڑ دینا (۱۰۳)۔ جمعۃ المبارک کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگنا (۱۰۴)۔ حلقہ کے درمیان آ کر بیٹھنا (۱۰۵)۔ مرد کا ریشم پہننا، بالغ ہیجڑا کا ریشم پہننا (۱۰۶)۔ عاقل اور بالغ مرد کا سونا استعمال کرنا یا سونے کی انگوٹھی پہننا (۱۰۷)۔ مردوں کا عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا یا خواتین کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا (۱۰۸)۔ عورت ایسا لباس استعمال کرے جس سے اُس کا جسم یا جسم کے ابھار واضح ہوں (۱۰۹)۔ تکبر کے طور پر کپڑا آستین یا دامن لمبا رکھنا (۱۱۰)۔ ازار ٹخنوں سے نیچے رکھنا، تکبراً (۱۱۱)۔ کسی شرعی غرض کے علاوہ کالا خضاب داڑھی پر کرنا (۱۱۲)۔ یہ کہنا کہ فلاں ستارہ کی وجہ سے بارش ہوئی (۱۱۳)۔ مصیبت کے وقت اپنے منہ پر تھپڑ مارنا (۱۱۴)۔ مصیبت کے وقت گریبان پھاڑنا (۱۱۵)۔ نوحہ کرنا اور سننا (۱۱۶)۔ مصیبت پر سر کے بال مونڈھ دینا یا اُکھاڑ دینا (۱۱۷)۔ مصیبت کے وقت واویلا کر کے دعا کرنا (۱۱۸)۔

مصیبت کے وقت لعنتیں ڈالنا (۱۱۹)۔میت کی ہڈی توڑنا (۱۲۰)۔قبروں پر بیٹھنا (۱۲۱)۔
قبروں پر آگ کا چراغ جلانا (۱۲۲)۔(بے پردہ) عورتوں کا قبرستان جانا (۱۲۳)۔خواتین
کا جنازوں کے پیچھے جانا (۱۲۴)۔غیر شرعی دم کرنا، کروانا (۱۲۵)۔غلط الفاظ والے تعویز
دینا لینا (۱۲۶)۔اللہ تعالیٰ سے ملاقات ناپسند کرنا (۱۲۷)۔زکوٰۃ نہ دینا (۱۲۸)۔بغیر شرعی
عذر کے زکوٰۃ فرض ہونے کے باوجود ادائیگی میں تاخیر کرنا (۱۲۹)۔تنگ دست مقروض کی
تنگی کا علم ہونے کے باوجود اُس سے جھگڑا کرنا (۱۳۰)۔صدقہ میں خیانت کرنا (۱۳۱)۔
ہفتہ اور بھتہ وصول کرنا (۱۳۲)۔امیر اور غنی کا مانگنا (۱۳۳)۔مانگنے میں اصرار کرتے رہنا
(۱۳۴)۔قریبی رشتہ دار کو طاقت کے باوجود عطا نہ کرنا (۱۳۵)۔صدقہ پر احسان جتلانا
(۱۳۶)۔حاجت مند کو اضافی پانی سے روک دینا (۱۳۷)۔مخلوق کے احسان کی ناشکری کرنا
(۱۳۸)۔اللہ تعالیٰ کے نام پر جنت کے علاوہ کچھ اور مانگنا (۱۳۹)۔جس سے اللہ تعالیٰ کا نام
لے کر مانگا جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نام پر کچھ بھی نہ دے (۱۴۰)۔رمضان المبارک کے
ایام میں روزہ نہ رکھنا (۱۴۱)۔رمضان المبارک کا روزہ رکھ کر توڑنا (۱۴۲)۔رمضان
المبارک کے قضاء روزے کی ادائیگی میں تاخیر کرنا (۱۴۳)۔مرد کی اجازت کے بغیر عورت
کا نفلی روزہ رکھنا (۱۴۴)۔عیدالفطر، عیدالاضحیٰ اور ایام تشریق کے روزے رکھنا (۱۴۵)۔
اعتکاف کی نذر مان کر اعتکاف نہ کرنا (۱۴۶)۔اعتکاف توڑ دینا (۱۴۷)۔مسجد میں جماع
کرنا (۱۴۸)۔قدرت کے باوجود حج نہ کرنا (۱۴۹)۔احرام کھولنے سے پہلے جماع کرنا
(۱۵۰)۔احرام والے کا شکار کرنا (۱۵۱)۔عورت کا اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر احرام
باندھنا (۱۵۲)۔بیت الحرام کو حلال قرار دینا (۱۵۳)۔حرم مکہ میں بے دینی پھیلانا
(۱۵۴)۔مدینہ منورہ والوں کو ڈرانا (۱۵۵)۔مدینہ منورہ والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ
رکھنا (۱۵۶)۔مدینہ منورہ میں کوئی نیا کام ایجاد کرنا جس میں گناہ ہو (۱۵۷)۔مدینہ منورہ
میں بدعت سیئہ ایجاد کرنے والے کو پناہ دینا (۱۵۸)۔مدینہ منورہ کے درخت کاٹنا
(۱۵۹)۔مدینہ منورہ کی گھاس کاٹنا (۱۶۰)۔قدرت کے باوجود حج بیت اللہ نہ کرنے کے
بہانے کرنا (۱۶۱)۔قربانی کے جانور کی کھال بیچنا (۱۶۲)۔زندہ جانور کے جسم کا کوئی حصہ

کاٹنا (۱۶۳)۔زندہ جانور کے چہرہ کو داغنا (۱۶۴)۔جانور پر نشانہ بازی کرنا (۱۶۵)۔
کھانے کے علاوہ کسی غرض کے لیے (مثلاً شوقیہ) جانور کا شکار کرنا (۱۶۶)۔اچھی طرح
جانور ذبح نہ کرنا (۱۶۷)۔غیر خدا کا نام لے کر گلے پر چھری چلانا اور ذبح کرنا (۱۶۸)۔
جانور کو سائبہ بنانا یعنی بطور نذر چھوڑ دینا (۱۶۹)۔کسی کا نام ملك الاملاك رکھنا (۱۷۰)۔
نشہ والی پاک چیزیں بنانا (۱۷۱)۔بغیر عذر بہتا خون پینا (۱۷۲)۔بغیر عذر خنزیر کا گوشت
کھانا (۱۷۳)۔بغیر عذر مردار کا گوشت کھانا (۱۷۴)۔جاندار کو آگ سے جلا دینا
(۱۷۵)۔ناپاک چیز کھانا (۱۷۶)۔گندگی کھانا (۱۷۷)۔نقصان دہ چیزیں کھانا (۱۷۸)۔
آزاد آدمی کو بیچ ڈالنا (۱۷۹)۔سود لینا (۱۸۰)۔سود دینا (۱۸۱)۔سود کا معاملہ لکھنا (۱۸۲)۔
سود پر گواہ بننا (۱۸۳)۔سودی لین دین میں کوشش کرنا (۱۸۴)۔سود پر مدد کرنا (۱۸۵)۔
سود کو جائز قرار دینے کے لیے حیلہ سازی کرنا (۱۸۶)۔مذکر جانور کو جفتی پر دینے سے روک
لینا (۱۸۷)۔فاسد تجارت اور ہر حرام طریقے سے روزی کمانا (۱۸۸)۔(معاشرہ میں
ضرورت ہونے کے باوجود) ذخیرہ اندوزی کرنا (۱۸۹)۔ماں اور اُس کے ناسمجھ بچہ کے
درمیان جدائی ڈالنا (۱۹۰)۔جس کے متعلق علم ہو کہ شراب بناتا ہے اُس کو انگور یا کشمش بیچنا
(۱۹۱)۔بے ریش بچوں سے برائی کرنے والوں کے ہاتھوں بے ریش غلام کو بیچنا (۱۹۲)۔
یا لونڈی کو بیچنا (۱۹۳)۔لہو ولعب کے آلات بنانے والے کے ہاتھ لکڑی بیچنا (۱۹۴)۔
اسلام کے دشمنوں کو اسلحہ بیچنا کہ ہمارے ہی خلاف استعمال کریں گے (۱۹۵)۔شراب پینے
والے کو شراب بیچنا (۱۹۶)۔بھنگ پینے والے کو بھنگ بیچنا (۱۹۷)۔دھوکا دہی سے قیمت
میں اضافہ کرنا (۱۹۸)۔دوسرے کی خرید پر خرید لینا (۱۹۹)۔دوسرے کی بیع پر بیع کرنا
(۲۰۰)۔بیع میں دھوکا دینا (۲۰۱)۔جھوٹی قسم کھا کر سامان بیچنا (۲۰۲)۔چال بازی اپنانا
(۲۰۳)۔ناپ، تول یا پیمائش میں کمی کرنا (۲۰۴)۔ایسا قرض جس سے قرض دینے والے کو
نفع ہو یعنی قرض کے بدلے نفع حاصل کرنا (۲۰۵)۔قرض ادا نہ کرنے کی نیت سے لینا
(۲۰۶)۔قرض ادا نہ کرنے کی امید رکھنا (۲۰۷)۔امیر اور غنی آدمی کا قرض ادا کرنے میں
ٹال مٹول کرنا (۲۰۸)۔یتیم کا مال کھانا (۲۰۹)۔گناہ اور حرام کاموں میں مال خرچ کرنا

(۲۱۰)۔ پڑوسی کو تکلیف دینا (۲۱۱)۔ بلاضرورت تکبر کی بنیاد پر عمارت بلند بنانا (۲۱۲)۔ زمین کے نشانات ختم کر دینا (۲۱۳)۔ نابینا شخص کو راستہ بھلا دینا (۲۱۴)۔ کسی راستہ میں مالک کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا (۲۱۵)۔ عام گزرگاہ میں غیر شرعی تصرف کرنا کہ گزرنے والوں کو تکلیف ہو (۲۱۶)۔ مشترکہ دیوار میں شریک کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا (۲۱۷)۔ ضامن کا صحیح ضمانت سے رک جانا (۲۱۸)۔ کاروبار میں اپنے ساتھ شریک شخص سے خیانت کرنا (۲۱۹)۔ وکیل کا اپنے مؤکل سے خیانت کرنا (۲۲۰)۔ جھوٹا اقرار کرنا، اپنے ورثا سے (۲۲۱)۔ مرض الموت میں مقروض کا اقرار نہ کرنا (۲۲۲)۔ جھوٹے نسب کا اقرار کرنا (۲۲۳)۔ (سچے) نسب کا انکار کرنا (۲۲۴)۔ اُدھار مانگی ہوئی چیز کا اصل مقصد کے خلاف استعمال کرنا (۲۲۵)۔ اصل مالک کی اجازت کے بغیر آگے آدھار دینا (۲۲۶)۔ مدت معین کے بعد بھی استعمال میں رکھنا (۲۲۷)۔ کسی کے مال پر ظلماً قبضہ کرنا، غصب کرنا (۲۲۸)۔ مزدور کی اُجرت دینے میں تاخیر کرنا (۲۲۹)۔ میدانِ عرفات یا مزدلفہ، یا منیٰ میں عمارت بنانا (۲۳۰)۔ مباح اشیاء کے استعمال سے لوگوں کو منع کرنا (۲۳۱)۔ سڑک کرایہ پر دے دینا (۲۳۲)۔ مباح پانی پر قبضہ کر لینا اور مسافروں کو اُس سے روکنا (۲۳۳)۔ واقف کی شرط کی مخالفت کرنا (۲۳۴)۔ گری ہوئی چیز (لقطہ) میں ناجائز تصرف کرنا (۲۳۵)۔ اُس کے مالک کا علم ہونے کے باوجود چیز چھپانا (۲۳۶)۔ لقطہ اٹھاتے وقت گواہ نہ بنانا (۲۳۷)۔ وصیت کرنے میں ورثاء کو نقصان پہنچانا (۲۳۸)۔ امانت رکھی ہوئی اشیاء میں خیانت کرنا (۲۳۹)۔ گروی رکھی ہوئی چیز میں خیانت کرنا (۲۴۰)۔ کرائے پر لی ہوئی چیز میں خیانت کرنا (۲۴۱)۔ (حرام میں مبتلا ہونے کے خوف کے باوجود) شادی نہ کرنا (۲۴۲)۔ شہوت سے اجنبی عورت کو دیکھنا (۲۴۳)۔ شہوت سے اجنبی عورت کو چھونا (۲۴۴)۔ بغیر محرم کے اجنبی عورت سے تنہائی اختیار کرنا (۲۴۵)۔ اَمرد (بے ریش بچہ کو) شہوت سے دیکھنا (۲۴۶)۔ اَمرد کو شہوت سے چھونا (۲۴۷)۔ اَمرد کے ساتھ تنہائی اختیار کرنا (۲۴۸)۔ شوہر کو اُس کی بیوی کے خلاف اُکسانا (۲۴۹)۔ غیبت پر راضی اور خاموش رہنا (۲۵۰)۔ برے القابات سے پکارنا (۲۵۱)۔ مسلمان کا مذاق اڑانا (۲۵۲)۔

چغلی کرنا (۲۵۳)۔ دوغلہ پن اختیار کرنا (۲۵۴)۔ بہتان لگانا (۲۵۵)۔ جبراً اور زبردستی ولی کا نکاح سے روکنا (۲۵۶)۔ نکاح کے پیغام پر نکاح کا پیغام دینا (۲۵۷)۔ بیوی کو اُس کے شوہر کے خلاف بھڑکانا (۲۵۸)۔ شوہر کو اُس کی بیوی کے خلاف اُکسانا (۲۵۹)۔ مرد کا اپنی محرمات میں سے کسی سے نکاح کرنا (۲۶۰)۔ طلاق دینے والے کا حلالہ پر راضی ہونا (۲۶۱)۔ طلاق یافتہ عورت کا حلالہ پر راضی ہونا (۲۶۲)۔ حلالہ کرنے کے لیے کسی مرد کا راضی ہونا (۲۶۳)۔ مرد کا اپنی زوجہ کی خفیہ باتیں ظاہر کرنا (۲۶۴)۔ عورت کا اپنے شوہر کی خفیہ باتیں ظاہر کرنا (۲۶۵)۔ بیوی یا لونڈی سے دُبر (پچھلی شرمگاہ) میں وطی کرنا (۲۶۶)۔ اپنی زوجہ سے کسی عورت یا مرد کے سامنے وطی کرنا (۲۶۷)۔ مہر ادا نہ کرنے کی نیت سے نکاح کرنا (۲۶۸)۔ ذی روح کی تصویر بنانا (۲۶۹)۔ بغیر دعوت کے کسی کے کھانے میں شریک ہونا (۲۷۰)۔ میزبان کی مرضی جانے بغیر مہمان کا خوب سیر ہو کر کھانا (۲۷۱)۔ اپنے مال میں سے اس قدر کھانا جس کے متعلق علم ہو کہ یہ مجھے نقصان دے گا (۲۷۲)۔ کھانے' پینے میں تکبراً کثرت کرنا (۲۷۳)۔ ظلماً ایک بیوی کو دوسری پر ترجیح دینا (۲۷۴)۔ شوہر کا اپنی بیوی کے حقوق واجبہ ادا نہ کرنا (۲۷۵)۔ بیوی کا شوہر کو بغیر عذر شرعی حقوق زوجیت سے روکنا اور منع کرنا (۲۷۶)۔ قطع تعلقی کرنا (۲۷۷)۔ کوئی ملنے کے لیے آئے تو اس سے منہ پھیر لینا (بغیر کسی عذر شرعی کے) (۲۷۸)۔ دلوں میں ایک دوسرے کے متعلق بغض رکھنا (۲۷۹)۔ عورت کا اپنے گھر سے خوشبو لگا کر اور بن سنور کر نکلنا (۲۸۰)۔ عورت کا نافرمان ہونا (۲۸۱)۔ بغیر شرعی عذر کے عورت کا اپنے مرد سے طلاق کا مطالبہ کرنا (۲۸۲)۔ مردوں اور عورتوں کے درمیان دلالی کرنا (۲۸۳)۔ مردوں اور اَمرد (بے ریش بچوں کے) درمیان دلالی کرنا (۲۸۴)۔ طلاق رجعی والی عورت سے حرام کا تصور رکھتے ہوئے وطی کرنا (۲۸۵)۔ بیوی سے ایلاء کرنا، یعنی شوہر قسم اٹھالے کہ اپنے بیوی سے چار ماہ تک ہم بستر نہ ہوگا (۲۸۶)۔ ظہار کرنا، یعنی مرد کا اپنی بیوی کے خاص اعضاء کو اپنی محرمات سے تشبیہ دینا (۲۸۷)۔ پاکدامن مرد یا عورت پر زنا کی یا لواطت کی تہمت لگانا (۲۸۸)۔ اس تہمت پر چپ رہنا (۲۸۹)۔ مسلمان کو گالی دینا اور اس کی بے عزتی کرنا

(۲۹۰)۔ اپنے والدین کو برا کہنا اگرچہ گالی نہ ہی دے (۲۹۱)۔ کسی کو مسلمان ہونے کی وجہ سے لعن طعن کرنا (۲۹۲)۔ انسان کا اپنے نسب یا اپنے والد کے نسب سے برأت (دست برداری) کا اظہار کرنا (۲۹۳)۔ جاننے کے باوجود اپنا نسب غیر کی طرف منسوب کرنا (۲۹۴)۔ شرعی طور پر ثابت شدہ نسب میں طعن زنی کرنا (۲۹۵)۔ عورت کا زنا یا وطی کے شبہ کی وجہ سے بچے کو اُس کی طرف منسوب کر دینا جس کا وہ بچہ نہ ہو (۲۹۶)۔ عدت پوری کرنے میں خیانت کرنا (۲۹۷)۔ بغیر عذر شرعی کے عدت والی عورت گھر سے نکلنا (۲۹۸)۔ عورت کا اپنے شوہر کے مرنے پر سوگ نہ کرنا (۲۹۹)۔ استبراء رحم سے پہلے ہی لونڈی سے وطی کرنا (۳۰۰)۔ بغیر عذر شرعی بیوی کو نان ونفقہ اور خرچہ نہ دینا (۳۰۱)۔ اہل وعیال کو ضائع کرنا (۳۰۲)۔ والدین یا اُن میں سے کسی کی نافرمانی کرنا (۳۰۳)۔ رشتے توڑنا (۳۰۴)۔ انسان کا اپنے آپ کو اپنے آقا کے علاوہ کی طرف منسوب کرنا (۳۰۵)۔ آقا کے خلاف غلام کو بھڑکانا (۳۰۶)۔ غلام کا اپنے آقا سے بھاگ جانا (۳۰۷)۔ آزاد آدمی کو غلام بنا کر اُس سے خدمت لینا (۳۰۸)۔ غلام پر جو خدمت اپنے آقا کی لازم ہے نہ کرنا (۳۰۹)۔ آقا کا اپنے خادم کی ضروریات پوری نہ کرنا (۳۱۰)۔ ہمیشہ مارتے رہنا (۳۱۱)۔ غلام کو خصی کر کے عذاب میں مبتلا کرنا (۳۱۲)۔ جانوروں کی آپس میں لڑائی کروانا (۳۱۳)۔ مسلمان کو یا ذمی کو بغیر عذر کے قتل کرنا (۳۱۴)۔ خودکشی کرنا (۳۱۵)۔ ناحق قتل پر مدد کرنا (۳۱۶)۔ قدرت کے باوجود قتل سے نہ روکنا (۳۱۷)۔ مسلمان کو یا ذمی کو بغیر شرعی وجہ کے مارنا پیٹنا (۳۱۸)۔ مسلمان کو بلاوجہ ڈرانا، دھمکانا (۳۱۹)۔ اسلحہ سے اُس کی طرف اشارہ کرنا (۳۲۰)۔ ایسا جادو سیکھنا جس میں کفر نہ ہو (۳۲۱)۔ جادو سکھانا (۳۲۲)۔ جادو سیکھنا (۳۲۳)۔ جادو پر عمل کرنا (۳۲۴)۔ کاہن بننا (۳۲۵)۔ ستارہ شناس بننا (۳۲۶)۔ فال نکالنا (۳۲۷)۔ پرندوں کو اڑا کر شگون لینا (۳۲۸)۔ نجومی بننا (۳۲۹)۔ خط کھینچ کر فال لینا (۳۳۰)۔ کاہن کے پاس جانا (۳۳۱)۔ ستارہ شناس کے پاس جانا (۳۳۲)۔ پرندوں کو اڑا کر فال لینے والے کے پاس جانا (۳۳۳)۔ نجومی کے پاس جانا (۳۳۴)۔ مطلقاً فال نکالنے والے کے پاس فال نکلوانے کے لیے جانا (۳۳۵)۔ خط کھینچ کر فال لینے والے

کے پاس فال نکلوانے کے لیے جانا (۳۳۶)۔ بغاوت کرنا (۳۳۷)۔ امام اور شیخ کی بیعت توڑ دینا، دنیاوی مقصد پورا نہ ہونے کی وجہ (۳۳۸)۔ اپنی خیانت جاننے والے کے باوجود امام یا حاکم بننا (۳۳۹)۔ مذکورہ حالت کے باوجود امامت کا مطالبہ کرنا یا پختہ ارادہ کرنا (۳۴۰)۔ مذکورہ حالت کے باوجود اس منصب پر مال و دولت خرچ کرنا (۳۴۱)۔ مسلمانوں کا حاکم ظالم یا فاسق کو بنانا (۳۴۲)۔ صالح اہل آدمی کو معزول کر کے نااہل غیر صالح کو امام بنانا (۳۴۳)۔ حاکم یا نائب کا رعایا پر ظلم کرنا (۳۴۴)۔ حاکم یا نائب کا عوام کو دھوکا دینا (۳۴۵)۔ حاکم یا نائب کا عوام کی ضروریات کو پورا نہ کرنا (۳۴۶)۔ بادشاہوں' امیروں اور ججوں کا مسلمان پر یا ذمی پر ظلم کرنا (۳۴۷)۔ باوجود مدد کرنے کی طاقت کے مظلوم کو ذلیل کرنا (۳۴۸)۔ ظالم کے ظلم سے خوش ہو کر اُس کے پاس جانا (۳۴۹)۔ ظالم کے ظلم پر مدد کرنا (۳۵۰)۔ بادشاہ کے پاس ناجائز اور باطل شکایت کرنا (۳۵۱)۔ بدعتیوں کو پناہ دینا (۳۵۲)۔ کسی مسلمان کو کہنا 'اے کافر! (۳۵۳)۔ یا کسی مسلمان کو کہنا 'اے اللہ سبحان وتعالیٰ کے دشمن! (۳۵۴)۔ حد شرعی میں سفارش کرنا (۳۵۵)۔ مسلمان کو بے عزت کرنا' اُس کی خامیاں تلاش کرنا (۳۵۶)۔ لوگوں کے سامنے نیک اور صالح بننا اور ناجائز کام کرنا خلوت میں اگرچہ صغیرہ ہی کیوں نہ ہوں (۳۵۷)۔ حدود اللہ کا قیام کرنے میں سستی کرنا (۳۵۸)۔ زنا کرنا (۳۵۹)۔ لواطت کرنا (۳۶۰)۔ جانوروں سے برا فعل کرنا (۳۶۱)۔ عورت کے ساتھ دبر (پچھلے مقام) میں وطی کرنا (۳۶۲)۔ خواتین کا آپس میں بدفعلی کرنا (۳۶۳)۔ مشترکہ لونڈی سے شریک کا وطی کرنا (۳۶۴)۔ مردہ بیوی سے وطی کرنا (۳۶۵)۔ ولی اور گواہوں کے بغیر جس سے نکاح ہوا اُس سے وطی کرنا (۳۶۶)۔ نکاح متعہ میں جماع کرنا (۳۶۷)۔ اُجرت پر کسی کو لے کر اُس سے وطی کرنا (۳۶۸)۔ کسی عورت کو روکنا اس لئے کہ زانی اُس سے زنا کرے (۳۶۹)۔ چوری کرنا (۳۷۰)۔ چوری کے ارادہ سے راہ روک لینا (۳۷۱)۔ شراب پینا (۳۷۲)۔ شراب کے علاوہ دوسری نشہ آور چیزیں پینا (۳۷۳)۔ شراب بنانا یا دوسری کوئی نشہ آور چیز بنانا (۳۷۴)۔ مطلقاً شراب اٹھانا (۳۷۵)۔ شراب پینے کے لیے اٹھانا (۳۷۶)۔ شراب پلانا (۳۷۷)۔ شراب

پلانے کا کہنا (۳۷۸)۔ شراب بیچنا (۳۷۹)۔ شراب خریدنا (۳۸۰)۔ شراب بیچنے یا خریدنے کا کہنا (۳۸۱)۔ شراب کی قیمت کھانا (۳۸۲)۔ شراب یا اُس کی قیمت کو اپنے پاس روکے رکھنا (۳۸۳)۔ قتل کے ارادہ سے بے قصور آدمی پر حملہ کرنا (۳۸۴)۔ مال چھیننے کے لیے حملہ کرنا (۳۸۵)۔ بے عزتی کرنے کے حوالہ سے حملہ کرنا (۳۸۶)۔ ڈرانے دھمکانے کے لیے حملہ کرنا (۳۸۷)۔ دوسروں کے گھروں میں تانک جھانک کرنا (۳۸۸)۔ چوری چھپے کسی کی باتیں سننا (۳۸۹)۔ بالغ ہونے کے بعد مرد کا ختنہ نہ کرنا (۳۹۰)۔ فرض عین جہاد نہ کرنا (۳۹۱)۔ مطلقاً جہاد ترک کردینا (۳۹۲)۔ سرحدوں کو تقویت اور مضبوطی نہ دینا (۳۹۳)۔ قدرت کے باوجود امر بالمعروف نہ کرنا (۳۹۴)۔ قدرت کے باوجود نہی عن المنکر نہ کرنا (۳۹۵)۔ کہنا کچھ اور کرنا کچھ اور (۳۹۶)۔ سلام کا جواب نہ دینا (۳۹۷)۔ یہ پسند کرنا کہ لوگ اُس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوں (۳۹۸)۔ جنگ سے بھاگ جانا (۳۹۹)۔ طاعون بیماری سے بھاگ جانا (۴۰۰)۔ مال غنیمت میں دھوکا دینا (۴۰۱)۔ مال غنیمت کو چھپالینا (۴۰۲)۔ امن دیئے ہوئے یا ذمی یا وعدہ دیئے ہوئے آدمی کو قتل کرنا (۴۰۳)۔ اُسے دھوکا دینا (۴۰۴)۔ اُس پر ظلم کرنا (۴۰۵)۔ مسلمانوں کے راز فاش کرنا (۴۰۶)۔ مقابلہ بازی یا جوا کھیلنے کے لیے گھوڑے خریدنا (۴۰۷)۔ بازی یا جوا کے لیے تیراندازی کا مقابلہ کرنا (۴۰۸)۔ تیراندازی سیکھنے کے بعد بے رغبتی سے چھوڑ دینا (۴۰۹)۔ جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا (۴۱۰)۔ یمین کاذبہ اگرچہ درجہ غموس تک نہ پہنچے (۴۱۱)۔ کثرت سے قسمیں اٹھانا اگرچہ سچی ہی ہوں (۴۱۲)۔ امانت کی قسم اٹھانا (۴۱۳)۔ بت کی قسم اٹھانا (۴۱۴)۔ قسم کو کفر سے مشروط کرنا (۴۱۵)۔ اسلام کے علاوہ کسی مذہب کی جھوٹی قسم اٹھانا (۴۱۶)۔ نذر مان کر پوری نہ کرنا (۴۱۷)۔ مجبور کر کے قاضی بنانا (۴۱۸)۔ از خود قاضی بننا (۴۱۹)۔ اپنی خیانت کو جانتے ہوئے عہدہ قضا چاہنا (۴۲۰)۔ نااہل اور جاہل کو قاضی بنانا (۴۲۱)۔ ظالم کو قاضی بنانا (۴۲۲)۔ حق کو باطل کرنے والے کی مدد کرنا (۴۲۳)۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ناراض کر کے لوگوں کو قاضی راضی کرنا (۴۲۴)۔ رشوت لینا چاہے دینے والا حق پر ہو (۴۲۵)۔ باطل کے لیے رشوت لینا

(۴۲۶)۔ رشوت لینے دینے والے کے لیے واسطہ بننا (۴۲۷)۔ عہدۂ قضاء (جج) بنانے کے لیے رشوت لینا (۴۲۸)۔ عہدہ قضاء حاصل کرنے کے لیے رشوت دینا (۴۲۹)۔ سفارشی بننے کے لیے تحفہ قبول کرنا (۴۳۰)۔ ناحق جھگڑا کرنا یا جہالت کی بنیاد پر جھگڑنا (۴۳۱)۔ حق طلب کرنے لئے جھگڑا کرنا اور اُس میں مد مقابل پر غلبہ حاصل کرنے لئے جھوٹ سے کام لینا (۴۳۲)۔ صرف دشمنی کی بنیاد پر مخالف سے جھگڑا کر کے سختی کرنا (۴۳۳)۔ بلاوجہ جھگڑا کرنا (۴۳۴)۔ مذموم جھگڑا کرنا (۴۳۵)۔ تقسیم کرنے میں ظلم کرنا (۴۳۶)۔ قیمت لگانے میں ظلم کرنا (۴۳۷)۔ جھوٹی گواہی دینا (۴۳۸)۔ جھوٹی گواہی قبول کرنا (جانتے ہوئے بھی) (۴۳۹)۔ بلاعذر گواہی چھپانا (۴۴۰)۔ ایسا جھوٹ جس کی وجہ سے حد یا ضرر (نقصان) ہو (۴۴۱)۔ دل بہلانے کے لیے شرابی یا کسی فاسق کے ساتھ بیٹھنا (۴۴۲)۔ فاسق قاری یا فاسق ظالم کے ساتھ بیٹھنا (۴۴۳)۔ جوا کھیلنا (۴۴۴)۔ چوسر کھیلنا (۴۴۵)۔ شطرنج کھیلنا، تاش کھیلنا (۴۴۶)۔ آلات لہو ولعب (گانے بجانے کے آلے) بجانا (۴۴۷)۔ گانے بجانے کے آلات سننا (۴۴۸)۔ بانسری بجانا (۴۴۹)۔ بانسری سننا (۴۵۰)۔ طبلہ بجانا (۴۵۱)۔ طبلہ سننا (۴۵۲)۔ لڑکے کے متعلق عشق والے اشعار کہنا (۴۵۳)۔ خاص عورت کے متعلق عشقیہ اشعار کہنا اگرچہ فحش نہ ہوں (۴۵۴)۔ اجنبی یا غیر معین عورت کے لیے عشقیہ اشعار کہنا (۴۵۵)۔ ایسے اشعار ترنم سے پڑھنا (۴۵۶)۔ مسلمانوں کی ہجو اور مذمت والے اشعار پڑھنا اگرچہ سچے ہوں (۴۵۷)۔ فحش کلام والے اشعار پڑھنا (۴۵۸)۔ واضح جھوٹ پر مشتمل اشعار پڑھنا (۴۵۹)۔ ہجو والے اشعار ترنم سے پڑھنا (۴۶۰)۔ عادت سے بھی زیادہ تعریف کرتے ہوئے اشعار میں مبالغہ کرنا (۴۶۱)۔ اشعار کہہ کر (گا کر) دولت کمانا (۴۶۲)۔ صغیرہ گناہوں پر اصرار کرنا (۴۶۳)۔ کبیرہ گناہوں سے توبہ نہ کرنا (۴۶۴)۔ (مہاجر اور) انصار صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بغض رکھنا (۴۶۵)۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی کو گالی دینا (۴۶۶)۔ کسی کی چیز پر ناحق دعویٰ کرنا (۴۶۷)۔ غلام کو خفیہ آزاد کر کے اُس سے خدمت لیتے رہنا۔

(ب) گناہ کبیرہ مومن کو ایمان سے خارج نہیں کرتا:

یہ ایک نا قابل تردید اور مسلمہ حقیقت ہے کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ اس سلسلے میں دلیل وہ مشہور حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے لیے ہوگی۔ اگر بالفرض مرتکب کبائر اسلام سے خارج ہو جاتا ہو تو لازم آئے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن کفار کی شفاعت کریں گے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مسلمان ارتکاب کبیرہ کے سبب اسلام سے خارج اور کفر میں داخل نہیں ہوتا۔

☆☆☆☆☆☆

الاختیار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باکستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية و الاسلامية "السنة الثانية"

للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۷ھ/1216ء

﴿الورقة الثانية: علم الفرائض﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات **مجموع الأرقام: ۱۰۰**

نوٹ: سوال نمبر 5 لازمی ہے باقی چار میں سے کوئی تین سوال حل کریں۔

سوال نمبر ۱: قال علماء نا رحمهم الله تعالیٰ تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة الأول يبدأ بتكفينه و تجهيزه من غير تبذير ولا تقتير

(۱) عبارت مذکورہ پر اعراب لگائیں اور سلیس اُردو میں ترجمہ کریں؟ ۱۰

(۲) ترکہ کا لغوی و اصطلاحی معنی کرنے کے بعد بتائیں کہ دیت کا مال ترکہ میں شامل ہوگا یا نہیں؟ نیز بتائیں کہ خط کشیدہ میں عدد کا اعتبار ہوگا یا قیمت کا؟ مثال دیکر واضح کریں؟ (۱۵)

سوال نمبر 2: (۱) اصحاب فروض کو اصحاب فروض کیوں کہا جاتا ہے؟ ۵

(۲) اصحاب فروض کتنے اور کون کون سے ہیں؟ نیز جد فاسد کی تعریف کریں؟ ۱۰

(۳) اولا دام کے حالات مع امثلہ زینت قرطاس کریں؟ ۱۰

سوال نمبر 3: (۱) حجب کی لغوی و اصطلاحی تعریف سپرد قلم کریں؟ ۱۰

(۲) حجب کی کتنی اور کون کون سی اقسام ہیں؟ نیز بتائیں کہ محجوب کون کون ہوتے ہیں؟ ۱۵

سوال نمبر 4: (۱) ذوی الارحام کی تعریف و توضیح سپرد قلم کریں؟ ۱۰

(۲) مفقود کی تعریف لکھیں نیز مدت مفقود کے بارے میں اختلاف آئمہ نقل کر کے

مفتیٰ بہ قول کی نشاندہی کریں؟ ۱۵

سوال نمبر 5: درج ذیل میں سے پانچ مسائل حل کریں؟

(۱) میــــت (۲) میــــت

والد بیٹی بیوی والدہ والدہ

(۳) میــــت (۴) میــــت

بیوی والدہ ۲ بہنیں والدہ عینی بھائی خیفی بھائی چچا

(۵) میــــت (۶) میــــت

خاوند بیٹی والدہ خاوند ۶ بیٹیاں

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال اوّل) برائے طلباء بابت 2016ء

﴿پرچہ دوم: علم المیراث﴾

سوال نمبر 1: قَالَ عُلَمَاءُ نَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی تَتَعَلَّقُ بِتَرِكَةِ الْمَيِّتِ حُقُوقٌ أَرْبَعَةٌ مُرَتَّبَةٌ ن الْأَوَّلُ يُبْدَأُ بِتَكْفِينِهِ وَ تَجْهِيزِهِ مِنْ غَيرِ تَبْذِيرٍ وَّلَا تَقْتِيرٍ

(۱) عبارت مذکورہ پر اعراب لگائیں اور سلیس اُردو میں ترجمہ کریں؟

(۲) ترکہ کا لغوی واصطلاحی معنی کرنے کے بعد بتائیں کہ دیت کا مال ترکہ میں شامل ہوگا یا نہیں؟ نیز بتائیں کہ خط کشیدہ میں عدد کا اعتبار ہوگا یا قیمت کا؟ مثال دیکر واضح کریں؟

جواب: (الف) اعراب وترجمہ:

اعراب اوپر لگا دیئے گئے ہیں اور ترجمہ عبارت درج ذیل ہے:

ہمارے علماء (فقہاء) رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میت کے ترکہ سے بالترتیب چار حقوق متعلق ہیں۔ پہلا حق یہ ہے کہ اس کے کفن دفن کا آغاز کیا جائے جس میں فضول خرچی اور کنجوسی سے کام نہ لیا جائے۔

(ب) ترکہ کا لغوی واصلاحی معنی:

لفظ "ترکہ" مصدر بمعنی مفعول استعمال ہوتا ہے یعنی میت کی متروکہ دولت ہے۔ اس کا لغوی معنی ہے: چھوڑا ہوا۔ اس کا اصطلاحی وشرعی معنی ہے: انسان کی وفات کے بعد اس کی مملوکہ دولت جو غیر کے حق سے آزاد ہو۔

دیت کے مال کی حیثیت:

دیت کا مال ترکہ میں شامل ہوتا ہے

خط کشیدہ امور میں عدد اور قیمت کا اعتبار ہونا:

خط کشیدہ امور یعنی کفن دفن میں تعداد اور قیمت دونوں کا اعتبار ہوگا۔مرد کے لیے کفن تین عدد کپڑے اور عورت کے لیے کفن پانچ عدد کپڑے مسنون ہیں۔کفن میں قیمت کا اعتبار ہوگا یعنی میت جس نوعیت کا کپڑا اپنی زندگی میں زیب تن کرتی رہی' اسی نوعیت کے کپڑے میں کفن دیا جائے گا۔کفن میں فضول خرچی اور کنجوسی دونوں سے احتراز کرتے ہوئے میانہ راستہ نکالا جائے گا۔

سوال نمبر2:(۱)اصحاب فروض کو اصحاب فروض کیوں کہا جاتا ہے؟

(۲)اصحاب فروض کتنے اور کون کون سے ہیں؟نیز جذ فاسد کی تعریف کریں۔

(۳)اولاد ام کے حالات مع امثلہ زینت قرطاس کریں؟

جواب:(الف)اصحاب فروض کی وجہ تسمیہ:

اصحاب، صاحب کی جمع ہے جس طرح کہا جاتا ہے''صاحب داذ''۔اس کا معنی ہے: والا۔فروض، فرض کی جمع ہے، جس کا معنی ہے: حصہ۔اصحاب فروض کا معنی ہوا: حصہ والے لوگ۔چونکہ قرآن کریم میں ان کے حصص مقرر شدہ ہیں، اس لیے ان کو''اصحاب فروض'' کہا جاتا ہے۔

(ب)اصحاب فروض کی تعداد:

کل اصحاب فروض بارہ ہیں۔ان میں سے چار مرد ہیں جو درج ذیل:

(۱)باپ۔(۲)دادا۔(۳)اخیافی بھائی۔(۴)شوہر۔

ان میں سے آٹھ عورتیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱)بیوی (۲)بیٹی (۳)پوتی (۴)والدہ (۵) دادی (۶) حقیقی بہنیں (۷) علاتی بہنیں (۸)اخیافی بہنیں۔

(ج)اولاد ام کے احوال:

اولاد ام کی تین حالتیں ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱)ایک ہونے کی صورت میں سدس ملے گا۔

(۲)جب دو یا دو سے زائد ہوں تو دو ثلث حصہ ملے گا۔

(۳)بیٹے یا پوتے نیچے تک اور اسی طرح باپ دادا کے ہوتے ہوئے ساقط ہو جائیں گے۔

سوال نمبر3:(۱)حجب کی لغوی واصطلاحی تعریف سپرد قلم کریں؟

(۲)حجب کی کتنی اور کون کون سی اقسام ہیں؟نیز بتائیں کہ محجوب کون کون ہوتے ہیں؟

جواب:(الف)حجب کا لغوی واصطلاحی معنی:

اس کا لغوی معنی ہے: روکنا۔اصطلاح میراث میں اس سے مراد ہے: کسی معین وارث کا کسی دوسرے وارث کی وجہ سے کل یا بعض مال وراثت سے محروم ہونا۔

(ب)اقسام حجب:

اقسام حجب دو ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱-حجب نقصان: وہ ہے کہ اکثر حصہ سے کم حصہ کی طرف منتقل ہو جانا اور یہ پانچ افراد کے لیے ہوتا ہے: زوجین، ماں، پوتی اور علاتی بہن۔

۲-حجب حرمان: یہ ہے کہ کسی وارث کا کسی دوسرے کی وجہ سے مکمل وراثت سے محروم ہو جانا۔

اس میں دو قسم کے وارث ہوتے ہیں:

ایک فریق ایسا ہے جو کسی حال میں بھی حجب حرمان کے حکم میں نہیں آتے، یہ چھ ہیں: والد، والدہ، بیٹا، بیٹی، شوہر، بیوی۔

دوسرا فریق وہ لوگ ہیں جو کبھی محجوب ہوتے ہیں اور کبھی وارث بنتے ہیں۔فریق اوّل کے علاوہ تمام لوگ خواہ عصبات ہوں یا ذوی الارحام سب کے سب اسی فریق میں شامل ہیں۔

سوال نمبر4:(۱)ذوی الارحام کی تعریف وتوضیح سپرد قلم کریں؟

(۲) مفقود کی تعریف لکھیں نیز مدت مفقود کے بارے میں اختلاف آئمہ نقل کر کے مفتیٰ بہ قول کی نشاندہی کریں؟

جواب: (الف) ذوی الارحام کی تعریف:

وہ قریبی رشتہ دار ہیں جو اصحاب فرائض میں داخل نہ ہوں اور نہ ہی عصبات ہوں۔

(ب) مفقود کی تعریف:

فقہ کی اصطلاح میں اس سے مراد وہ شخص ہے جو گم ہو جائے، اس کا علم نہ ہو اور اس کے زندہ ہونے یا مرنے کا علم نہ ہو۔

مدت مفقود میں اقوال:

مدتِ مفقود کے بارے میں مختلف اقوال ہیں:

۱- جب اس کے عمر ہم لوگ باقی نہ رہیں تو اس کی موت کا حکم لگا دیا جائے گا۔

۲- اس کی تاریخ پیدائش سے لے کر ایک سو سال مکمل ہونے پر اس کی موت کا حکم لگایا جائے گا۔

۳- اس کی پیدائش سے لے کر اس کی عمر ایک سو بیس سال ہونے پر اس کی موت کا حکم لگایا جائے گا۔

۴- اس کی پیدائش سے لے کر اس کی عمر ایک سو پچاس سال ہونے پر اس کی وفات کا حکم لگایا جائے۔

۵- اس کی پیدائش سے لے کر اس کی عمر نناوے سال مکمل ہونے پر وفات کا حکم لگایا جائے گا۔

مؤخر الذکر مدت پر اعتماد کرتے ہوئے اسی فتویٰ جاری کیا گیا ہے۔

سوال نمبر 5: درج ذیل میں سے پانچ مسائل حل کریں:

(۱) میت ———— (۲) میت

والد بیٹی بیوی والد والدہ

(۳) میت ———— (۴) میت

بیوی والدہ ۲ بہنیں والدہ عینی بھائی خیفی بھائی چچا

(۵) میت ———— (۶) میت

خاوند بیٹی والدہ خاوند ۶ بیٹیاں

جواب: (۱) میت ————

والد	بیٹی
عصبہ	1/3

(۲) میت ————

بیوی	والد	والدہ
¼	عصبہ	ثلث مابقی بہ

(۳) میت ————

بیوی	والدہ	۲ بہنیں
¼	1/6	2/3

(۴) میت ————

والدہ	عینی بھائی	اخیافی بھائی	چچا
1/6	عصبہ	ساقط	ساقط

(۵) میت ————

خاوند	بیٹی	والدہ
¼	½	1/6

(۶) میت ————

خاوند	۶ بیٹیاں
¼	2/3

☆☆☆☆☆☆☆

الاختيار السنوى النهائى تحت اشراف تنظيم المدارس لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فى العلوم العربية والاسلامية "السنة الثانية"

للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۷ھ/2016ء

﴿الورقة الثالثة: فقه و اصول فقه﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ: دونوں قسموں سے کوئی دو، سوال حل کریں۔

القسم الاوّل......فقه

سوال نمبر 1: الشفعة واجبة فى العقار وان كان ممالايقسم ۔

(۱) عبارت کی تشریح وتوضیح سپرد قلم کریں؟ ۵

(۲) مذکورہ مسئلہ میں اختلاف آئمہ مع الدلائل قلمبند کریں؟ ۱۰

(۳) مسلم وذمی، مرد وعورت، چھوٹا وبڑا اور باغی و عادل حق شفعہ میں برابر ہیں یا نہیں؟ وجہ ضرور تحریر کریں؟ ۱۰

سوال نمبر 2: ولا يوكل من حيوان الماء الا السمك

(۱) مذکورہ مسئلہ میں اختلاف آئمہ مع الدلائل تحریر کریں؟ ۱۳

(۲) ويكره اكل الطافى منه مذکورہ مچھلی کی حلت وحرمت کے بارے میں آئمہ کرام کیا فرماتے ہیں؟ واضح کریں؟ ۱۲

سوال نمبر 3: الوصية غير واجبة وهى مستحبة والقياس يابى جوازها ۔

(۱) مذکورہ عبارت میں خط کشیدہ قید کا فائدہ تحریر کریں؟ نیز بتائیں کہ قیاس جواز وصیت کا انکار کیوں کرتا ہے؟ ۱۲

(۲) قاتل کے لئے وصیت کے جائز ہونے یا نہ ہونے کے بار میں اختلاف آئمہ مع

الدلائل تحریر کریں؟ ۱۳

القسم الثانى......اصول فقه

سوال نمبر 4: الأصل مايبتنى عليه غيره فالابتناء شامل للابتناء الحسى وهو ظاهر

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں؟ ۵

(۲) اصل کا لغوی واصطلاحی معنی بیانی کریں؟ نیز محصول میں مذکور تعریف کی نشاندہی کریں؟ ۱۰

(۳) ابتناء حسی اور ابتناء عقلی کی تعریف کرنے کے بعد بیان کریں کہ اصل کی تعریف میں ان میں سے کون سا ابتناء مراد لیا ہے؟ ۱۰

سوال نمبر 5: ولا شك أن تعريف الأصل تعريف اسمى

(۱) ترجمہ کرنے کے بعد واضح کریں کہ مصنف کیا بیان فرما رہے ہیں؟ ۱۰

(۲) علت فاعلیہ، علت غائیہ، علت صوریہ کی تعریف کر کے مصنف نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ فقہ کی جو تعریف ذکر کی ہے وہ تحریر کریں؟ ۱۵

سوال نمبر 6: فالثلثة الأول اصول مطلقة لأن كل واحد منها مثبت للحكم وأما القياس فهو اصل من وجه

(۱) مذکورہ عبارت کا ترجمہ کریں؟ نیز قیاس کے من وجہ اصل ہونے کی وجہ سپرد قلم کریں؟ (۱۰)

(۲) کتاب وسنت اور اجماع سے مستنبط قیاس کی مثالیں تحریر کریں؟ ۱۵

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال اوّل) برائے طلباء بابت 2016ء

﴿پرچہ سوم: فقہ واصول فقہ﴾

قسم اوّل: فقہ

سوال نمبر 1: الشفعة واجبة فی العقار وان کان ممالایقسم۔

(۱) عبارت کی تشریح وتوضیح سپرد قلم کریں؟

(۲) مذکورہ مسئلہ میں اختلاف آئمہ مع الدلائل قلمبند کریں؟

(۳) مسلم وذمی، مردوعورت، چھوٹا وبڑا اور باغی و عادل حق شفعہ میں برابر ہیں یا نہیں؟ وجہ ضرور تحریر کریں؟

جواب: (الف) عبارت کی تشریح وتوضیح:

عبارت میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ حق شفعہ ایسی جائیداد میں جائز ہے جو غیر منقول ہو خواہ وہ تقسیم ہو سکتی ہو یا تقسیم نہ ہو سکتی۔ اس سلسلہ میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: الشفعة فی کل شیء عقار اوربع۔ شفعہ کے جائز ہونے کی وجہ پڑوسی کا فائدہ ہے۔ چونکہ شفعہ کے لیے جائیداد غیر منقولہ ہونا شرط ہے، اس لیے دکان، مکان اور پلاٹ میں حق شفعہ جائز ہے مگر کشتیوں، بسوں اور سامان وغیرہ میں جائز نہیں ہے۔

(ب) مسئلہ شفعہ کے جواز وعدم جواز میں مذاہب آئمہ:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ شفعہ ہر اس چیز میں جائز ہے جو غیر منقولہ ہو، خواہ وہ قابل تقسیم ہو یا نہ ہو۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جواز شفعہ کے لیے چیز کا قابل تقسیم ہونا شرط ہے۔ ناقابل تقسیم چیز خواہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ میں شفعہ جائز نہیں ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ شفعہ کا مقصد تقسیم کی مشقت کو ختم کرنا ہے، لہٰذا

اس کے لیے چیز کا قابل تقسیم ہونا شرط ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل ہمسائیہ کے ضرر کو دور کرنا ہے، لہٰذا یہ مقصد ناقابل تقسیم میں بھی پورا ہو سکتا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل زیادہ قوی ہے، کیونکہ یہ عندالناس زیادہ نافع ومفید اور مقبول ہے۔ اس طرح آپ کا مؤقف بے غبار اور حقیقت کے قریب ترین ہے۔

(ج) مسلم وذمی، مردوعورت، صغیر وکبیر اور باغی وعادل کے حق شفعہ کا شرعی حکم:

جواب: حکم شرعی یکساں ہونا:

ان تمام کا حکم حق شفعہ شرعی اعتبار سے یکساں ہے، کیونکہ حق شفعہ کا بنیادی مقصد دفع ضرر ہے اور یہ تمام لوگ اس کے مستحق ہیں کہ ان کا ضرر دور کیا جائے۔ تاہم علامہ ابن لیلیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذمی اور بچے کے لیے شفعہ نہیں ہے، کیونکہ ذمی کافر ہے جس پر اسلامی احکام نافذ نہیں ہو سکتے جبکہ بچہ غیر مکلّف ہے جو ضرر وافادہ سے مستثنیٰ ہے۔

سوال نمبر 2: ولایوکل من حیوان الماء الاالسمك

(۱) مذکورہ مسئلہ میں اختلاف آئمہ مع الدلائل تحریر کریں؟

(۲) ویکرہ اکل الطافی منه مذکورہ مچھلی کی حلت وحرمت کے بارے میں آئمہ کرام کیا فرماتے ہیں؟ واضح کریں؟

جواب: (الف) مذکورہ مسئلہ میں مذاہب آئمہ:

اس مسئلہ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، جو درج ذیل ہیں:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ دریائی تمام جانور حرام ہیں سوائے مچھلی کے۔ تاہم وہ مچھلی جو مر کر پانی پر تیر جائے اور الٹی ہو جسے طافی کہتے ہیں، بھی حرام ہے۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) ارشاد خداوندی ہے: ویحرم علیهم الخبائث، یعنی مسلمانوں پر خبیث اشیاء حرام قرار دی گئی ہیں۔

(۲) ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: **احلت لنا میتتان ودمان، المیتتان الحوت والجراد والدمان الکبر و الطحال ۔**

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تمام دریائی جانور حلال ہیں سوائے مگرمچھ، مینڈک، کتا، خنزیر اور بحری انسان کے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تمام دریائی جانور حلال ہیں سوائے مینڈک کے۔ ان دونوں کے دلائل یہ ہیں: (۱) **والحل میتہ** ۔ یعنی پانی (دریائی) کا مردار حلال ہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دونوں اماموں کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

۱- اس میں اضافت عہدی ہے اور اس سے مراد صرف مچھلی ہے اور استغراق مچھلی کی انواع کی جملہ انواع کی وجہ سے ہے۔ اس پر قرینہ یہ روایت ہے: **احلت لنا میتتان۔**

۲- یہاں حل بمعنی طاہر ہے، مطلب یہ ہے کہ یہ جانور پاک ہیں کیونکہ دریا کا پانی پلید نہیں ہوتا۔ یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ یہ جانور حلال ہیں اور ان کا کھانا جائز ہے۔

سوال نمبر 3: الوصیة غیر واجبة وھی مستحبة والقیاس یابی جوازھا ۔

(۱) مذکورہ عبارت میں خط کشیدہ قید کا فائدہ تحریر کریں؟ نیز بتائیں کہ قیاس جواز وصیت کا انکار کیوں کرتا ہے؟

(۲) قاتل کے لئے وصیت کے جائز ہونے یا نہ ہونے کے بارمیں اختلاف آئمہ مع الدلائل تحریر کریں؟

جواب: (الف) غیر واجبة کی قید کا فائدہ:

مذکورہ بالا عبارت میں خط کشیدہ الفاظ (غیر واجبة) کی قید لگا کر مصنف نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وصیت واجب و ضروری نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔ تاہم قیاس اسے جائز نہیں رکھتا، اس لیے کہ وصیت ایسی تملیک ہے جو موصی کی ملکیت کے زوال حال

کی طرف مضاف ہوتی ہے۔ اگر اسے ملکیت کے قیام کے حال کی طرف مضاف کر دیا جائے تو قول باطل قرار پائے گا۔ مثلاً مَلَّکْتُكَ غَدًا ۔ یہی بات مناسب ہے لیکن لوگوں کی ضرورت و آسانی کے پیش نظر ہم اسے جائز کے درجہ میں رکھتے ہیں۔

(ب) قاتل کے بارے وصیت میں مذاہب آئمہ:

کیا قاتل کے حق میں وصیت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ قاتل کے حق میں وصیت کرنا باطل و ممنوع ہے۔ آپ نے اس بارے میں مشہور حدیث سے استدلال کیا ہے: **لا وصیة للقاتل**۔ یعنی قاتل کے حق میں وصیت جائز نہیں ہے۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قاتل کے حق میں وصیت کرنا جائز ہے۔ تاہم اگر قاتل رشتہ دار ہو تو اس کے حق میں وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔

قسم الثانی اصول فقہ

سوال نمبر 4: اَلْاَصْلُ مَا یُبْتَنٰی عَلَیْہِ غَیْرُہٗ فَالْاِبْتِنَاءُ شَامِلٌ لِّلْاِبْتِنَاءِ الْحِسِّیِّ وَھُوَ ظَاھِرٌ

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں؟

(۲) اصل کا لغوی و اصطلاحی معنی بیان کریں؟ نیز محصول میں مذکور تعریف کی نشاندہی کریں؟

(۳) ابتناء حسی اور ابتناء عقلی کی تعریف کرنے کے بعد بیان کریں کہ اصل کی تعریف میں ان میں سے کون سا ابتناء مراد لیا ہے؟

جواب: (الف) اعراب و ترجمہ عبارت:

اعراب اوپر لگا دیئے ہیں اور ترجمہ عبارت درج ذیل ہیں:

اصل وہ ہے جس پر کسی چیز کی بنا رکھی جائے۔ پس یہ بنیاد، بناء حسی کو بھی شامل ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

(ب) اصل کالغوی واصطلاحی معنی:

لفظ ''اصل'' کالغوی معنی ہے: وہ چیز جس پر کسی دوسری چیز کی اس حیثیت سے بنیاد رکھی جائے کہ وہ اصل ہے۔

اس کا اصطلاحی معنی ہے: راجح، دلیل، قاعدہ کلیہ۔

(ج) ابتناء حسی اور ابتناء عقلی کی تعریفات:

ابتناء کی دو اقسام ہیں، جنکی تفصیل وتعریفات درج ذیل ہیں:

۱-ابتناء حسی: ظاہر میں ایک چیز کی بنیاد دوسری چیز پر رکھی گئی ہو مثلاً دیواروں پر چھت کی ابتناء یا اساس پر دیواروں کی ابتناء یا درخت کی شاخوں کی تنے پر ابتناء۔

۲-ابتناء عقلی: دائرہ عقل میں ایک چیز دوسری چیز کے لیے بنیاد ثابت ہو رہی ہو مثلاً حکم کی ابتناء دلیل پر ہو۔

ابتناء مقصود: یہاں دونوں اقسام میں سے ابتناء عقلی مراد ہے۔

سوال نمبر 5: ولاشک أن تعریف الأصل تعریف اسمی

(ا) ترجمہ کرنے کے بعد واضح کریں کہ مصنف کیا بیان فرما رہے ہیں؟

(۲) علت فاعلیہ، علت غائیہ، علت صوریہ کی تعریف کر کے مصنف نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ فقہ کی جو تعریف ذکر کی ہے وہ تحریر کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ اور غرض مصنف:

ترجمہ: اور اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ اصل تعریف، تعریف اسمی ہے۔

غرض مصنف: یہاں مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ اصل کی تقسیم کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

۱-تعریف حقیقی: ماہیت حقیقیہ کو بیان کرنا

۲-تعریف اسمی: ماہیت اعتباریہ کہ تعریف کرنا

(ب) اصطلاحات کی تعریفات:

۱-علت فاعلیہ: وہ چیز ہے جو شئی سے خارج ہو مگر شئی کا وجود اس سے ہو مثلاً معمار،

مکان کے لیے۔

۲-علت غائیہ: وہ چیز ہے جو شئی سے خارج ہو جبکہ شئی کے وجود کا سبب ہو مثلاً مکان میں رہائش اختیار کرنا۔

۳-علت صوریہ: وہ شئی ہے جو چیز سے خارج ہو شئی کا وجود اس سے نہ ہو اور نہ اس کی وجہ سے شئی تیار ہوئی ہو مثلاً معمار کے اوزار۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تعریف فقہ:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق فقہ کی تعریف یوں کی گئی ہے:

الفقہ معرفة النفس مالها وما علیها۔ یعنی آدمی کا مفید وغیر مفید امور کی پہچان حاصل کرنا۔

اس تعریف میں ''نفس'' سے مراد عبد یا نفس انسان ہے۔

سوال نمبر 6: فالثلثة الأول اصول مطلقة لأن كل واحد منها مثبت للحكم وأما القياس فهو اصل من وجه

(ا) مذکورہ عبارت کا ترجمہ کریں؟ نیز قیاس کے من وجہ اصل ہونے کی وجہ سپرد قلم کریں؟

(۲) کتاب وسنت اور اجماع سے مستنبط قیاس کی مثالیں تحریر کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ عبارت:

پس پہلی تینوں اقسام مطلق اصول ہیں، کیونکہ ان میں ہر ایک مثبت للحکم ہے۔ قیاس میں وجہ اصل ہے۔

قیاس کے وجہ اصل ہونے کی وجہ:

تین دلیلیں یعنی کتاب وسنت اور اجماع مطلقاً اصول ہیں، کیونکہ ان میں سے ہر ایک مثبت للحکم ہے مگر قیاس اصل ہے من وجہ۔ اس لیے کہ اس پر حکم مرتب ومؤثر ہوتا ہے لیکن دوسروں کی نسبت فرع ہے۔ تاہم چاروں دلیلیں اصول فقہ ہیں، کیونکہ ان پر صادق آتا

ہے: مایبتنی علیه الفقه ۔ قیاس کی علت باقی دلیلوں سے مستنبط ہوتی ہے، اس لیے کہ قیاس کے ذریعے جو چیز ثابت ہوگی وہ باقی ادلہ کے ذریعے ثابت ہوگی۔ قیاس کو باقی ادلہ کی فرع کہنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ باقی ادلہ مثبت للحکم ہیں جبکہ قیاس مظہر للحکم ہے۔

(ب) کتاب، سنت اور اجماع سے مستنبط قیاس کی مثالیں:

ادلہ ثلاثہ سے مستنبط قیاس کی مثالیں درج ذیل ہیں:

۱- کتاب اللہ سے مستنبط قیاس کی مثال: ارشاد خداوندی ہے: قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ ۔ حالت حیض میں وطی پر قیاس کرتے ہوئے حرمت لواطت بھی ثابت کی گئی کیونکہ علت ''اَذًى'' ہے۔

۲- سنت سے مستنبط ہونے والے قیاس کی مثال: ارشاد نبوی ہے: الحنطة بالحنطة مثلاً بمثل یدا بید والفضل ربو۔ میں گندم کی بیع گندم سے زیادتی کے ساتھ منع ہونے پر قیاس کرتے ہوئے چونہ کی بیع چونہ سے زیادتی کے ساتھ بھی ربوا ہے۔

۳- اجماع سے مستنبط ہونے والے قیاس کی مثال: مزنیہ کی ماں سے نکاح کی حرمت کو قیاس کیا گیا ہے لونڈی کی ماں سے نکاح کی حرمت پر جو اجماع امت سے ثابت ہے، اس میں نص وارد نہیں ہے۔ تاہم ازواج کی امہات سے نکاح کرنے کی حرمت نص سے ثابت ہے، اس میں زوجہ سے وطی کرنے یا نہ کرنے کی کوئی شرط نہیں لگائی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

الاختيار السنوى النهائى تحت اشراف تنظيم المدارس لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فى العلوم العربية والاسلامية ''السنة الثانية''

للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۷ھ/2016ء

﴿الورقة الرابعة: اصول حدیث واصول تحقیق﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات — **مجموع الأرقام: ۱۰۰**

نوٹ: دونوں قسموں سے کوئی دو، دو سوال حل کریں

القسم الاوّل ...... اصول حدیث

سوال نمبر 1: (۱) خبر کا لغوی واصطلاحی معنی تحریر کریں؟ ۱۰

(۲) خبر، حدیث کے مرادف ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اقوال مختلفہ ذکر کرنے کے بعد بتائیں کہ ان میں نسبت کون سی ہے؟ ۱۵

سوال نمبر 2: (۱) متابع کا لغوی واصطلاحی معنی بیان کریں؟ ۱۰

(۲) متابع کی اقسام مع تعریفات وامثلہ سپرد قلم کریں؟ ۱۵

سوال نمبر 3: (۱) مدرج الاسناد کی تعریف زینت قرطاس کریں۔ ۵

(۲) مدرج الاسناد کی کتنی اور کون کون سی اقسام ہیں؟ تفصیلاً وضاحت کریں؟ (۱۰)

(۳) موقوف ومقطوع کی وضاحت کریں؟ نیز انکا اگر کوئی اور نام ہو تو ضرور تحریر کریں؟ (۱۰)

القسم الثانی ...... اصول تحقیق

سوال نمبر 4: (۱) اچھے موضوع کی شرائط کتنی اور کون کون سی ہیں؟ ان میں سے کسی دو کی وضاحت کریں؟ ۱۵

(۲) نامناسب موضوعات میں سے کسی دو کی نشاندہی کر کے ان کی تشریح سپرد قلم

کریں؟ (۱۰)

سوال نمبر 5: (۱) صفحہ عنوان (Title Page) پر کون کون سی معلومات ذکر کی جاتی ہے؟ تفصیلاً تحریر کریں؟ ۱۵

(۲) خاکہ تحقیق کے مقدمہ میں محقق اپنے موضوع اور عنوان کے حوالے سے کن اہم امور کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے؟ ان امور کے صرف نام قلمبند کریں؟ ۱۰

سوال نمبر 6: (۱) عربی و اسلامی تحقیق کے جدید ذرائع میں سے کسی دس کے نام اور ان میں دو کی وضاحت سپرد قلم کریں؟ ۱۵

(۲) تعدد مصادر کی صورت میں سب سے پہلے کسے ترجیح دی جائے گی؟ نیز بتائیں کہ اگر کسی خبر (Information) کے بارے میں قدیم مصادر کا اختلاف ہو تو محقق کو کیا کرنا چاہئے؟ ۱۰

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال اوّل) برائے طلباء بابت 2016ء

﴿پرچہ چہارم: اصول حدیث و اصول تحقیق﴾

قسم اوّل: اصول حدیث

سوال نمبر 1: (۱) خبر کا لغوی و اصطلاحی معنی تحریر کریں؟

(۲) خبر، حدیث کے مرادف ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اقوال مختلفہ ذکر کرنے کے بعد بتائیں کہ ان میں نسبت کون سی ہے؟

جواب: (الف) خبر کا لغوی و اصطلاحی معنی:

لفظ ''خبر'' کا لغوی معنی ہے: اطلاع، کوئی بات پہنچانا۔ اس کا اصطلاحی معنی ہے: وہ قول یا فعل یا تقریر جو غیر نبی سے منقول ہو۔

(ب) خبر اور حدیث کے درمیان امتیاز و فرق:

۱- خبر: اس بارے میں فقہاء کے تین اقوال ہیں:

(i) یہ حدیث کے مرادف ہے یعنی دونوں کا اصطلاحی معنی ایک ہے۔

(ii) یہ حدیث کے مغائر ہے یعنی حدیث وہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو اور خبر وہ ہے جو آپ کے غیر سے منقول ہو۔

(iii) خبر، حدیث سے عام ہے یعنی حدیث وہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو اور خبر وہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا آپ کے غیر سے منقول ہو۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر کا نام ہے۔

خبر اور حدیث میں نسبت:

حدیث اور خبر کے درمیان عام خاص مطلق کی نسبت ہے یعنی ہر حدیث خبر ہے لیکن ہر خبر حدیث نہیں ہے۔

سوال نمبر2:(۱) متابع کا لغوی واصطلاحی معنی بیان کریں؟

(۲) متابع کی اقسام مع تعریفات وامثلہ سپردِ قلم کریں؟

جواب: (الف) متابع کا لغوی واصطلاحی معنی:

متابع: لغوی اعتبار سے یہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے، جس کا معنی ہے: موافق، مطابق۔ اصطلاحی طور پر اس سے مراد وہ حدیث ہے جس میں دوسرا راوی اس راوی کے ساتھ موافقت ومشارکت کرے۔

اس کی دو اقسام ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- متابع تامہ: جب راوی کی مشارکت کا آغاز سند سے ہو مثلاً امام بخاری روایت کرتے ہیں: عن عبد الله بن مسلمة القعنبی عن مالك ، پھر اپنی سند سے روایت کرتے ہیں جس میں ہے: فان غم علیکم فاکملوا العدة ثلاثین ۔

۲- متابع قاصرہ: جب راوی کی شارکت درمیان سند سے ہو مثلاً ابن خزیمہ نے عاصم بن محمد کے طریق سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا: عاصم بن محمد عن ابیه محمد بن زید عن جده عبدالله بن عمر رضی الله عنهم فکملو اثلاثین۔

سوال نمبر3:(۱) مدرج الاسناد کی تعریف زینت قرطاس کریں؟

(۲) مدرج الاسناد کی کتنی اور کون کون سی اقسام ہیں؟ تفصیلاً وضاحت کریں؟

(۳) موقوف ومقطوع کی وضاحت کریں؟ نیز ان کا اگر کوئی اور نام ہو تو ضرور تحریر کریں؟

جواب: (الف) مدرج الاسناد کی تعریف:

وہ حدیث ہے جس کے سلسلہ سند میں راوی اپنی طرف سے مزید راویوں کو داخل کردے۔

(ب) مدرج الاسناد کی اقسام:

مدرج الاسناد کی دو اقسام ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- وہ حدیث ہے جس کی سند کے سیاق کو تبدیل کیا گیا ہو۔

۲- راوی سلسلہ سند چلاتا رہا، پھر رکاوٹ پیدا ہوئی تو اس نے اپنی جانب سے کلام میں اضافہ کردیا جبکہ سامعین اسے متن ہی تصور کرتے رہے اور انہوں نے اسے دوسروں کو اسی طرح روایت کردیا۔

(ج) اصطلاحات کی تعریفات:

۱- موقوف: لغوی لحاظ سے یہ وَقَفَ ثلاثی مجرد مثال واوی سے واحد مذکر اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ اس سے مراد ہے کہ راوی حدیث کو صحابی پر ٹھہرا دیتا ہے اور باقی سلسلہ سند کو ساقط کردیتا ہے۔

اصطلاحی طور پر اس سے مراد ہے: وہ قول، فعل یا سکوت جس کی نسبت کسی صحابی کی طرف کی گئی ہو۔

دونوں مفاہیم کو ملانے سے وضاحتی تعریف یوں ہے: وہ چیز جو ایک صحابی یا متعدد صحابہ کی جماعت کی طرف منسوب یا مضاف ہو خواہ ان کی طرف منسوب چیز قول یا فعل یا سکوت ہو، برابر ہے کہ متصل ہو یا منقطع ہو۔

یاد رہے فقہاء خراسان کی اصطلاح میں موقوف کو اثر بھی کہا جاتا ہے۔

۲- مقطوع: لغوی اعتبار سے قَطَعَ ثلاثی مجرد صحیح سے صیغہ واحد مذکر اسم مفعول ہے، جو معنوی اعتبار سے وصل کی ضد ہے۔ اصطلاحی اعتبار سے اس سے مراد وہ قول یا فعل ہے جو تابعی یا اس سے نیچے والے طبقہ کی طرف منسوب ہو۔

دونوں مفاہیم کو ملانے سے مقطوع کی جامع تعریف یوں ہوگی: وہ قول یا فعل جس کی نسبت سند تابعی یا تبع تابعی یا کسی نچلے طبقے کے راوی کی طرف کی گئی ہو۔ بعض محدثین کے نزدیک مقطوع اور منقطع دونوں مترادف ہیں۔

فائدہ: مقطوع اور منقطع دونوں مترادف نہیں ہو سکتے، کیوں کہ مقطوع سند کی صفت ہے جبکہ منقطع متن کی صفت ہے۔

(قسم ثانی: اصول تحقیق)

سوال نمبر 4: (ا) اچھے موضوع کی شرائط کتنی اور کون کون سی ہیں؟ ان میں سے کسی دو کی وضاحت کریں؟

(۲) نامناسب موضوعات میں سے کسی دو کی نشاندہی کر کے ان کی تشریح سپرد قلم کریں؟

جواب: (الف) اچھے موضوع کی شرائط:

جب ہم موضوع تحقیق کی بات کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ہر موضوع مقصودہ علمی تحقیق کے قابل ہوتا ہے، بلکہ ایک اچھے موضوع کے لیے مندرجہ ذیل شرائط ہیں:

۱- جدت وتخلیق (Innovation & Creativity)

موضوع کی جدت حسن انتخاب کی اولین شرط ہے۔ یہ ضروری ہے کہ اس موضوع پر پہلے نہ لکھا گیا ہو، نہ اس کی رجسٹریشن ہوئی ہو، اور نہ اس پر پہلے کسی نے تحقیق کی ہو۔ اگر پہلے سے تحقیق شدہ موضوع کو منتخب کیا گیا تو علمی اور ادبی سرقہ وخیانت کا اقدام ہوگا۔

۲- دلچسپی ورغبت: (Interest)

موضوع میں دلچسپی اور رغبت بھی شرط ہے اور اسی پر تحقیق کی کامیابی کا دارومدار ہوتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ایسا موضوع انتخاب کیا جائے جس میں محقق کی ذاتی ورغبت ہو، کیونکہ اسی ذاتی شوق کی وجہ سے محقق ایک سنجیدہ، تخلیقی اور مفید تحقیق کرتا ہے۔ اس کی علمی شخصیت نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے اور وہ اپنی تحقیق کو زیادہ محنت اور سرگرمی اور کامیابی سے مکمل کر لیتا ہے۔

مشہور محقق ڈاکٹر احمد شلبی کہتے ہیں کہ محقق کو مقالے کا موضوع منتخب کرنے سے پہلے اپنے آپ سے مندرجہ ذیل سوالات کرنے چاہیں: (۱۵)

۱- کیا میں اپنے موضوع کو پسند کرتا ہوں؟ کیا اس میں میری رغبت ہے؟ کیا یہ میرے لیے اس قدر دلچسپ ہے کہ میں اس پر محنت کر سکوں؟

۲- کیا مجھ میں اس عمل تحقیق کو سرانجام دینے کی صلاحیت وطاقت ہے؟

۳- کیا اس موضوع پر تحقیقی مقالہ تیار کرنا ممکن بھی ہے؟

۴- کیا یہ موضوع اس قابل ہے کہ اس پر ذہنی وجسمانی اور مالی محنت صرف کی جائے؟

۵- کیا اس موضوع کا پوری طرح استیعاب ممکن ہے؟ کیا اس موضوع پر مواد کی وافر فراہمی ممکن ہے؟

اس طرح کے دیگر سوالات تحقیق میں طالب علم کی رغبت ودلچسپی اور مقالہ نگاری کی صلاحیت کا جائزہ لینے کے لیے معاون ہوتے ہیں۔

۳- جامعیت اور وضاحت:

ضروری ہے کہ موضوع اپنے معنی کے اعتبار سے بالکل واضح اور اپنے مقصد ومراد پر دلالت کرنے والا ہو۔ اس میں افکار کی گہرائی پائی جائے۔ اسلوب وتعبیر اتنی پختہ، پائیدار، سلیس، واضح اور دلکش ہو کہ کسی قسم کا غموض، التباس اور پیچیدگی نہ پائی جائے۔

۴- لفظی تحدید:

عنوان تحقیق نہ اتنا لمبا ہو کہ بیزار کر دے اور نہ اتنا مختصر ہو کہ مفہوم واضح نہ ہو سکے۔ موضوع کو عنوان کی شکل دیتے ہوئے الفاظ کی تحدید اور کلمات کی جامعیت وقلت کو شرط قرار دیا گیا ہے۔ یہ عنوان اس صفت کا حامل ہونا چاہیے: ''خیر الکلام ماقل ودل'' ''بہترین کلام وہ ہے جو کم الفاظ پر مشتمل ہو اور زیادہ معانی سمجھا دینے والا ہو''۔

۵- مصادر ومراجع کی دستیابی:

انتخاب موضوع سے پہلے اس موضوع کے مصادر (Sources) کی دستیابی کا یقین کر لینا چاہیے۔ محقق کو ایسے موضع منتخب کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے جن کے مصادر ومراجع نادر الوجود اور کم یاب ہوں، تاکہ اس کا وقت اور محنت ضائع نہ ہوں۔ بعض اوقات مصادر ومراجع کی قلت اور عدم فراہمی کے باعث موضوع بدلنا پڑتا ہے، اور اس وجہ سے محقق کی بہت سی محنت اور وقت ضائع ہو جاتا ہے۔

۶-مدت تحقیق کالحاظ:

موضوع منتخب کرتے وقت اس بات کالحاظ بھی ضروری ہے کہ مقالہ کی تیاری اور جمع کروانے کی مقررہ مدت کے اندر اس موضوع پر لکھنا اور تحقیق کرنا ممکن ہو۔ ایسا موضوع منتخب کرنا معقول نہیں ہوگا کہ جس کے بارے میں معلومات جمع کرنے میں ایک سال لگ جائے اور تحریر وتکمیل کے لیے دوسرا سال بھی درکار ہو جبکہ محقق کو اپنی تحقیق کے لیے صرف ایک سمسٹر یعنی چار ماہ کا عرصہ ملے۔

۷-اخراجات:

بعض تحقیقات اپنے موضوع کے اعتبار سے تو انتہائی پرکشش اور جاذب ہوتی ہیں لیکن ان کی تکمیل کے لیے اتنا زیادہ سرمایہ درکار ہوتا ہے کہ ہر شخص اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ لہٰذا موضوع کا انتخاب کرنے سے پہلے اس پر خرچ آنے والی لاگت کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

۸-معاشرتی مقبولیت:

انتخاب موضوع کے لیے ایک بنیادی شرط یہ ہے کہ اسے معاشرتی مقبولیت بھی حاصل ہو۔ اس لئے کہ بہت سے موضوعات ایسے ہوتے ہیں کہ طالب علم ان پر تحقیق کرنا چاہتا ہے لیکن معاشرہ اس کی اجازت نہیں دیتا۔ لہٰذا ایسے موضوعات انتخاب کرنے اور ان پر تحقیق کرنے سے طالب علم کو دریغ کرنا چاہیے' کیونکہ جب وہ اپنے معاشرے کو چیلنج کرے گا تو اسے بہت شدید حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کسی معاشرے میں ممنوع قرار دی جانے والی یا مقدس سمجھی جانے والی چیزوں کو موضوع تحقیق بناتے وقت شدت احتیاط کی ضرورت ہے۔

۹-مقالے کی طوالت:

موضوع کے انتخاب کے لیے یہ شرط ہے کہ جب وہ کمپوزنگ اور پرنٹنگ کے بعد کتابی شکل میں سامنے آئے تو اس کا حجم اور طوالت درجہ علمی کے مطابق معقول ہو' کیونکہ ہر درجہ علمی یعنی ایم اے، ایم فل، پی ایچ ڈی اور اسائنمنٹس (Assignments) کے

لیے کم از کم اور زیادہ سے زیادہ صفحات کی حد مقرر ہے۔ موضوع مقالہ نہ تو اس قدر مختصر مواد والا ہو کہ اس پر صرف چند صفحات لکھے جاسکیں اور نہ ہی اتنی طویل معلومات والا ہو کہ اس پر ہزاروں صفحات لکھ دیئے جائیں اور وہ سمٹنے میں نہ آئے۔ ٹرم پیپر ہو یا ایم اے، ایم فل، پی ایچ ڈی کا مقابلہ ہر ایک کے موضوع کا انتخاب اس کی طوالت اور اختصار کو دیکھ کر کیا جانا چاہیے۔

۱۰-موضوع کی معرفت:

ایسا موضوع کبھی انتخاب نہ کریں جس کے بارے میں آپ کچھ جانتے ہی نہ ہوں یا بہت تھوڑا جانتے ہوں۔ اگر آپ صرف تاریخ ادب میں مہارت رکھتے ہیں تو بلاغت کو اپنا موضوع تحقیق نہ بنائیں۔ اگر آپ صرف فقہ وتفسیر میں مطالعہ رکھتے ہیں تو علوم عقلیہ کو اپنا موضوع تحقیق نہ بنائیں۔

(ب) نامناسب موضوعات:

محقق کو مندرجہ ذیل موضوعات انتخاب کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

۱-سوانح عمری:

کسی شخص کی سیرت وسوانح کو موضوع تحقیق بنانے سے گریز کرنا چاہیے' کیونکہ یہ اصلی اور تخلیقی تحقیق نہ ہوگی، بلکہ ایک یا ایک سے زیادہ مصادر سے محض نقل کا ایک مجموعہ کہلائے گی۔ البتہ ایک شخص کی سیرت کا دوسرے شخص کی سیرت کے ساتھ موازنہ وتقابل کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح کسی شخصیت کے انسانی، سیاسی یا ادبی پہلو کو موضوع تحقیق بنایا جاسکتا ہے یا کسی فرد کی شخصیت کے کسی ایک زاویے، معاشرے پر اس کے اثرات یا اس کے علمی کارناموں میں کسی ایک کارنامے یا اس کی تالیفات میں سے کسی ایک کو موضوع تحقیق بنایا جاسکتا ہے۔ سب سے اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ آپ کی تحقیق میں کوئی منفرد اور نئی چیز سامنے آئے۔

۲-انتہائی نئے موضوعات:

محقق کو ایسے موضوعات کا انتخاب نہیں کرنا چاہیے جو بہت جدید ہوں یا جن کے

بارے میں زیادہ معلومات میسر نہ ہوں یا جن کے بارے میں بہت کم لکھا گیا ہو۔ آپ ایسے موضوع کے بارے میں کیا مقالہ لکھ سکتے ہیں جس کے ماہرین بھی ابھی اس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے۔ ''اکتب فیما تعرف و ابتعد عما لاتعرف'' لکھو جس کے بارے میں جانتے ہو، دور رہو جس کے بارے میں نہیں جانتے ہو''۔

۳- انتہائی فنی موضوعات:

اگر آپ نے یونیورسٹی سے ادب، تعلیم یا معاشرتی علوم (Social Science) میں ایم اے کیا ہے، تو آپ 'جسم کی قوت مدافعت'، 'مریخ پر زندگی کے امکانات'، 'الیکٹرونک کمپیوٹرز کی جدید ڈیزائننگ جیسے دیگر سائنسی اور تکنیکی موضوعات کے بارے میں کیسے لکھ سکتے ہیں۔ ہزاروں موضوعات ایسے ہیں جن کے بارے میں تحقیق کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہوتی، کیونکہ وہ اس کی استعداد سے بالاتر اور اس کے تخصص سے خارج ہوتے ہیں۔

۴- جذباتی موضوعات:

کئی ایسے موضوعات ہیں جن کے بارے میں ہم انصاف اور غیر جانبداری کے ساتھ لکھ نہیں پاتے' کیونکہ ہماری ان سے جذباتی وابستگی ہوتی ہے۔ اگر کوئی محقق ان موضوعات پر لکھنے اور تحقیق کرنے پر مجبور ہو جائے تو پھر اسے اپنے جذباتی پہلو پر مکمل کنٹرول کرنا ہوگا اور انتہائی ممکنہ حد تک انصاف اور عقلی تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے تحقیق کرنا ہوگی، کیونکہ کسی بھی علمی تحقیق کے لیے غیر جانبداری اور انصاف پسندی بنیادی شرط ہے۔

۵- تلخیص:

ایسے موضوع کے انتخاب سے اجتناب کیجئے جو دوسروں کی تحریروں کا خلاصہ معلوم ہو۔ ایک تحقیق کا کئی مصادر و مراجع سے اخذ شدہ مکمل و مدلل مطالعے پر مشتمل ہونا ضروری ہے' جبکہ خلاصہ نویسی میں کوئی تحقیق نہیں ہوتی بلکہ ایک محقق طالب علم کے لیے کسی طرح مناسب نہیں کہ وہ براہ راست تلخیص نویسی کو مقالے کا موضوع بنائے، کیونکہ ٹرم پیپر میں بھی

آپ کے مصادر و مراجع کی تعداد دس سے بیس کے درمیان ہونی چاہیے جبکہ خلاصہ نویسی کے مصادر و مراجع نہیں ہوتے۔

۶- تکرار:

ایسے موضوع کا انتخاب کرنے سے اجتناب کریں جس پر بار بار اور کئی بار تحقیق کی جا چکی ہو، کیونکہ آپ کے لیے کسی نئی چیز کا اضافہ مشکل ہوگا اور تکرار، اصلیت (Originality) کی صفت کو ختم کر دیتا ہے، جبکہ یہ صفت کسی بھی مقالے کی بنیادی شرط ہوتی ہے۔

۷- انتہائی وسیع موضوع:

تحقیق کے لیے کسی انتہائی وسیع موضوع کے انتخاب سے اجتناب کریں، کیونکہ آپ ایک محدود و مقرر مدت کے دوران اس کا پوری طرح ادراک، احاطہ اور استیعاب نہیں کر سکتے۔ نیز آپ موضوع کی وسعت کی وجہ سے سرسری و سطحی مطالعہ کی بنا پر کسی نئی چیز کا اضافہ نہیں کر پاتے۔ وسیع موضوع انتہائی زیادہ محنت کا تقاضا کرتا ہے، جبکہ اس کا کوئی تحقیقی و تخلیقی فائدہ بھی نہیں ہوتا۔ اس طرح محنت زیادہ درکار ہوتی ہے اور اس کے ثمرات بہت کم۔

۸- انتہائی محدود موضوع:

انتہائی محدود و تنگ موضوع پر بھی تحقیق کرنے سے گریز کیجئے، جیسے انتہائی وسیع موضوع آپ کا وقت ضائع کرے گا اسی طرح ایک تنگ موضوع آپ پر جمود طاری کر سکتا ہے، کہ آپ اس کے بارے تحقیق کرنے اور لکھنے کے لیے کچھ نہ پا سکیں۔ لہٰذا ان دونوں حدوں کے درمیان رہ کر موضوع کا انتخاب کرنا ہوگا۔

سوال نمبر5: (۱) صفحہ عنوان (Title Page) پر کون کون سی معلومات ذکر کی جاتی ہے؟ تفصیلاً تحریر کریں؟

(۲) خاکہ تحقیق کے مقدمہ میں محقق اپنے موضوع اور عنوان کے حوالے سے کن اہم امور کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے؟ ان امور کے صرف نام قلمبند کریں۔

جواب: (الف) خاکہ تحقیق (Synopsis) کے عناصر

۱-صفحہ عنوان (Title Page)

اس صفحہ عنوان پر مندرجہ ذیل معلومات ذکر کی جاتی ہیں:

۱-عنوان تحقیق:

۲-اس کے نیچے (علمی درجہ کا نام جس کے لیے خاکہ پیش کیا جا رہا ہے مثلاً: ''خاکہ تحقیق برائے ایم۔اے، ایم۔فل، پی ایچ ڈی عربی/اسلامیات'' وغیرہ۔

۳-یونیورسٹی کا مونوگرام:

۴-دائیں جانب ''مقالہ نگار'' لکھ کر اس کے نیچے محقق کا نام اور رول نمبر وغیرہ۔

۵-اس کے بالمقابل ''زیر نگرانی'' لکھ کر اس کے نیچے نگران استاد کا نام، علمی عہدہ اور پتہ وغیرہ۔

۶-ڈیپارٹمنٹ کا نام مثلاً ''شعبہ عربی زبان وادب''۔

۷-اس کے نیچے یونیورسٹی کا نام، شہر اور ملک کا نام، مثلاً ''پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان''۔

۸-سب سے آخر میں تعلیمی سال لکھا جائے گا۔ مثلاً ''تعلیمی سیشن 2011ء/1432ھ''

جہاں تک عنوان تحقیق کا تعلق ہے تو وہ موضوع کی نسبت زیادہ محدود ہوتا ہے اور موضوع کا آئینہ دار ہوتا ہے اور بعض اوقات عنوان ہی تحقیق کا موضوع ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں موضوع بہت وسیع اور کئی اصناف و انواع پر مشتمل ہوتا ہے۔ جبکہ عنوان اس موضوع کی کسی ایک صنف، نوع یا پہلو پر مشتمل ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ''پاکستان میں عربی زبان وادب'' ایک موضوع ہے، لیکن اگر ہم پاکستان کے کسی عربی شاعر یا عربی نثر نگار پر تحقیق کرنا چاہیں مثلاً: ''فیض الحسن سہارنپوری بحیثیت شاعر'' تو یہ عنوان تحقیق ہوگا۔

تحقیق کا عنوان دلچسپ، دلکش اور جاذب ہونا چاہیے، نیز اسے امکانی حد تک مختصر اور جامعہ ہونا چاہیے۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ وہ پوری طرح واضح ہو۔ اور اسے پڑھتے ہی

اس کے تحت آنے والی تمام جزئیات وتفاصیل اور ابواب وفصول کا اندازہ ہو جائے۔

مشہور محقق ڈاکٹر ابراہیم سلامہ نے عنوان کی یہ تعریف کی ہے:

''ان العنوان يشبه اللافتة ذات السهم الموضوعة في مكان لترشد السائرين حتى يصلوا الى مدفهم''۔

''عنوان ایک تیر (Arrow) والے بورڈ (Board) کی طرح ہوتا ہے جسے کسی جگہ نصب کیا جاتا ہے تاکہ راہگیر اس کی مدد سے اپنی منزل تک پہنچ سکیں''۔

(ب) ۲-مقدمہ: (Preface)

صفحہ عنوان کے بعد اگلے صفحہ پر ''مقدمہ'' کی ہیڈنگ تحریر کی جاتی ہے۔ یہ مقدمہ مقالے (Thesis) کا مقدمہ نہیں بلکہ خاکہ تحقیق کا مقدمہ ہے، جس میں محقق اپنے موضوع اور عنوان کے حوالے سے مندرجہ ذیل اہم امور کے بارے میں جامع انداز میں معلومات فراہم کرتا ہے۔

☆۔تعارف موضوع (Introduction)

محقق مختصر الفاظ میں اپنے موضوع کا تعارف پیش کرتا ہے اور خاص طور پر فرضیہ تحقیق (Hypothesis) کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے۔

☆۔فرضیہ تحقیق: (Hypothesis)

فرضیہ تحقیق سے مراد کسی مسئلے کے بارے میں محقق کی ابتدائی رائے، اندازہ اور دانشورانہ قیاس ہے جسے وہ موضوع کے انتخاب کے بعد وقتی طور پر اختیار کرتا ہے، خواہ تحقیق کے بعد وہ فرضیہ غلط ہی ثابت کیوں نہ ہو جائے۔ فرضیہ دراصل محقق کی پیشگوئی ہے جو قبل از مطالعہ مصادر ومراجع کی جاتی ہے۔ موضوع حل طلب سوالات سے عبارت ہوتا ہے جبکہ فرضیہ میں ان کے امکانی جوابات ہی فرضیہ کہلاتے ہیں۔ محقق ہمیشہ اس مواد کی تلاش کرتا ہے جو اس کے فرضیے کی تصدیق یا تردید کرتا ہو، لہٰذا فرضیہ کی بدولت محقق کی بھرپور توجہ موضوع کے چند خاص پہلوؤں اور جہتوں پر مرکوز رہتی ہے اور مختلف مصادر ومراجع سے

حقائق وخیالات کے بہترین چناؤ میں فرضیہ اس کی معاونت کرتا ہے۔

فرضیہ تحقیق تمام لٹریچر کا طائرانہ جائزہ لینے کے بعد لکھنا چاہیے اور فرضیات لکھنے کا انداز بیانیہ ہونا چاہیے نہ کہ سوالیہ۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر قسم کی تحقیق میں فرضیہ کی ضرورت ہو۔ اگر محقق صرف معلومات وحقائق کو جمع کر رہا ہو، مثلاً کسی مکتبہ کے مخطوطات کی فہرست تیار کر رہا ہو یا کسی موضوع پر کتابیات مرتب کر رہا ہو، کوئی اشاریہ بنا رہا ہو یا اس قسم کی کوئی فہرست بنا رہا ہو تو کسی فرضیے کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن وہ تحقیق جو تنقیدی تشریح وتوضیح کا کام کرتی ہے، اس میں فرضیہ ضروری خیال کیا جاتا ہے۔

☆۔مقاصد تحقیق:(Objectives)

اس مقدمہ میں تحقیق کے بنیاد مقاصد اور اہداف کا ذکر کیا جاتا ہے۔

☆۔اسباب انتخاب موضوع(Justification & Likely Benefits)

مقدمہ میں اس موضوع کے انتخاب کرنے کی وجوہات اور اسباب کو بیان کیا جاتا ہے۔

☆۔سابقہ تحقیقات کا جائزہ(Literature Review)

مقدمہ میں اس موضوع کا مختصر تاریخی جائزہ لیا جاتا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ (موضوع) کب شروع ہوا؟ اس کا ارتقاء کیسے ہوا؟ کس کس پہلو اس پر تحقیق ہوئی؟ کن لوگوں نے اس پر تحقیق کی؟ اور ان محققین نے کس حد تک تحقیق کی؟ پھر وہ کون سا نکتہ ہے جہاں سے اس نئی تحقیق کا آغاز کیا جا رہا ہے؟ کیونکہ اس نکتے پر پہلے کسی نے تحقیق نہیں کی۔

☆۔اہمیت موضوع(Importance of the Subject)

مقدمہ میں موضوع کی اہمیت کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور تحقیق کی اہمیت کے حوالے سے پائے جانے والے تمام استفسارات کا جواب دیا جاتا ہے۔ نیز اس موضوع پر تحقیق کرنے کے محرکات اور جوازات بھی ذکر کیے جاتے ہیں۔

☆منہج تحقیق(Research Methodology)

خاکہ تحقیق کے مقدمہ میں اپنے موضوع کی مناسبت سے منہج تحقیق کی وضاحت بھی

کی جاتی ہے مثلاً: عام طور پر انسانی ونظریاتی علوم میں تحقیق کے لیے اختیار کیا جانے والا منہج عقلی، منطقی، استقرائی، وصفی، تحلیلی، استدلالی اور استنباطی نوعیت کا ہوتا ہے لہٰذا تحقیق کے تمام مراحل، طرق، اسالیب معنویہ ومادیہ اور وسائل کا ذکر بھی یہاں کیا جاتا ہے۔

☆۔محنت وکاوش اور وسائل تحقیق(Research Sources & Aids)

خاکہ تحقیق کے مقدمے میں محقق یہ بھی وضاحت کرسکتا ہے کہ اسے اس موضوع پر تحقیق کرنے کے لیے کس قسم کی ذہنی، فکری، جسمانی اور مادی محنت درکار ہوگی اور کون کون سے وسائل تحقیق استعمال کیے جائیں گے۔ اس محنت وکاوش کا تذکرہ اس لئے ضروری ہے تاکہ اس موضوع اور تحقیق کی اہمیت سے آگاہی حاصل ہوسکے۔

☆۔بنیادی مصادر ومراجع(Basic Sources)

مقدمہ میں طالب علم اپنے موضوع کے متعلق بنیادی مصادر ومراجع کا تعارف بھی درج کرے گا تاکہ اس موضوع کے اصلی مصادر(Original Sources) کا اندازہ ہوسکے۔

سوال نمبر6: (۱) عربی واسلامی تحقیق کے جدید ذرائع میں سے کسی دس کے نام اور ان میں سے دو کی وضاحت سپرد قلم کریں؟

(۲) تعداد مصادر کی صورت میں سب سے پہلے کسے ترجیح دی جائے گی؟ نیز بتائیں کہ اگر کسی خبر(Information) کے بارے میں قدیم مصادر کا اختلاف ہو تو محقق کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: (الف) جواب حل شدہ پرچہ بابت 2014ء میں ملاحظہ کریں۔

(ب) جواب حل شدہ پرچہ بابت 2015ء میں ملاحظہ کریں۔

☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باکستان

شهادة العالمیة فی العلوم العربیة و الاسلامیة "السنة الثانیة"

للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۷ھ/2016ء

﴿الورقة الخامسة: لشرح معانی الآثار﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات　　　مجموع الأرقام: ۱۰۰

الملاحظه: السؤال الأول اجباری ولك الخیار فی البواقی ان تجیب عن ثلثة فقط

السؤال الأول: اکتب باللغة العربیة شذرة وجیزة مشتملة علی ترجمة الامام الطحاوی مع بیان مزایا کتابه ووجه تسمیته بشرح معانی الآثار ولاتکون أقل من عشرین سطرا؟(۲۵)

السؤال الثانی: عن ابی عباس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم امّنی جبرئیل علیه السلام مرتین عند باب البیت فصلی بی الظهر حین مالت الشمس فصلی بی العصر حین صار ظل کل شیء مثله۔

(۱) ترجم الحدیث الی اللغة الأردیة؟(۱۰)

(۲) بین اختلاف الائمة فی وقت العصر ابتداءً وانتهاءً مع دلائلهم؟(۱۵)

السؤال الثالث: عن وائل بن حجر قال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم حین یکبر للصلوٰة وحین یرکع وحین یرفع رأسه من الرکوع یرفع یدیه حذال أذنیه۔

(۱) ترجم الحدیث الی اللغة الأردیة وشکله؟(۵)

(۲) فصل الاختلاف بین الفقهاء فی مسئلة رفع الیدین فی الصور المذکورة فی الحدیث مع دلائلهم؟(۱۵)

(۳) اذکر نظر الطحاوی رحمه الله تعالیٰ فیه؟(۵)

السؤال الرابع: عن أبی موسی الأشعری قال علمنا رسول الله صلی الله علیه وسلم الصلوة فقال اذاکبر الامام فکبر واواذارکع فارکعوااذا سجد فاسجدوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولو االلهم ولك الحمد۔

(۱) ترجم الحدیث و بین معنی "سمع الله لمن حمده"؟(۱۰)

(۲) فصل اختلاف الائمة فی التسمیع والتحمید للامام و المأموم مع دلائلهم؟(۱۵)

السؤال الخامس: عن أبی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من کان مصلیا منکم بعد الجمعة فلیصل أربعا۔

(۱) شکل الحدیث وترجم الی اللغة الأردیة؟(۱۰)

(۲) فصل الاختلاف بین الفقهاء فی التطوع بعد الجمعة مع دلائلهم؟(۱۵)

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال اوّل) برائے طلباء بابت 2016ء

﴿پرچہ پنجم: شرح معانی الآثار﴾

سوال ۱: اکتب باللغة العربية شذرة وجيزة مشتملة على ترجمة الامام الطحاوى مع بيان مزايا كتابه ووجه تسميته بشرح معاني الآثار ولاتكون أقل من عشرين سطرا ۔

جواب: ترجمۃ الامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ:

ولد الامام الطحارى رحمه الله تعالىٰ فى سنة تسع وعشرين ومائة (۲۲۹ھ) وهو الاصح ۔ وكان اسمه مع كنيته: ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامة المصرى الطحاوى، وهو كان احد امن محدثى غصره وروىٰ عنه الامام مسلم وابو داؤد والنسائى وابن ماجة ۔

وقال السيوطى رحمه الله فى ثنائه: الامام، العلامة، الحافظ، صاحب التصانيف الكثيرة وكان ثقة ثبتا فقيهًا لم يخلف بعد مثله ۔

قال بدر العينى رحمه الله: امام الطحاوى رحمه الله فانه مجمع عليه فى ثقته و ديانته و امانته وفضيلته التامة ويده الطولى فى الحديث وعِلَلِهٖ وناسخه ومنسوخه ولم يخلفه فى ذلك احد ولقداثنى عليه السلف والخلف ۔

وكان الامام الطحاوى رحمه الله تعالىٰ باعلم الناس بمذهب ابى حنفية و مذاهب الأئمة الاخرى وهو كان يروى عن الشافعى رحمه الله بواسطة وعن مالك رحمه الله بواسطتين وعن ابى حنففة بثلاثة وسائط ۔

وكان الامام الطحاوى شافعيا فقرأفى كتابه ان كانت المرأة حاملة ماتت وفى بطنه ولد حى لم يشق بطنها ولكن يحوز الامام ابو حنيفة بشقه واخراج ولدها وكان الطحاوى مشقوقًا، واذا قرأ ذٰلك المسلة فقال: لا ارضى بمذهب امام يرضى بهلا كى فترك مذهب الشافعى رحمه الله تعالىٰ ودخل فى مذهب ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ ۔

وهوتوفى سنة احدى وعشرين وثلاثة مائة (۳۲۱ھ)

ومزايا كتابه ووجه تسميته: كان الامام الطحاوى رحمه الله كثير التصانيف واسماء بعض تصانيفه فى الاتية ۔

(۱) مشكل الآثار (۲) احكام القرآن (۳) شرح جامع الصغير (۴) شرح الجامع الكبير (۵) شرح الجامع الاوسط (۶) كتاب الوصايا (۷) كتاب مناقب ابى حنيفة (۸) كتاب المحاضرات (۹) شرح معانى الاثار ۔

ومؤخر الذكر كتابه: شرح معانى الآثار يشتمل على كثير العلوم مثلاً الاحاديث والآثار والفقه و غير هم ۔

ويقول الامام الطحاوى رحمه فى ابتداء كتابه: سألنى بعض اصحابنا من العلماء ألف كتابا اذكر فيه الأثار الماثورة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الاحكام يتوهم اهل الالحاد والضعفة من اهل الاسلام ان بعضها ينقص بعضالقلة علمهم بنا سخها من منسوخها و ما يجب به العمل منها لمايشهدله من الكتاب الناطق والسنة المجتمع عليه واجعل لذالك ابوابا اذكر فى كل كتاب منها مافيه من الناسخ و المنسوخ وتاويل العلماء و احتجاج بعضهم علىٰ بغض واقامة الحجة لمن صح عندى قوله منهم بما يصح به مثله من كتاب اوسنة او اجماع اوتواتر من اقاويل الصحابة اوتا بعيهم وانى نظرت فى ذالك وبحثت عنه بحثا شديدا فاستخرجت منه ابوابا على النحو الذى سال وجعلت ذالك كتباذكرت فى كل كتاب منها

جنسا من تلك الاجناس ۔

سوال 2: عن ابی عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امنی جبرئیل علیہ السلام مرتین عند باب البیت فصلی بی الظھر حین مالت الشمس فصلی بی العصر حین صار ظل کل شیء مثلہ ۔

(۱) ترجم الحدیث الی اللغة الأردیة؟
(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں؟)

(۲) بین اختلاف الائمة فی وقت العصر ابتداءً وانتهاءً مع دلائلھم؟
(نمازِ عصر کے وقت کی ابتداء اور انتہاء کے بارے میں مذاہب بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرائیل علیہ السلام نے بیت اللہ کے پاس دو مرتبہ مجھے نماز پڑھائی۔ انہوں نے ظہر کی نماز مجھے اس وقت پڑھائی کہ آفتاب زوال پذیر ہو چکا تھا، پھر عصر کی نماز اس وقت پڑھائی ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا۔

(ب) نماز عصر کے وقت کی ابتداء وانتہاء میں مذاہب آئمہ:

نماز عصر کا وقت کب شروع ہوتا ہے اور کب ختم ہوتا ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ اصل سایہ کے علاوہ ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہونے پر نماز ظہر کا وقت ختم اور نماز عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے جو غروب آفتاب تک باقی رہتا ہے۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے، جس میں صراحت ہے کہ پہلے دن حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت نماز عصر پڑھائی تھی کہ ہر چیز کا سایہ ایک مثل تھا۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصلی سایہ کے علاوہ ہر چیز کا سایہ دو مثل ہونے پر نماز ظہر کا وقت ختم اور نماز عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے، جو غروب آفتاب تک باقی رہتا ہے۔

آپ نے درج ذیل روایات سے استدلال کیا ہے:

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زوال آفتاب کے بعد انسان کا سایہ اس کے قد کے برابر ہونے تک وقت نماز ظہر باقی رہتا ہے جب تک وقت عصر کا آغاز نہ ہو جائے۔

۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلی امتوں کی نسبت ہمارا زمانہ نماز عصر سے نماز مغرب تک ہے۔ یہودیوں کو تورات سے نوازا گیا وہ ظہر تک کام کرتے ہوئے عاجز آ گئے۔ انہیں (مزدوری) ایک قیراط دیا گیا۔ نصاریٰ کو انجیل دی گئی، وہ عصر تک کام کرتے ہوئے عاجز آ گئے۔ انہیں ایک قیراط دیا گیا۔ ہمیں قرآن سے نوازا گیا۔ ہم نے غروب آفتاب تک کام کیا، تو دو قیراط سے نوازے گئے۔ اس پر اہل تورات اور اہل انجیل کی طرف سے یہ اعتراض اٹھایا گیا کہ اے پروردگار! تو نے انہیں دو قیراط عطا کیے ہیں اور ہمیں ایک قیراط عنایت کیا جبکہ ہم نے کام بھی زیادہ وقت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب دیا جاتا ہے: اے لوگو! کیا میں تمہاری مزدوری سے کوئی چیز کم کی ہے! انہوں نے عرض کیا: نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر یہ میرا فضل ہے جس پر میں چاہوں زیادہ کروں۔

اس روایت کا تقاضا ہے کہ ابتداء وقت عصر دو مثل سایہ ہونے کو تسلیم کر لیا جائے ورنہ نماز ظہر اور نماز عصر تک کام کرنے والے لوگ برابر ہو جائیں گے اور امت محمدیہ کا امتیاز بھی ختم ہو جائے گا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ یہ روایت منسوخ ہے دوسری روایات کے ساتھ، کیونکہ اس کا تعلق اسلام کے ابتدائی زمانہ سے ہے۔

سوال 3: عَنْ وَائِلِ بْنِ حَجَرٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يُكَبِّرُ لِلصَّلٰوةِ وَحِيْنَ يَرْكَعُ وَحِيْنَ يُرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكُوْعِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِذَالَ أُذُنَيْهِ .

(۱) ترجم الحديث الى اللغة الأردية وشكله .

(حدیث کا اُردو ترجمہ کریں اور اس پر اعراب لگائیں؟)

(۲) فصل الاختلاف بين الفقهاء فى مسئلة رفع اليدين فى الصور المذكورة فى الحديث مع دلائلهم .

(مذکورہ صورتوں میں رفع یدین کے بارے میں مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟)

(۳) اذكر نظر الطحاوى رحمه الله تعالىٰ فيه .

(نظر الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ واعراب حدیث:

اعراب اوپر لگا دیئے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ تکبیر تحریمہ کے وقت، رکوع جاتے وقت اور رکوع سے اپنا سر اٹھاتے وقت اپنے کانوں کی لو کے برابر رفع یدین کرتے تھے۔

(ب) مذکورہ صورتوں میں رفع یدین کرنے کے بارے میں مذاہب آئمہ:

اس بات میں سب آئمہ کا اتفاق ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا جائے گا۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ رکوع جاتے وقت اور رکوع سے اپنا سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:

۱- حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل اور ایک قول کے مطابق حضرت امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ رکوع جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا مستحب ہے۔ انہوں نے حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت مالک بن

حویرث، حضرت ابوہریرۃ اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایات سے استدلال کیا ہے، جن سے رفع یدین کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور ایک مشہور قول کے مطابق حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک رکوع جاتے وقت اور اس سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا مستحب نہیں ہے۔ انہوں نے حضرت براء بن عارب رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں صراحت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے شوافع اور حنابلہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے یا منسوخ ہے۔

(ج) مسئلہ رفع یدین کے بارے میں نظر طحاوی:

مسئلہ رفع یدین کے حوالے سے حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

اس مسئلہ کا غور وفکر کے طریقہ سے حل یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے اور سجود میں رفع یدین نہ کرنے میں تمام آئمہ فقہ کا اتفاق ہے۔ اب زیر غور یہ مسئلہ ہے کہ رکوع کرتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت تکبیر کہنے کا تعلق کس کے ساتھ ہے؟ تکبیر تحریمہ کے ساتھ اس کا تعلق نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ فرض ہے جبکہ یہ فرض نہیں ہے۔ اس طرح اس کا تعلق سجود کے مابین تکبیر کے ساتھ ہے، کیونکہ یہ سنت ہے۔ لہٰذا رفع یدین کا مسئلہ بھی اسی نوعیت کا ہوگا، اسے تکبیر تحریمہ پر نہیں بلکہ سجود کی تکبیر پر قیاس کیا جائے گا۔ چونکہ وہاں رفع یدین نہیں کیا جاتا' لہٰذا یہاں بھی رفع یدین نہیں کیا جائے گا۔

سوال 4 عن أبى موسى الأشعرى قال علمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم الصلوة فقال اذا كبر الامام فكبر واذا ركع فاركعوا واذا سجد فاسجدوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ولك الحمد .

(۱) ترجم الحديث و بين معنى "سمع الله لمن حمده"؟

(ترجمہ حدیث کریں اور سمع اللہ لمن حمدہ کا معنیٰ بتائیں؟)

(۲)فصل اختلاف الائمة فی التسمیع و التحمید للامام و الماموم مع دلائلھم؟

(امام اور مقتدی دونوں کے تسمیہ وتحمید کہنے کے بارے میں مذاہب آئمہ تحریر کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز سکھائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام تکبیر تحریمہ کہے تو تم بھی تکبیر کہو، جب وہ رکوع کرے تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سجدہ کرے تم بھی سجدہ کرو۔ جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ (جس شخص نے اللہ کی تعریف بیان کی، اللہ نے اسے سنا) کہے تو تم ولک الحمد (اور تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں) کہو۔

سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کا مفہوم:

جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء، اوصاف محاسن اور خصائص بیان کرتا ہے تو اس کا رطب اللسان ہونا اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا ہے، کیونکہ وہ دلوں کے تصورات وافکار کو جانتا ہے۔ پھر اس سے بہتر مجلس میں اللہ تعالیٰ اس کا ذکر کرتا ہے اور اس کے بارے میں اظہار رضامندی فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندے کے احوال سے آگاہ ہونے کے باوجود اپنے مقرب بندوں (فرشتوں) سے فرماتا ہے کہ میرے بندے کیا کر رہے تھے؟ فرشتے عرض گزار ہوتے ہیں: اے پروردگار! وہ تجھے یاد کر رہے تھے، تیرا ذکر کر رہے تھے، حصول جنت کی آرزو کر رہے تھے اور دوزخ سے بچنے کی دعا کر رہے تھے۔

(ب) امام اور مقتدی کی تسمیع وتحمید کہنے میں اقوال آئمہ:

امام ومقتدی اور منفرد کی تسمیع وتحمید کہنے میں فقہاء کرام کے متعدد اقوال ہیں، جن میں سے تین مشہور اقوال درج ذیل ہیں:

۱- باجماعت نماز کی صورت میں امام ومقتدی میں تقسیم ہیں، یعنی امام سَمِعَ اللہُ الخ کہے اور مقتدی رَبَّنَا لَکَ الخ کہے گا۔

۲- اگر امام نہ کہے تو مقتدی دونوں کو جمع کرے گا۔

۳- منفرد دونوں کو جمع کرے گا۔

سوال 5: عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مُصَلِّيًا مِنْكُمْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا ۔

(۱)شکل الحدیث و ترجم الی اللغة الأردیة؟

(حدیث پر اعراب لگائیں اور اس کا اُردو ترجمہ کریں؟)

(۲)فصل الاختلاف بین الفقھاء فی التطوع بعد الجمعة مع دلائلھم۔

(نماز جمعہ کے بعد پڑھے جانے والے نوافل کی تعداد کے بارے میں مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟)

جواب: (الف) حدیث پر اعراب اور ترجمہ:

اعراب اوپر لگا دیئے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو نمازی جمعہ کے بعد نوافل ادا کرنا چاہے وہ چار رکعت ادا کرے۔

(ب) نماز جمعہ کے بعد پڑھے جانے والے نوافل میں مذاہب آئمہ:

نماز جمعہ کے بعد کتنی رکعات سنت ہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- طرفین کے نزدیک جمعہ کے بعد چار رکعت سنت ہیں، انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے۔

۲- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے دو رکعات سنت ہیں، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: عن عمر رضی اللہ عنہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لایصلی بعدالجمعة حتی

ینصرف فیصلی رکعتین فی بیته ۔حضرت عمر رضی اللہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ کے بعد گھر واپس جا کر دو رکعات ادا فرماتے تھے۔

۳-حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھ رکعات ہیں۔آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i)عن علی رضی اللہ عنہ قال من کان مصلیا بعدالجمعة فلیصل ستاً ۔

(ii)عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ کا ن یصلی بعد الجمعة ست رکعات ۔

(iii)عن عطاء رضی اللہ عنہ قال رأیت ابن عمر رضی اللہ عنہ صلی بعد الجمعة رکعتین ثم صلی بعد ذالك اربعاً ۔

چھ رکعات ادا کرنے کی صورت میں ان روایات پر عمل ہو جائے گا۔

آپ کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

۱- زیادہ مصروفیت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی دو رکعت پر اکتفا کیا ہوگا۔

۲-قولی حدیث کو فعلی حدیث پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

الاختیار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باکستان

شهادة العالمیة فی العلوم العربیة و الاسلامیة "السنة الثانیة"

للطلاب الموافق سنة۱۴۳۷ھ/2016ء

﴿الورقة السادسة : للمؤطین﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام:۱۰۰

الملاحظه:أجب عن اثنین، من کل قسم

القسم الأول......الموطأللامام مالك

السؤال الأول:عن نافع أن عبدالله بن عمر کان یقول لا رضاعة الالمن ارضع فی الصغر ولا رضاعة لکبیر .

(۱)اکتب معنی الرضاع و بین المقدار و المدة تثبت بسببهما حرمة الکناح؟ ۱۰

(۲)هات بالدلائل علی حرمة النکاح بسبب الرضاع من القران والسنة و غیر هما؟ ۱۵

السؤال الثانی:قال مالك رحمه الله تعالیٰ فی الیهودی والنصرانی یسلم عبداحدهما فیعتقه قبل أن یباع علیه أن ولاء العبد المعتق للمسلمین فان أسلم الیهودی والنصرانی بعد ذلك لم یرجع الیه الولاء أبدا .

(۱)شکل العبادة وترجم الی اللغة الأردیة؟ ۱۰

(۲)بین مفصلا و مدللامذهب الامام مالك والامام أبی حنیفة فی أن السیدهل یرث الیهودی والنصرانی ویثبت له ولاء هما اذا أعتقهما أم لا؟۱۵

السؤال الثالث: (۱) بین معنی الفرائض لغة واصطلاحاوموضوعها وأقسام الورثة؟ ۱۰

(۲) بین میراث الأب والأم من ولدهما، وبین میراث الولد من الأب والأم مفصلاً؟ ۱۵

القسم الثانی......المؤطّا للامام محمد

السؤال الرابع: عن نافع عن ابن عمر کان یقول لاینکح المحرم ولایخطب علی نفسه ولا علی غیره .

(۱) انقل الحدیث الی الأردیة وأوضح العبارة المخطوطة علیها؟ (۱۰)

(۲) فصل اختلاف الائمة الأربعة فی نکاح المحرم وانکاحه مع دلائهلم؟ ۱۵

السؤال الخامس: قال عمر رضی الله عنه لایصلح لامرأة أن تنکح الا یاذن ولیها أو ذی الرأی من أهلها أو السلطان .

(۱) شکل الحدیث ثم ترجم الی للغة الأردیة؟ ۱۰

(۲) بین اختلاف الائمة الأربعة فی نکاح الحرة البالغة بغیر اذن ولیها مع دلائلهم؟ ۱۰

السؤال السادس: (۱) فصل مذهب الامام أبی حنیفه رحمه الله تعالیٰ والامام الشافعی رحمه الله تعالیٰ فی مسئلة القرأة فی صلوة الجنازة مع دلائلهما؟ ۱۰

(۲) اکتبوا باللغة العربیة شذرة وجیزة مزینة بالد لائل علی أن المؤطا للامام محمد رحمه الله تعالیٰ افضل من المؤطا للامام مالک؟ ۱۵

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال اوّل) برائے طلباء بابت 2016ء

﴿پرچہ ششم: مؤطین﴾

قسم اوّل: مؤطا امام مالک

سوال ۱: عن نافع أن عبدالله بن عمر کان یقول لا رضاعة الالمن ارضع فی الصغر ولا رضاعة لکبیر .

(۱) اکتب معنی الرضاع و بین المقدار و المدة تثبت بسببهما حرمة الکناح؟

(رضاع کا معنی لکھیں؟ دودھ پینے کی مقدار اور مدت بیان کریں جن سے حرمت نکاح ثابت ہوتی ہے؟)

(۲) هات بالدلائل علی حرمة النکاح بسبب الرضاع من القرآن والسنة و غیر هما .

(قرآن وسنت سے رضاعت کے ایسے دلائل لائیں جن سے حرمت نکاح ثابت ہوتی ہے؟)

جواب: (الف) رضاع کا معنی، اس کی مقدار اور مدت:

لفظ ''رضاع'' کا معنی ہے۔ دودھ پلانا۔ شیر خوارگی کے زمانہ میں مطلقاً یعنی ایک دو چسکیاں بھی دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے، جس سے حرمت نکاح بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ شیر خوارگی کے زمانہ کے بعد کسی خاتون کا دودھ پینے سے نہ رضاعت ثابت ہوتی ہے اور نہ حرمت نکاح۔

(ب) حرمت نکاح کے حوالے سے قرآن وسنت سے دلائل:

قرآن وسنت سے حرمت نکاح اور رضاعت کے ثبوت کے حوالے سے دلائل درج

ذیل ہیں:

۱-اعلان قرآن ہے: وَاُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي اَرْضَعْنَكُمْ ۔ ’’تمہاری مائیں وہ ہیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا‘‘۔

۲-ارشاد خداوندی ہے: اَللَّاتِي اَرْضَعْنَكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ ۔ ’’جن خواتین نے تمہیں دودھ پلایا وہ تمہاری مائیں ہیں‘‘۔

۳-اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَللَّاتِي اَرْضَعْنَكُمْ مُحَرَّمَاتٌ لِاَجَلِ اَنَّهُنَّ اَرْضَعْنَكُمْ ۔ ’’جن عورتوں نے تمہیں دودھ پلایا، وہ دودھ پلانے کی وجہ سے تم پر حرام ہیں‘‘۔

۴-وَاَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ تمہاری رضاعی بہنیں بھی (تم پر) حرام ہیں۔

۵-ایک روایت کا مفہوم یہ ہے کہ کسی عورت نے کسی صحابی اور اس کی زوجہ کو دودھ پلانے کا دعویٰ کیا، وہ صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے یہ معلوم کیے بغیر کہ اس نے کتنی چسکیاں دودھ پلایا تھا۔ صحابی کو اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کرنے کا حکم دیا۔ اگر پانچ چسکیوں کی شرط ہوتی تو آپ یقیناً فرماتے کہ اس خاتون سے معلوم کرو کہ اس نے کتنی چسکیاں دودھ پلایا تھا؟ اگر پانچ سے کم چسکیاں دودھ پلایا ہوتو معاف ہے، مگر آپ نے ایسا ہرگز نہیں فرمایا تھا۔

سوال 2: قَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي الْيَهُودِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ يُسْلِمُ عَبْدُ اَحَدِهِمَا فَيُعْتِقُهُ قَبْلَ اَنْ يُّبَاعَ عَلَيْهِ اَنَّ وَلَاءَ الْعَبْدِ الْمُعْتَقِ لِلْمُسْلِمِيْنَ فَاِنْ اَسْلَمَ الْيَهُودِيُّ وَالنَّصْرَانِيُّ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمْ يَرْجِعْ اِلَيْهِ الْوَلَاءُ اَبَدًا ۔

(۱) شكل العبارة وترجم الى اللغة الأردية؟

(عبارت پر اعراب لگائیں اور اُردو میں ترجمہ کریں؟)

(۲) بين مفصلا و مدللامذهب الامام مالك والامام أبي حنيفة في أن السيدهل يرث اليهودى والنصرانى ويثبت له ولاء هما اذا أعتقهما أم لا؟

(اگر آقا کسی یہودی یا نصرانی غلام کا وارث بنے گا اور اس کے لیے ان کی ولاء ثابت

ہی کہ جب وہ انہیں آزاد کرے؟)

جواب: (الف) اعراب وترجمہ حدیث:

اعراب اوپر لگادیئے گئے ہیں اور اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہودی یا نصرانی کا غلام مسلمان ہو جائے پھر فروخت کرنے سے پہلے اسے آزاد کردے، تو اس آزاد ہونے والے غلام کی ولاء مسلمانوں کو ملے گی۔ پھر بعد ازاں یہودی یا نصرانی بھی مسلمان ہوجائے تو ولاء اس طرف کبھی نہیں لوٹے گی۔

(ب) مسلمان آقا کا یہودی یا نصرانی کی ولاء کے وارث ہونے میں مذاہب آئمہ:

کیا مسلمان آقا یہودی یا نصرانی کی ولاء کا وارث ہوگا یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ (حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ) کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ولاء کے وارث ہونے کے لیے دو شرائط ہیں (۱) وہ آزاد کنندہ ہو (۲) مسلمان ہونا۔ اگر آزاد کنندہ اور غلام کا دین مختلف ہوتو کافر کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔ آپ نے یہ دونوں شرائط احادیث سے ثابت کی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ ۔ یعنی ولاء آزاد کرنے والے کے لیے ہے۔ دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: لَایَتَوَارَثُ اَهْلُ مِلَّتَيْنِ شَيْئًا ۔ دو مختلف دینوں والے باہم وارث نہیں ہوسکتے۔

۲-حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اگر یہودی یا نصرانی کا بیٹا مسلمان ہوتو اپنے یہودی یا نصرانی باپ کے موالی کی وراثت پائے گا جبکہ وہ غلام مسلمان ہوگیا ہو آزاد کرنے والے سے پہلے۔ اگر وہ غلام آزادی کے وقت مسلمان تھا تو نصرانی یا یہودی کے بیٹے کو مسلمان غلام کی ولاء سے کوئی چیز نہیں ملے گی کیونکہ یہودی یا نصرانی کے لیے ولاء نہیں ہے۔ پس مسلمان غلام کی ولاء مسلمانوں کے لیے ہے۔

سوال 3: (۱) بين معنى الفرائض لغة واصطلاحا وموضوعها وأقسام

الورثة؟ ١٠

(فرائض کا لغوی واصطلاحی معنیٰ‘ اس کا موضوع اور ورثاء کی اقسام بیان کریں؟)

(٢) بین میراث الأب والأم من ولدهما، وبین میراث الولد من الأب والأم مفصلاً؟

(اولاد کی طرف سے والدین کے وارث بننے اور والدین کی طرف سے اولاد کے وارث بننے کی تفصیل بیان کریں؟)

جواب: (الف) فرائض کا لغوی واصطلاحی معنی:

لفظ ''فرائض'' فرض کی جمع ہے، جس کا معنی ہے: مقدار، حصص مثلاً نصف ربع، ثمان، ثلثان، ثلث اور سدس۔

اس کا اصطلاحی معنی ہے: میت کا وہ ترکہ جو شریعت کے مقرر کردہ حصوں کے مطابق ورثاء میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

موضوع:

میت کا مال اور اس کے ورثاء۔

اقسام ورثاء:

اقسام ورثاء آٹھ ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(١) اصحاب الفرائض (٢) عصبات من جهت النسب (٣) عصبة من جهة السبب (٤) ذوی الارحام (٥) مولى الموالاة (٦) مقوله بالنسب على الغير (٧) موصى له بجميع المال (٨) بيت المال۔

(ب) صاحب اولاد ماں باپ کی میراث کا مسئلہ:

اگر متوفی نے بیٹا یا پوتا چھوڑا ہو تو باپ کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اگر اس نے بیٹا یا پوتا نہ چھوڑا ہو تو باپ سے متعلق ذوی الفروض کو ان کے حصے دیئے جائیں گے۔ اگر چھٹا حصہ یا زیادہ بچا تو وہ باپ کو ملے گا۔ اگر ان سے چھٹا حصہ یا زیادہ نہ بچا تو باپ کو چھٹا حصہ ملے

گا۔

والدہ کو اس کے بیٹے کی میراث سے سدس ملے گا‘ جبکہ متوفی کا بیٹا یا بیٹی ہو۔ پس متوفی نے بیٹا یا بیٹے کی اولاد لڑکے لڑکیاں چھوڑیں تو اس کے لیے چھٹا حصہ ہے۔

اولاد کی میراث کا مسئلہ:

جب ماں یا باپ فوت ہو جائے تو اس نے پیچھے بیٹے اور بیٹیاں چھوڑی ہوں تو بیٹوں کو بیٹیوں کی نسبت دوگنا حصہ ملے گا۔ اگر ایک بیٹی ہو تو اسے نصف ملے گا اور دو یا دو سے زیادہ ہونے کی صورت میں انہیں دو تہائی حصہ ملے گا۔

قسم ثانی: مؤطا امام محمد

سوال 4: عن نافع عن ابن عمر كان يقول لاينكح المحرم ولايخطب على نفسه ولا على غيره .

(١) انقل الحديث الى الأردية وأوضح العبارة المخطوطة عليها؟

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں اور خط کشیدہ عبارت کی وضاحت کریں؟)

(٢) فصل اختلاف الائمة الأربعة فى نكاح المحرم وانكاحه مع دلائهلم؟

(حالت احرام میں اپنا نکاح کرانے اور دوسرے کا کرنے کے بارے میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت عبداللہ فرمایا کرتے تھے کہ حالت احرام میں کوئی شخص نکاح نہیں کرسکتا، وہ اپنے لیے پیغام نکاح بھیج سکتا ہے اور نہ دوسرے کے لیے۔

خط کشیدہ عبارت کی وضاحت:

حالت احرام میں نکاح کرنا جائز ہے لیکن وطی وجماع منع ہے۔ اگر کسی نے کسی عورت

کے بارے میں پیغام نکاح بھیجا ہوا اور فریقین کے درمیان بات چیت چل رہی ہو یا پیغام نکاح منظور کر لیا گیا تو اسی عورت کو پیغام نکاح پہنچانا منع ہے، کیونکہ اس صورت میں لڑائی کا اندیشہ ہے یا کم از کم نفرت وکدورت کی فضا تو ضرور پیدا ہو جائے گی۔ ان دونوں صورتوں میں سے کوئی نہ ہو یا پیغام نکاح دینے والے فریق نے اجازت دے دی ہو تو پیغام نکاح ارسال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(ب) حالت احرام میں نکاح کرنے کے جواز وعدم جواز میں مذاہب آئمہ:

کیا حالت احرام میں نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ حالت احرام میں نکاح کرنا جائز ہے۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تزوج میمونۃ وھو محرم ۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا تھا۔

(ii) حالت احرام میں جس طرح دیگر عقود ومعاملات جائز ہیں، اسی طرح نکاح بھی جائز ہے۔

(iii) حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناجائز ہے۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں صراحت سے یہ الفاظ ہیں: لاینکح المحرم ولایخطب۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ یہاں نکاح کا لغوی معنی مراد ہے یعنی جماع کرنا۔ گویا حالت احرام میں نکاح کرنا تو جائز ہے لیکن جماع کرنا منع ہے۔

سوال 5: قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ لَایَصْلَحُ لِامْرَأَۃٍ اَنْ تَنْکِحَ اِلَّا بِاِذْنِ وَلِیِّھَا اَوْ ذِی الرَّأْیِ مِنْ اَھْلِھَا اَوِ السُّلْطَانِ ۔

(۱) شکل الحدیث ثم ترجم الی اللغۃ الأردیۃ؟

(حدیث پر اعراب لگائیں اور اُردو میں ترجمہ کریں؟)

(۲) بین اختلاف الائمۃ الأربعۃ فی نکاح الحرۃ البالغۃ بغیر اذن ولیھا مع دلائلھم ۔

(آزاد عاقلہ بالغہ کا اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) اعراب وترجمہ:

اعراب اوپر لگا دیئے گئے ہیں اور ترجمہ حدیث درج ذیل ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے ولی یا اپنے اہل خانہ میں سے کسی باشعور شخصیت یا حاکم وقت کی اجازت کے بغیر نکاح کرے۔

(ب) عاقلہ بالغہ اور آزاد عورت کا ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے میں مذاہب آئمہ:

کیا عاقلہ بالغہ اور آزاد عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- آئمہ ثلاثہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مذکورہ عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی۔

ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) ارشاد ربانی ہے: فَلَا تَعْضُلُوْھُنَّ اَنْ یَّنْکِحْنَ اَزْوَاجَھُنَّ ۔ ”پس تم انہیں اپنے شوہر سے نکاح کرنے میں مت روکو“۔

(ii) ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: لانکاح الابولی ۔ ”یعنی ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہے“۔

(iii) عورت ناقص العقل اور ناقص الدین قرار دی گئی ہے، لہٰذا ولی کی معاونت کے بغیر وہ شوہر کا انتخاب کرنے میں غلطی کر سکتی ہے جو نقصان وپریشانی کا سبب بن سکتا ہے۔

۲-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مذکورہ عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرسکتی ہے۔تاہم غیر کفو میں کرنے کی صورت میں وہ اپنا نکاح ختم کرا سکتی ہے۔

آپ کے دلائل درج ذیل ہے:

(i) ارشاد ربانی ہے: حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ ۔''حتی کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح کرلے''۔

(ii) ارشاد خداوندی ہے: وَاَنْ یَّنْکِحْنَ اَزْوَاجَھُنَّ ۔ ''اور یہ کہ وہ عورتیں اپنے شوہروں سے نکاح کرلیں''۔

(iii) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورت اپنے نفس پر اپنے ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے، باکرہ عورت سے اجازت طلب کی جائے گی اور اس کی خاموشی اس کی اجازت ہے''۔

آپ کے دلائل آئمہ ثلاثہ کے دلائل سے زیادہ قوی اور حقیقت کے عین مطابق ہیں، لہٰذا آپ کا مؤقف بھی مضبوط تر ہے۔

سوال 6(۱)فصل مذهب الامام أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ والامام الشافعي رحمه الله تعالىٰ في مسئلة القرأة في صلوة الجنازة مع دلائلهما؟

(۲)اكتبوا باللغة العربية شذرة وجيزة مزينة بالد لائل على أن الموطا للامام محمد رحمه الله تعالىٰ افضل من الموطا للامام مالك ۔

(نماز جنازہ میں قرأت فاتحہ کے جواز وعدم جواز کے بارے میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے مذاہب کی تفصیل مع دلائل سپرد قلم کریں؟)

جواب: (الف) نماز جنازہ میں قرأت فاتحہ کے حوالے سے مذاہب آئمہ:

کیا نماز جنازہ میں قرأت فاتحہ جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل سطور ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ قرأت کی نیت سے نماز

جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا درست نہیں ہے، آپ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: **لایقرأ فی الصلوٰة علی الجنائز** ۔یعنی نماز جنازہ میں قرأت نہیں کی جائے گی۔

۲-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: **فقرأ فاتحة الكتاب الخ** ۔یعنی نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ قرأت کی نیت سے پڑھنا جائز ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے۔ یہ دعاؤ ثناء پر محمول ہے۔

(ب) المؤطاالامام محمد افضل من مؤطاالامام مالك:

والامام محمد رحمه الله تعالىٰ كان احد امن فقهاء الاحناف وهو ولد سنة اثنين و ثلاثين و مائة ۱۳۲ھ، واذا كانت عمره اربع عشرة سنة حضر فى حلقة الدرس لابى حنيفة رحمه الله ليسئله مسئلة، فسئله قائلا، ماتقول فى ولد احتلم بالليل بعد ماصلى صلوٰة العشاء، أيعيد الصلوٰة ام لا؟ اجاب الامام رحمه الله تعالىٰ : نعم! ثم قام هنا واخذ نعله واعاد صلوٰة العشاء فى زاوية المسجد ۔

وتعلم العلوم والفنون من مشائخ عصره والاسماء منهم فى الاتية:

(۱) الامام الاعظم ابو حنيفة(۲) الامام اسماعيل بن خالد(۳) الامام سفيان الثورى(۴) الامام زفر(۵) الامام ابو يوسف رحمهم الله تعالىٰ،وسافر لحصول العلوم الى البلاد المختلفة: اعنى مكة المعظمة والبصرة والشام ولواسط وسمع الحديث من الآئمة ومشائخ البلد ۔

وتعلم منه كثير من الفقهاء والمشائخ الاحاديث وبعض اسماء هم فى الأتية:

(۱) الامام محمد بن ادريس الشافعى(۲) الامام ابو سليمان

جوزمانی(۳) الامام هشام بن عبیدالله راوی(۴) الامام ابو عبید القاسم (۵) الامام اسماعیل بن توبه(۶) الامام علی بن مسلم وغیر هم .

وصنف كتباكثيراً فی الحدیث والفقه والاثار واسماء هن فی الاتية:

(۱) المؤطاالامام محمد(۲) کتاب الآثار(۳) کتاب الحج(۴) الجامع الكبير(۵) الجامع الصغير(۶) السير الصغير(۷) السير الكبير(۸)المبسوط(۹) كتاب الزيادات .

وهو توفی سنة تسع وثمانين ومائة(۱۸۹ھ)

المزايا والخصوصيات لمؤطاامام محمد رحمه الله تعالیٰ والبعض منهن فی الأتية:

۱-قال الشافعی رحمه الله تعالیٰ: حملت عن محمد و قربعير كتبا .

۲-قال ابو عبيد رحمه الله تعالیٰ :مارأيت اعلم بكتاب الله منه .

۳-قال ابراهيم الحربی رحمه الله تعالیٰ: قلت لاحمد: من اين لك هذه المسائل الدقيقة؟قال .(اجاب) من كتب محمد بن الحسن الشيبانی رحمه الله تعالیٰ .

۴-قال ابورجاء رحمه الله تعالیٰ عن محموية: وكنا نعده من الابدال .

والمزايا للمؤطا لامام محمد رحمه الله تعالیٰ فی الاتية .

☆ويشير بهذه العلامات الشهيرة على الفتوى:(۱) وبه يفتی(۲) وبه نأخذ(۳) وهو المختارفی زماننا(۴) وفتوی مشائخنا(۵) وعليه العمل اليوم(۶) وعليه الاعتماد وغيرها .

☆ويذكرفی الاسناد:اخبرنا، ولا غيره من الالفاظ : سمعت وحدثنا .

☆ويذكربعد ذكر موافقة معلمه، وهوقول ابی حنيفة رحمه الله تعالیٰ .

☆ويذكر كثير ابلفظ: ينبغی كذاوكذا، ولمراد منه السنة المؤكدة والواجب .

☆وقديذكر فی بعض السنن لفظ: لابأس، كما قال فی بحث التراويح والمراد منه الجواز .

☆وليس فی هذاالكتاب حديث موضوع .

وبهذه الوجه نقول: المؤطا للامام محمد افضل عن مؤطا للامام مالك .

☆☆☆☆☆